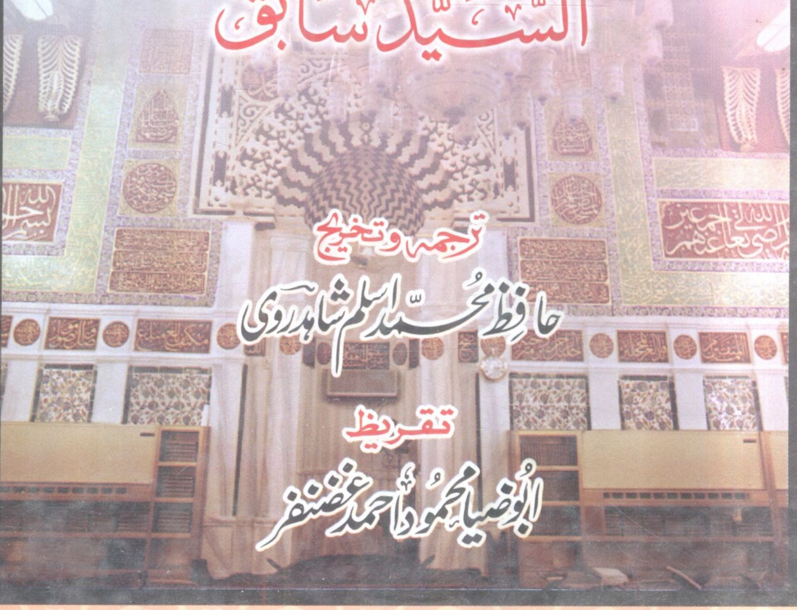
فِقہ السُّنۃ

کتاب الصلوٰۃ

نماز کے مسائل

تالیف

السیّد سابق



ترجمہ وتخریج

حافظ محمد اسلم شاہدروی

تقریظ

ابوضیا محمود احمد غضنفر

حُدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فِقہ السُنۃ
کتابُ الطّہارتْ

نماز کے مسائل

تالیف
السّیّد سابقؒ

ترجمہ وتخریج
حافظ مُحمّد اسلم شاہدروی

تقریظ
ابُوضیا محمُود احمد غضنفر

حُدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاھور
فون ۷۲۴۲۶۰۴

نام کتاب .... نماز کے مسائل

مولف .... السّید سابق

ترجمہ .... حافظ محمد اسلم شاہدروی

اشاعت اول .... اکتوبر 2003

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... -/160روپے

ناشر .... سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

فہرست مضامین

نماز

آذان

نماز کی شرطیں

نماز کا طریقہ

فرائض نماز

نماز کی سنتیں

نفل

سنت فجر

سنت ظہر

سنت مغرب

سنت عشاء

وتر

قیام اللیل

قیام رمضان

نماز چاشت

سجودِ سہو ۲۶۹

نمازِ با جماعت ۲۷۴

عیدین کی نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از قلم: جناب ادیب ملت مولانا محمود احمد غضنفر صاحب لاہور۔ مترجم کتب کثیرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَعْدُ۔

نماز دین کا ستون ہے نماز اللہ رب العزت اور اس کے بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ ہے نماز ایک نور ہے بندہ مومن جب نماز کو اس کے آداب اور شرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ادا کرتا ہے تو اس کے دل پر تجلیات الٰہیہ کا ورود ہونے لگتا ہے نماز سے بندۂ مومن کو دلی سکون اور روحانی مسرت محسوس ہوتی ہے نماز کی حالت میں بندہ مومن اپنے معبودِ حقیقی سے محو گفتگو ہوتا ہے اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے اس کی عظمتوں کا اعتراف کرتا ہے کبھی اس کے حضور التجائیں پیش کرتا ہے کبھی رکوع کی حالت مٰیں اپنی عاجزی و انکساری کی انتہاء کر دیتا ہے نماز کی حالت میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اپنے جسم کو رکوع کی حالت میں جھکانا اپنی جبیں کو اللہ کی بارگاہ میں ٹیک دینا یہ سب ادائیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت پسند آتی ہیں یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں نماز کو بڑی بنیادی حیثیت حاصل ہے بندوں کے اعمال صالحہ میں سے نماز ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے بڑھ کر محبوب ہے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا (اَلصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا) کہ بروقت نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کرام کے سامنے نماز کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے تمثیل کے انداز میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ تو بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے گھر کے سامنے دریا بہتا ہو

اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر میل کچیل کا ذرہ باقی رہ جائے گا سب نے بیک زبان ہو کر یہ کہا کہ پانچ مرتبہ نہانے سے اس کے جسم پر واقعی میل کچیل کا کوئی ذرہ باقی نہیں رہے گا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی یعنی جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے سے جسم صاف ستھرا ہو جاتا ہے اسی طرح پانچ نمازیں پڑھنے سے انسان کا دل پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے پانچ نمازوں کی ادائیگی ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ''نماز ہی مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہی وجہ ہے کہ صلحائے امت دل لگا کر نماز ادا کیا کرتے تھے نماز کے دوران وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے تھے یوں تو اس حوالے سے بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں پر صرف ایک بزرگ ترین شخصیت کے تذکرے پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاکہ بات زیادہ طویل نہ ہو واقع یہ ہے کہ ایک دفعہ مفتی مدینہ حضرت عروہ بن زبیر کو امیر المومنین نے دمشق آنے کی دعوت دی آپ اپنے بڑے بیٹے کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے وہاں پر انہیں شاہی مہمان کی حیثیت سے رکھا گیا اور ان سے استفادہ کرنے کیلئے شام کے علماء کو بھی دعوت دی گئی ایک دن ان کے بیٹے نے شاہی اصطبل دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا امیر المومنین کو جب یہ پتہ چلا کہ مفتی مدینہ کا فرزند شاہی اصطبل دیکھنا چاہتا ہے تو اس کا فوری طور پر اہتمام کر دیا گیا بیٹا اصطبل میں اعلیٰ نسل کے گھوڑے دیکھتا ہوا جب ایک نہایت عمدہ اور خوبصورت گھوڑے کے پاس پہنچا تو اس کی خوبصورتی دیکھ کر محو حیرت ہوا جب اسے تھپکی دیتا ہوا پچھلی جانب آیا تو گھوڑے نے زور سے دولتی چلائی جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا جب مفتی مدینہ حضرت عروہ بن زبیر اپنے لخت جگر کو دفن کرنے کیلئے قبر پر پہنچے تو کسی زہریلے کیڑے نے ان کے پاؤں کو ڈس لیا جس کا زہر ٹانگ میں تیزی سے سرایت

کرنے لگا جب زیادہ تکلیف ہونے لگی تو شاہی اطباء بلائے گئے انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ ٹانگ کو فوری طور پر کاٹ دیا جائے ورنہ یہ زہر جان لیوا ثابت ہوگا ٹانگ کاٹنے کے جب جملہ انتظامات کر لئے گئے تو شاہی طبیب نے شیخ صاحب سے یہ کہا کہ ہم آپ کو کوئی نشہ آور چیز پلائیں گے جس سے آپ کو ٹانگ کاٹنے کی زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوگی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے شاہی طبیب کو یہ کہتے ہوئے کہ میں کوئی حرام چیز اپنے جسم کے اندر داخل کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا نشہ آور چیز پینے سے صاف انکار کر دیا طبیب نے آٹھ دس افراد منگوائے شیخ محترم نے پوچھا ان افراد کو کیوں بلوایا گیا ہے طبیب نے کہا کہ ٹانگ کاٹنے کا عمل چونکہ بڑا ہی تکلیف دہ ہوگا آپ اسے برداشت نہ کر سکیں گے اسی لئے یہ آپ کو پکڑ کے رکھیں گے یہ بات سن کر آپ نے فرمایا میں نماز شروع کر دیتا ہوں نماز کے دوران آپ اپنا کام سرانجام دے ڈالیں ان شاء اللہ مجھے پکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی ایسے ہی ہوا جب آپ نے نماز شروع کر دی تو اس میں اتنے محو ہوئے کہ ماحول سے بالکل بے گانہ دکھائی دینے لگے اس دوران طبیب نے ٹانگ کاٹی آپ کے جسم میں کوئی جنبش تک پیدا نہ ہوئی سبحان اللہ' اللہ اکبر نماز کے دوران کسی قدر اللہ کی محبت کا غلبہ ہوا کہ کسی خارجی عمل کا احساس تک باقی نہ رہا۔

امت مسلمہ پر پانچ نمازیں معراج کی رات فرض کی گئیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں امت کے ہر فرد کو لازمی طور پر نماز ادا کرنے کی تلقین کی۔ حجۃ الوداع کے تاریخی موقعے پر آپ ﷺ نے امت کو جو اہم ترین پیغامات دیئے ان میں سے ایک پیغام یہ تھا:

أُعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَحُجُّوا بَيْتَكُمْ، وَأَدُّوا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ طِيبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ (بحواله مسند امام احمد ۵/۲٦۲' مستدرك حاكم ۱/۹)

''اپنے رب کی عبادت کرو پانچ نمازیں پڑھو' ماہ رمضان کے روزے

رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، بخوشی اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے نماز کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بحوالہ ترمذی ۵/۱۲)

''اصل معاملہ اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کا نقطۂ عروج اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔''

قرآن وسنت میں نماز کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث کی کتاب کے ہر مجموعے میں کتاب الصلوٰۃ کو ضرور درج کیا ہے محدثین عظام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے السید السابق نے اپنی مشہور ومعروف کتاب فقہ السنۃ میں کتاب الصلوٰۃ کا اندراج کیا ہے جس میں نماز کے متعلق فقہی ترتیب سے احادیث کو ورطۂ تحریر میں لائے جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت جماعت کے معروف قلمکار محترم جناب حافظ محمد اسلم شاہدروی نے حاصل کی اس سے پہلے ''کتاب الطہارت'' کا اردو ترجمہ بھی موصوف ہی کے قلم سے منظر عام پر آ چکا ہے ان دونوں کتابوں کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا فریضہ عزیزم سمیع اللہ صاحب نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا یہ کتاب بھی حسب سابق حدیبیہ پبلی کیشنز کی جانب سے شائع کی جارہی ہے امید ہے کہ یہ کتاب وفاق المدارس کے طلبہ اور عوام الناس کے لئے یکساں مفید ثابت ہوگی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مترجم اور ناشر کو دین کی خدمت کرنے کی توفیق ارزانی عطا کرے اور حدیبیہ پبلی کیشنز لاہور کو کامیابی کے مراحل طے کرنے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

۲۶ ستمبر ۲۰۰۳ بروز جمعۃ المبارک

عرض ناشر

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فقہ اسلامی میں معروف عرب عالم السید سابق کے عظیم سلسلہ فقہ السنہ کی کتاب الطہارت کا ترجمہ ''طہارت کے مسائل'' کے نام سے شائع کیا گیا جسے بحمداللہ تعالیٰ عوام وخواص میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اب اسی سلسلہ کی کتاب الصلوٰۃ یعنی ''نماز کے مسائل'' پیش خدمت ہے۔ اور آپ کو یہ خبر دے کر ہمیں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ درج ذیل بعض کتب بھی بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوں گی۔ ان شاء اللہ

۱۔ مولانا مبشر احمد ربانی کے ''خطبات ربانی''

۲۔ کراماتِ صحابہ

۳۔ آدابِ سفر

۴۔ چہرے کا پردہ کیوں؟ وغیرہ

ہماری جماعت کے نامور عالم مؤرخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی نے ''طہارت کے مسائل'' پر جو جامع تبصرہ فرمایا جسے ہمارے دینی جرائد ورسائل نے شائع کیا ہم اس پر ان کے شکرگزار ہیں۔

عظیم ادیب وصحافی مولانا محمود احمد غضنفر بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ان دونوں کتابوں پر تقریظ لکھی۔ میں اپنے برادر گرامی جناب عمر فاروق قدوسی کا بھی شکرگزار ہوں کہ جن کے صائب مشوروں سے مجھے کتاب کی تیاری کے تمام

مراحل میں سہولت رہی کتاب کے مترجم ہمارے شہر کی معروف علمی شخصیت شیخ الحدیث حافظ محمد اسلم شاہد روی صاحب اس سلسلہ میں سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے ہماری درخواست کو قبول کر کے کتاب کے دونوں حصوں کے ترجمہ کی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھایا۔ ہم کمپوزر جناب رشید سبحانی' شہزاد اور آصف صاحبان کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے اسے مکمل کیا۔ اللہ پاک سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

ہمارا یہ عزم اور اعلان ہے کہ ہم آئندہ بھی آپ کی خدمت میں ایسی ہی خوبصورت' علمی اور معیاری کتب پیش کرتے رہیں گے۔ قارئین گرامی قدر سے اپنے لیے' اپنے والدین' اساتذہ' اعزہ واقارب' مؤلف' مترجم ودیگر سب متعلقین کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

طالب دعا

سمیع اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبَعْدُ:

نماز دین کا ستون اور اس کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ جس کا مقام' مرتبہ' ثواب اور فضیلت بکثرت آیاتِ مبارکہ اور احادیث شریفہ میں وارد ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے بنیادِ فوز وفلاح قرار دیا۔ لہٰذا ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ○ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ○

(ترجمہ) بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہوا۔ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۵'۱۴)

ان آیات مبارکہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ ہے پاکیزگی اختیار کریں' اللہ کے نام کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں۔ اگر پہلی بات یعنی پاکیزگی پر غور کریں تو نماز انسان کو مکمل تزکیہ عطا کرتی ہے کہ اس سے جہاں انسان کا دل اور باطن پاک صاف ہو جاتا ہے وہاں اس کو ظاہری پاکیزگی بھی نصیب ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی مثال ایک نہر کے ساتھ بیان فرمائی کہ کوئی شخص کسی نہر کے کنارے پر ہو۔ وہ اس سے ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو اس کے جسم پر کچھ نجاست یا گندگی نہ رہے گی۔ اسی طرح جو شخص روزانہ پانچ مرتبہ نماز ادا کرتا ہے اس کے جسم پر کچھ نجاست و گندگی باقی نہیں رہتی۔ حدیث دیگر میں کچھ یوں بیان ہے کہ جب آدمی وضوء کرتا ہے اس کے تمام اعضاء سے گناہ نکلتے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھوں سے لے کر پاؤں تک اکثر اعضاء کے نام لے کر ارشاد فرمایا کہ ان اعضاء سے انسان کے گناہ نکلتے ہیں۔

دوسری بات رب کریم کے نام کا ذکر ہے۔ پوری نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ پارہ اکیس کی پہلی آیت مبارکہ میں نماز اللہ کے ذکر سے تعبیر کیا گیا۔ کچھ ایسا ہی مفہوم بعض دیگر آیات بابرکات میں بھی ہے۔ جب کہ یہ بات عقلاً بھی

معلوم ہے کہ سب نماز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی تو ہے۔ تیسری بات نماز کی ادائیگی ہے جس پر یہ ثواب مرتب ہوتا ہے۔ لہٰذا نماز ایک ایسی عبادت ہے جس سے انسان کو طہارت' پاکیزگی' اللہ کی رضا' جسمانی راحت اور روحانی لذت ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ اور صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی معاملہ میں پریشان ہوتے تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔

نماز کے مسائل:

بدقسمتی سے بعض دیگر عبادات کی طرح نماز بھی فقہاء کی موشگافیوں سے بچ نہ سکی اور اس میں بھی انہوں نے خصوصاً جامد اور شخصی تقلید کے دعویداروں نے بہت سے اختلافات پیدا کر دیئے۔ جس سے لوگوں کے ذہنوں میں بہت سے اشکالات پیدا ہو گئے۔ عظیم دانشور اسلامی مفکر اور عرب عالم دین علامہ سید سابق کو اللہ کریم کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ انہوں نے اختلافات کو ختم کرنے' دوریاں مٹانے اور امت میں قربتیں بڑھانے کے لیے ''فقہ السنۃ'' کے نام سے ایک ضخیم علمی کتاب مرتب فرمائی جو بیشتر شرعی مسائل اور عبادات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۹۰ء کی بات ہے زمانہ طالب علمی میں اپنے جامعہ میں قصاص و دیت کے اہم عنوان پر منعقدہ ایک تقریری مقابلہ میں مجھے اول انعام دیا گیا۔ جس کے منصف حضرات ملک کے نامور علماء و مدرسین تھے۔ میری مراد شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی مرحوم (متوفی ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء) حافظ ثناء اللہ زاہدی (صادق آباد) اور مولانا محمد ابراہیم خلیل الفضلی بلتستانی (اسلام آباد) ہیں۔ بتانے کی بات یہ ہے کہ اس موضوع پر تیاری میں ''فقہ السنۃ'' سے مجھے سب سے زیادہ مدد ملی۔ جس سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ مؤلف نے اس کتاب میں ہر موضوع کا حق ادا کیا ہے اور اسے خوب نبھایا ہے۔ اس بڑے سلسلہ سے چند صفحات کتاب الطہارت کے نام سے موسوم ہیں جس کا راقم الحروف نے اردو ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا اور حدیبیہ پبلیکیشنز اسے بطریق احسن طبع کر کے مارکیٹ میں لے آیا۔ ''طہارت کے مسائل'' کے نام

سے شائع ہونے والی اس کتاب پر ادارہ کے مدیر برادرم سمیع اللہ صاحب نے خوب محنت کی اسے ہر اعتبار سے معیاری اور خوبصورت بنایا اور اس پر مزید یہ کہ اس کی قیمت بھی ایسی کم رکھی جو ہر شخص کی قوت خرید میں تھی۔ بعض احباب نے کتاب کو خریدا اس کے مندرجات کا مطالعہ کیا بلکہ راقم نے بھی اس پر بار بار نظر ڈالی تو یہی رائے قائم ہوئی کہ ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ مجھے اس بات پر بہت خوشی ہوئی کہ اس کا ترجمہ کرنے کی سعادت میرے حصہ میں آئی۔ اب کتاب الصلاۃ کا ترجمہ بنام ''نماز کے مسائل'' آپ کی خدمت میں ہے۔ امید ہے کہ کتاب الطہارت کی طرح اسے بھی پذیرائی نصیب ہوگی۔ ان شاء اللہ

سید سابق مرحوم:

کتاب الطہارت کے مقدمہ میں ہم یہ ذکر کر آئے تھے کہ فقہ السنہ کے مؤلف علامہ سید سابق کے حالات ہم کتاب الصلاۃ کے شروع میں تحریر کریں گے۔ لیکن میسر وسائل کی حد تک آپ کے حالات ہمیں نہ مل سکے البتہ ایک معاصر کتاب کے مقدمہ میں آپ کا سال پیدائش ۱۳۳۲ھ جب کہ وفات ۱۴۲۰ھ مذکور ہے۔ یہ بات طے ہے کہ آپ گذشتہ صدی عیسوی کے نامور عالم ہیں۔ آپ نے لمبی عمر پائی اور آپ کی کتاب فقہ السنہ آپ کی زندگی میں متعدد مرتبہ شائع ہوئی۔ حضرت علامہ ناصر الدین البانی نے فقہ السنہ پر تخریج کا سلسلہ ''تمام المنۃ'' کے نام سے شروع کیا تھا جو کہ مکمل نہ ہو سکا۔ تمام المنہ کے مقدمہ اور سیاق و سباق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ دونوں بزرگ جہاں ہم عصر تھے وہاں فقہ السنہ اور تمام المنہ کے حوالوں سے دونوں کے مابین کچھ مراسلت بھی ہوئی جس کا ذکر علامہ البانی نے کیا ہے لیکن سید سابق نے اس سلسلہ کی کوئی بات فقہ السنہ کے شروع میں نقل نہیں کی۔ آپ کی علمی شخصیت اور اس عظیم کتاب کے تعارف کے حوالہ سے ہم یہاں مصر کے نامور مفکر اور اخوان المسلمین کے لیڈر امام حسن البناء کے مقدمہ کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ جو عرب ممالک سے شائع شدہ فقہ السنہ کے ایڈیشنوں میں ہے۔ اس کی عبارت درج ذیل ہے:

مقدمہ از امام الشہید فضیلۃ الاستاذ حسن البناء:

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾

(ترجمہ) اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تا کہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تا کہ وہ بچ جاتے۔ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اما بعد: اللہ تبارک و تعالیٰ کے قریب کرنے والا ایک عظیم ترین عمل دعوتِ اسلامیہ کو پھیلانا اور احکام دینیہ کی نشر و اشاعت ہے۔ خصوصاً جو احکام فقہی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں تا کہ لوگ اپنے اعمال اور عبادات کے معاملہ میں واضح راہ اپنا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) (الحدیث)

(ترجمہ) جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کریں اسے دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں۔ علم تو سیکھنے کا نام ہے۔ انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ نے اپنی وراثت میں نہ کوئی دینار چھوڑا اور نہ درھم انہوں نے اپنے پیچھے صرف علم چھوڑا تو جس نے اس کو لے لیا اس نے وافر حصہ کے ساتھ لے لیا۔

فقہ اسلامی خصوصاً احکامِ عبادات اور جن مسائل کا تعلق عام امت سے ہو اس کی تعلیم میں سب سے پیارا، بہت نافع اور دلوں اور عقلوں کے قریب تر طریقہ یہ ہے کہ فنی اصطلاحات اور بکثرت فرضی تفریعات[1] سے دور رہا جائے۔ جس قدر ممکن ہو

ان کو کتاب وسنت کے مآخذ سے آسان وسہل انداز کے ساتھ ملایا جائے۔ جیسے جیسے موقع ملے حکمتوں اور فوائد کا ذکر کیا جائے۔ تا کہ تعلیم حاصل کرنے والے (اور) پڑھنے والے افراد کو یہ محسوس ہو کہ ان کا تعلق اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں مستفید ہوں گے۔ اگر یہ انداز اختیار کیا جائے تو لوگ اپنے علم میں اضافہ کا شوق رکھیں گے اور تعلیم پر توجہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فاضل بھائی الاستاذ الشیخ السید سابق کو یہ طریقہ اپنانے کی توفیق بخشی۔ انہوں نے یہ بلحاظ ماخذ آسان اور بلحاظ فائدہ عظیم کتاب مرتب کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں فقہی احکام کو اسی خوبصورت اسلوب میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا وہ اس کام پر ان شاء اللہ تعالیٰ اجر وثواب کے مستحق بن گئے ہیں۔ اس دین کے ساتھ غیرت کی حد تک محبت رکھنے والوں کے شکریہ کے بھی آپ مستحق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دین، امت اور دعوتِ دین کے حوالہ سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کتاب کا نفع عام کر دے اور ان کے ہاتھوں خود ان کی ذات کو اور سب لوگوں کو خیر عطاء فرمائے۔ آمین

''حسن البناء''

اظہارِ تشکر:

اس عظیم سلسلہ کی کتاب الطہارت کے بعد کتاب الصلوٰۃ کے ترجمہ کی تکمیل و اشاعت پر میں اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق سے یہ کام انجام پا سکا۔ سب کچھ اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ۔

لیکن مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ کے تحت چند لوگوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ سب سے پہلے حدیبیہ پبلیکیشنز کے مدیر اعلیٰ برادرم سمیع اللہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں پہلے کتاب الطہارت اور اب کتاب الصلاۃ کو زر کثیر خرچ

---

[1] تفریعات سے مراد اصولوں سے نکلنے والی مختلف فروع ہیں۔ یا شائد یہاں لفظ تعریفات ہو جو تفریعات لکھا گیا ہو واللہ اعلم۔ از مترجم۔

کر کے طبع کروایا۔

پھر مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کا جنہوں نے کتاب الطہارت پر تبصرہ لکھا۔ پھر مولانا محمد احمد غفنفر صاحب کا جنہوں نے دونوں کتابوں پر تقریظ لکھی۔ پھر مولانا عبدالستار صاحب آف ممیاں خورد ضلع جہلم کا جنہوں نے نظر ثانی اور تصحیح بہت جانفشانی سے کی۔

پھر اپنی قابل فخر تلمیذہ ام حبیبہ (آف بیگم کوٹ) کا کہ جنہوں کم از کم ایک چوتھائی حصہ کے ترجمہ میں معاونت کی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ۔

حرفِ دعا:

دعا میں میں اپنے والدین و اساتذہ کے ساتھ لکھنے پڑھنے کے حوالہ سے اپنے اولین مربی مولانا فیض الرحمٰن ثوری بہاولپوری (متوفی دسمبر ۱۹۹۶ء) کو کبھی فراموش نہیں کرتا جن کی علمی راہنمائی سے میں ایسی خدمت کے قابل ہوا۔ نیز جامعہ علوم اثریہ جہلم کے رئیس حضرت استاذ حافظ عبدالحمید عامر بن حافظ عبدالغفور جہلمی کی شفقتیں بھی میرے لیے ناقابل فراموش ہیں۔ جو مجھے دورانِ زمانۂ تعلیم میسر رہیں۔ موجودہ حالات میں جامعہ سلفیہ (للبنات) چوک بیگم کوٹ (جہاں میں عرصہ آٹھ برس سے صحیح بخاری شریف وغیرہ اسباق پڑھا رہا ہوں) کے منتظم مولانا محمد ارشد بیگم کوٹی بھی میرے لیے مستحق دعا ہیں کہ تحریری' تقریری' تدریسی اور تنظیمی غرضیکہ جو بھی دینی خدمت انجام دینے لگوں آپ کو جہاں از حد دلی مسرت ہوتی ہے وہاں بہر صورت ترغیب و تحریض بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے اور روز قیامت حدیث شریف کے خدمت گزاروں کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ناچیز مترجم: حافظ محمد اسلم شاہدروی

حمید پارک۔ شاہدرہ۔ لاہور

بتاریخ ۳۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اپنے اندر کچھ خاص اقوال وافعال رکھتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکبیر (اللہ اکبر) سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے۔

اس کا اسلام میں مرتبہ:

نماز کا اسلام میں ایسا مرتبہ ہے کہ کسی دوسری عبادت کا مرتبہ اس کے برابر کا نہیں ہے یہ دین کا ایسا ستون ہے جس کے بغیر دین قائم نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رأس الأمر الاسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔[1] عبادات میں سے سب سے اول اللہ تعالیٰ نے یہی واجب فرمائی اس کو فرض کرنے کی ذمہ داری معراج کی رات اللہ نے بغیر واسطہ اپنے پیغمبرؐ سے مخاطب ہو کر ادا فرمائی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جس رات نبی ﷺ کو اسراء ہوئی آپؐ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر کم کی گئیں حتی کہ پانچ کر دی گئیں۔ پھر آواز دی گئی اے محمدؐ! شان یہ ہے کہ میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی۔ بے شک آپؐ کے لیے ان پانچ کے بدلے پچاس ہیں۔[2]

یہی سب سے پہلی بات ہے جس پر بندے کا حساب ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن قرطؓ نے نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''روز قیامت جس

---

[1] جامع الترمذی حدیث نمبر (۲۶۱۶)۔

[2] مسند احمد (۵/۱۴۴-۱۴۳)۔ نیز اس مفہوم کی ایک روایت متفق علیہ بھی ہے دیکھیے: مشکوۃ مع تخریج البانی (۳/۱۶۳، ۱۶۲) حدیث نمبر (۵۸۶۴)۔

بات کا بندے سے اول حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر یہ درست ہوئی تو اس کے تمام عمل درست ہونگے اور اگر یہ خراب ہوئی تو اس کے تمام عمل خراب ہونگے۔''[1] یہی وہ آخری وصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے دنیا چھوڑتے ہوئے اپنی امت کو فرمائی تھی۔ جب آپؐ اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے فرما رہے تھے نماز نماز اور اپنے لونڈی/ غلاموں کا خیال رکھنا۔[2] دین کی یہی آخری چیز مفقود ہوگی۔ جب یہ ضائع ہوگی تو سب دین ضائع ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اسلام کے کڑے ایک ایک کڑا کر کے ٹوٹنے لگیں گے۔ جب کبھی کوئی ایک کڑا ٹوٹے گا لوگ اس کے ساتھ والے کو مضبوط تھامیں گے۔ سب سے پہلے جو ٹوٹے گا وہ محکم ہے اور سب سے آخر میں نماز۔ (ابن حبان بروایت حضرت ابوامامہؓ)۔

جو شخص قرآنی آیات پر غور کرے اسے یہ بات نظر آتی ہے کہ اللہ پاک نماز کا ذکر فرماتے ہیں کبھی اسے ذکر کے ساتھ ملاتے ہیں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ.﴾ (سورۃ عنکبوت:۴۵)

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.﴾

(سورۃ الاعلیٰ:۱۵-۱۴)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہوا۔ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ.﴾

(سورۃ طٰہٰ:۱۴)

---

[1] معجم طبرانی کبیر (۳۹/۲) حدیث نمبر (۱۲۵۵،۱۲۵۴)۔

[2] دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (۲۳۸/۵)۔

ترجمہ: اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔

کبھی اللہ تعالیٰ اسے زکوٰۃ کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں ارشاد ہوا۔

﴿وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ.﴾ (سورۃ البقرہ:۱۱۰)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

کبھی صبر کے ساتھ ارشاد ہے۔

﴿وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ.﴾ (سورۃ البقرہ:۴۵)

ترجمہ: اور تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔

کبھی قربانی کے ساتھ جیسے فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ.﴾ (سورۃ الکوثر:۲)

ترجمہ: پس نماز پڑھیے اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجئے۔

اور فرمایا:

﴿ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُكِیۡ وَمَحۡيَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ. لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ.﴾ (سورۃ الانعام:۱۶۲-۱۶۳)

ترجمہ: کہہ دیجئے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔

کبھی اللہ پاک نیکی کے کاموں کا ذکر نماز سے شروع کرتے ہیں اور اسی پر ختم کرتے ہیں جیسا کہ سورۃ المعارج کی آیات میں ہے اور سورۃ المومنون کے شروع میں بھی فرمایا:

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ. الَّذِيۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ. وَالَّذِيۡنَ

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ...... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ. الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.﴾ (سورۃ المؤمنون:۱-۲-۳-۱۰-۱۱)

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نمازوں میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ (آگے چل کے فرمایا) اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وراثت پانے والے ہیں۔ (یعنی) جو جنت کی میراث حاصل کریں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اسلام نے نماز پر انتہائی توجہ دی ہے۔ خوف اور امن' حضر اور سفر میں اس کی پابندی کا حکم فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۳۸-۲۳۹)

ترجمہ: (مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں ہو نماز پڑھ لو) پھر جب امن ہو جائے تو جس طریق سے اللہ نے تم کو سکھایا ہے جو تم پہلے نہ جانتے تھے اللہ کو یاد کرو۔

جنگ' امن اور سفر میں اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا. وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْكُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْآ اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا. فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.﴾(سورۃ النساء:۱۰۱-۱۰۳)

ترجمہ: اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور جب تم ان میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ کہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا اللہ نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح) نماز ادا کرو (جس طرح حالت امن میں ادا کرتے ہو) بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔

جو لوگ اس میں کوتاہی کریں اس کا سخت رد کیا گیا ہے جو اسے ضائع کرتے ہیں انہیں ڈانٹا گیا ہے۔ لہذا اس بزرگ شان والے نے فرمایا:

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا. ﴾ (سورۃ مریم:۵۹)

ترجمہ: پھر ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے سو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غیّ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اور فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ. ﴾

(سورۃ الماعون:۳-۴)

ترجمہ: پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے۔ جو اپنی نمازوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

چونکہ نماز ان بڑے امور میں سے ہے جن میں خاص راہنمائی کی حاجت ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی وہ انہیں اور ان کی اولاد کو اسے قائم کرنے والا بنا دے۔ لہٰذا فرمایا:

﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ. ﴾

(سورۃ ابراہیم:۴۰)

ترجمہ: اے پروردگار! مجھ کو نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی اے ہمارے پروردگار! دعا قبول فرما۔

ترکِ صلاۃ کا حکم

نماز کو نہ مان کر اور انکار کر کے چھوڑنا مسلمانوں کے اجماع کی رو سے کفر اور ملتِ اسلام سے خروج کا باعث ہے رہا وہ شخص جو اس پر ایمان اور اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے چھوڑے۔ یعنی وہ اسے سستی اور ایسی مصروفیت کی بناء پر چھوڑے جو شرعاً عذر شمار نہ ہوتی ہو تو احادیث نے ایسے شخص کے کفر اور وجوب قتل کی صراحت کی ہے اس کے کفر کی صراحت کرنے والی احادیث درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔''[۱]

۲- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارے اور ان کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اسے چھوڑا تو اس نے کفر کیا۔''[۲]

۳- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نبی ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا:

''جس نے اس کی پابندی کی تو یہ اس کے لیے نور برھان اور روزِ قیامت

---

۱ مسند احمد (۵/ ۳۱۷) سنن ابی داوٗد (۱/ ۲۹۵) حدیث نمبر: (۴۲۵)۔

۲ مسند احمد (۵/ ۳۴۶) سنن نسائی مع شرح السیوطی (۱/ ۲۳۲، ۲۳۱)

نجات بن جائے گی اور جس نے اس کی پابندی نہ کی تو یہ اس کے لیے نور برھان اور نجات نہ ہوگی۔ وہ روز قیامت قارون فرعون' ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔[1]

تارکِ صلاۃ کا آخرت میں ائمہ کفر کے ساتھ ہونا اس کے کفر کا تقاضا کرتا ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں: جو نماز کی پابندی نہیں کرتا اس کی مصروفیت اپنے مال یا بادشاہت یا ریاست یا تجارت کی وجہ سے۔ جس کو نماز سے اس کے مال نے مشغول رکھا تو وہ قارون کے ساتھ ہوگا۔ جس کی بادشاہت ہو وہ فرعون کے ساتھ' جس کی ریاست اور وزارت ہو وہ ھامان کے ساتھ اور جس کی مصروفیت تجارت کی ہو تو وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

۴- حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''محمد ﷺ کے اصحاب نماز کے علاوہ کسی بات کا ترک کفر نہ سمجھتے تھے۔''[2]

۵- محمد بن نصر المروزیؒ فرماتے ہیں: میں نے اسحاقؒ کو فرماتے ہوئے سنا:

''نبی ﷺ سے صحیح مروی ہے کہ تارکِ صلاۃ کافر ہے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے زمانہ سے آج تک علماء کی رائے ہے کہ جو نماز کو بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑے حتیٰ کہ اس کا وقت جاتا رہے تو وہ کافر ہوگا۔

۶- اور ابن حزم فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ' عبدالرحمٰن بن عوف' معاذ بن جبل' ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہؓ سے مروی ہے:

''کہ جس نے ایک فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل جائے تو وہ کافر مرتد ہے۔'' اور ہم نہیں جانتے کہ ان صحابہؓ کی رائے کا کوئی مخالف ہو۔

---

[1] مسند احمد (۲/۱۶۹)۔ [2] دیکھئے جامع الترمذی حدیث نمبر: (۲۶۲۲)۔

پھر فرماتے ہیں صحابہؓ اور ان کے بعد والوں میں سے ایک جماعت کے مطابق اس شخص کو کافر قرار دیا جائے گا جو نماز کو جان بوجھ کر چھوڑے حتی کہ اس کا پورا وقت جاتا رہے ان میں حضرت عمر بن الخطابؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، معاذ بن جبلؓ، جابر بن عبداللہؓ اور ابو درداء رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحابہ کے ساتھ احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، نخعیؒ، حکم بن عتیبہؒ، ابوایوب سختیانیؒ، ابوداوٗدؒ طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہؒ زہیر بن حربؒ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۹- ا۔ حضرت ابن عباس نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''اسلام کی بنیادیں اور دین کے قواعد تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے جس نے ان میں سے ایک کو بھی چھوڑا تو وہ اس کا کافر ہوگا اس کا خون حلال ہوگا۔ (۱) شہادت لا الہ الا اللہ۔ (۲) فرض نماز۔ (۳) رمضان کا روزہ۔[۱]

ایک اور روایت میں ہے:

''جس نے ان میں سے ایک کو بھی چھوڑا وہ اللہ کا کافر ہے اس سے کوئی فرض اور نفل قبول نہ ہوگا۔''[۲]

۲- حضرتِ ابن عمر سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب انہوں نے ایسا کرلیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا سوائے اسلام کے حق کے۔ جبکہ ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہوگا۔[۳]

---

[۱] ابویعلی، بسند حسن۔

[۲] حدیث میں وارد الفاظ صَرْف اور عَدْلٌ کا معنی فرض اور نفل ہے۔

[۳] صحیح بخاری (۱/۷۵) مع فتح الباری۔ وصحیح مسلم (۱/۵۳) حدیث نمبر: ۳۶-۲۲)

۳- حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم پر جلد ایسے امراء آئیں گے کہ تم نیکی اور برائی دیکھو گے۔ جس نے (برائی کو) برا جانا وہ بری ہو گیا۔ جس نے انکار کیا وہ بچ گیا لیکن (برا وہ ہے) جو (ان پر) راضی ہو گیا اور تابعداری کرنے لگا۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔[1]

آپؐ نے ظالم حکمرانوں کے ساتھ لڑنے میں نماز کو مانع قرار دیا ہے۔

۴- اور حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علیؓ جب یمن کے والی تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سونے کا ایک ٹکڑا بھیجا آپؐ نے اس کو چار افراد میں تقسیم کر دیا۔ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے پیغمبر اللہ سے ڈرو تو آپؐ نے فرمایا: تجھ پر افسوس کیا اہل زمین میں سے میں سب سے زیادہ حق دار نہیں کہ جو اللہ سے ڈرے؟ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا: اے اللہ کے پیغمبرؐ! کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟ فرمایا: ''نہیں شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو۔'' خالد نے کہا کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دل کریدوں اور نہ میں ان کے پیٹ چیروں۔[2]

اس حدیث میں بھی یہ بات ہے کہ آپ نے نماز کو ہی قتل سے مانع بنایا ہے۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ نماز کا نہ ہونا قتل کا موجب ہے۔[3]

---

[1] صحیح مسلم (۱۴۸۱/۳) حدیث نمبر: (۶۳-۱۸۵۴)

[2] صحیح مسلم (۷۴۱/۱) حدیث نمبر: (۱۴۳-۱۰۶۴)

[3] یعنی مفہوم مخالف۔ از مترجم۔

بعض علماء کی رائے:

گزشتہ احادیث کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے کہ تارکِ صلاۃ کافر اور اس کا خون مباح ہے۔ لیکن پہلے اور پچھلے کثیر علماء جن میں ابو حنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ بھی ہیں ان کے نزدیک وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فاسق ہوگا۔

۱۰- اور اس سے توبہ کروائی جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو مالک شافعی وغیرہ کے نزدیک حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔

جبکہ ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ سزا دی جائے گی اور قید کیا جائے گا حتی کہ نماز پڑھنے لگے۔ ان سب نے کافر والی احادیث کو منکر یا ترک کو حلال جاننے والے پر محمول کیا ہے اور ان کا بعض عام نصوص کے ساتھ معارضہ کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (سورۃ النساء:۱۱۶)

ترجمہ: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے گا۔

اور جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی احمد اور مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جو قبول کی جاتی ہے۔ ہر نبیؑ نے اپنی دعا میں جلدی کی ہے جبکہ میں نے اپنی دعا کو بروز قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھا ہے تو یہ ان شاء اللہ اس کو پہنچنے والی ہے جو فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو۔''[1]

اور انہی سے بخاری کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے

---

[1] صحیح مسلم (۱/۱۸۹) حدیث نمبر: (۳۳۸-۱۹۹)۔

میری شفاعت کے ساتھ سب سے خوش بخت وہ ہوگا جس نے اپنے دل سے خالص ہوکر لا الہ الا اللہ کہا۔[1]

تارکِ صلاۃ کے متعلق مناظرہ:

سبکی نے طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ شافعیؒ اور احمدؒ کا تارکِ صلاۃ کے متعلق مناظرہ ہوگیا۔ امام شافعی نے فرمایا: اے احمد کیا تم کہتے ہو کہ وہ کافر ہوگا؟ کہا ہاں۔ کہا جب وہ کافر ہوگا تو کس چیز کے ساتھ مسلمان ہوگا؟ کہا وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے گا۔ شافعی نے کہا وہ آدمی تو یہ بات ہمیشہ سے کہتا ہے اس نے اس کو چھوڑا نہیں۔ کہا نماز پڑھنے سے وہ مسلمان ہو جائے گا۔ کہا کافر کی تو نماز ہی صحیح نہیں ہوتی اس کی وجہ سے تو اس کے اسلام کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ تو امام احمد خاموش ہو گئے۔ رحمہما اللہ۔

شوکانی کی تحقیق:

شوکانی فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ وہ کافر ہے قتل کیا جائے گا۔ رہا اس کا کفر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کی صحیح احادیث آئی ہیں کہ شارع نے تارک صلاۃ کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ آدمی اور اس نام کے اطلاق کے جواز میں حائل جس بات کو بنایا ہے وہ نماز ہے۔ تو اس کا ترک جو ہے وہ اطلاق کے جواز کا مقتضی ہے۔ مخالفین نے جو باتیں مخالفت میں وارد کی ہیں ان میں سے کوئی بات ہم پر لازم نہیں آتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ کفر کی بعض انواع مغفرت اور استحقاق شفاعت سے غیر مانع ہوں جیسے بعض گناہوں کی وجہ سے اہل قبلہ کا کفر ہے جسے شارع نے کفر کا نام دیا ہے۔ لہٰذا ان تاویلات میں کوئی سہارا موجود نہیں جن کی باریکیوں میں لوگ چلے گئے ہیں۔

یہ کس پر واجب ہوتی ہے؟؟

عاقل اور بالغ مسلمان پر نماز واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی نبی ﷺ

---

[1] الترغیب والترہیب (۴۱۲/۲) وقال المنذری: رواہ البخاری۔

سے حدیث ہے آپؐ نے فرمایا: تین افراد سے قلم اٹھالی گئی ہے۔[1] سوئے ہوئے سے حتی کہ بیدار ہو جائے۔ بچے سے حتی کہ محتلم[2] ہو جائے اور دیوانے سے حتی کہ عقل مند ہو جائے۔ (احمدؒ اصحاب سنن اور حاکم نیز وہ فرماتے ہیں یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے جبکہ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)۔[3]

بچے کی نماز:

گو کہ بچے پر نماز واجب نہ ہے لیکن پھر بھی اس کے سرپرست کے لیے اسے نماز کا حکم دینا مناسب ہے جب اس کی عمر سات برس ہو جائے۔ اور جب دس کو پہنچ جائے تو اس کے ترک پر اسے مارے۔ تا کہ اس کی مشق، تربیت ہو جائے اور بعد بلوغ اس کو اس کی عادت ہو جائے۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تمہارے بچے سات برس کے ہو جائیں تو تم انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کو پہنچیں تو انہیں اس پر مارو اور ان کے بستر الگ الگ کردو۔''[4]

فرائض کی تعداد:

جن فرائض کو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں فرض کیا ہے وہ پانچ ہیں۔ لہٰذا حضرت ابن محیریزؒ بیان کرتے ہیں کہ بنی کنانہ کا ایک شخص جسے مخدجی کہا جاتا تھا اس نے شام میں ایک شخص سے سنا جسے ابو محمد کہا جاتا تھا کہ وتر ایک ہے کہتے ہیں میں حضرت عبادۃ بن صامتؓ کی طرف چل دیا میں نے انہیں بتایا۔ وہ کہنے لگے ابو محمد نے

---

1. قلم اٹھالی گئی۔ یہ مکلف نہ ہونے سے کنایہ ہے۔
2. محتلم ہو جائے کا مطلب ہے کہ بالغ ہو جائے۔
3. سنن ابی داؤد (۴/۵۵۸) حدیث نمبر: (۴۳۹۸)۔
4. سنن ابی داؤد (۱/۳۳۴) حدیث نمبر: (۴۹۵)۔

جھوٹ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''پانچ نمازیں اللہ نے بندوں پر فرض کی ہیں جس نے ان کو ادا کیا۔ ان کا حق کم جان کر ان میں سے کچھ ضائع نہ کیا اس کے لیے اللہ کے ہاں عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور جس نے ان کو ادا نہ کیا تو اس کے لیے اللہ کے ہاں کوئی عہد نہیں اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے بخش دے۔''[1]

ان کی روایت میں ہے فرمایا:

''جس نے ان کو ادا کیا کہ ان کا حق کم جانتے ہوئے ان میں سے کچھ کم کیا۔''

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے خبر دیجیے کہ اللہ نے مجھ پر نمازوں میں سے کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا پانچ نمازیں الا یہ کہ تو کچھ نفل بھی پڑھے۔ کہا مجھے بتایئے کہ اللہ نے مجھ پر روزے سے کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا رمضان کا مہینہ الا یہ کہ تو کچھ نفل رکھے۔ کہا مجھے بتایئے کہ اللہ نے مجھ پر زکوٰۃ سے کیا فرض کیا ہے؟ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کے تمام احکام بتائے۔ وہ کہنے لگا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی ہے۔ میں کچھ بھی نفل نہ کروں گا اور جو کچھ اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے اس سے کچھ بھی کم نہ کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کامیاب ہوا اگر اس نے سچ کہا۔ یا جنت میں داخل ہوا اگر اس نے سچ کہا۔[2]

---

[1] مسند امام احمد (۵/۳۱۷)۔
[2] صحیح مسلم (۱/۴۲،۴۱) حدیث نمبر (۱۰-۱۲)

نماز کے اوقات:

نماز کے محدود اوقات ہیں انہی میں اسے ادا کیا جانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا. ﴾(سورۃ النساء:۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔[۱]

قرآن کریم نے ان اوقات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے: لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ. ﴾(سورۂ ہود:۱۱۴)

اور دن کے دونوں سروں[۲] اور رات کی چند ساعات میں نماز پڑھا کرو کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔

اور سورۃ الاسراء میں ہے:

﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا. ﴾(سورۃ الاسراء:۷۸)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے[۳] سے رات کے اندھیرے تک نمازیں اور صبح کو

---

۱ موقوتا یعنی اسے محدود اوقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۲ حسن فرماتے ہیں: دن کے دونوں سروں کی نماز فجر اور عصر ہے۔ اور ''زلف اللیل'' یہ دو ساعتیں ہیں یعنی نماز مغرب اور نماز عشاء۔

۳ ''لدلوک شمس'' اس کا زوال ہے۔ یعنی اسے اس کے اس اول وقت میں قائم کرو۔ اس میں نماز ظہر ہے جو کہ ''غسق اللیل'' پر ختم ہوتی ہے جو اندھیرے کا آغاز ہے اس میں نماز عصر اور مغرب و عشاء داخل ہیں۔ قرآن الفجر کا مطلب فجر کا قرآن یعنی نماز فجر قائم کرو۔ ''مشهودا'' کا مطلب ہے کہ اس میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔

جبکہ سورۃ طٰہٰ میں ہے۔

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى. ﴾ (سورۃ طٰہٰ:۱۳۰)

ترجمہ: اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کیا کرو اور رات کی ساعات میں بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور دن کے طراف میں بھی تا کہ تم خوش ہو جاؤ۔

۱۳- طلوع شمس سے پہلے کی تسبیح سے مراد صبح کی نماز ہے۔ اس کے غروب سے پہلے نماز عصر ہے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا تم جلد ہی اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو تم اس کی رویت میں کچھ شک نہ رکھو گے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ تم طلوع شمس سے قبل اور اس کے غروب سے قبل کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا کر لو پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔''

یہ وہ آیات ہیں جن میں قرآن نے اوقات (نماز) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رہی سنت (حدیث) تو اس نے ان کی تعین کر دی ہے اور ذیل میں اسے واضح بیان کر دیا ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ظہر کے وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی

جتنا ہو جائے تب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔ اور عصر کا وقت جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ اور مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو اور عشاء کا وقت آدھی رات وسط تک۔ اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے ہے اور جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رک جا بے شک وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔[1]

۲- حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ آپ سے کہنے لگے۔ اٹھیے اور نماز پڑھیے تو آپؐ نے ظہر پڑھی جب سورج ڈھل گیا۔ پھر عصر کے وقت آئے کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ پھر مغرب کے وقت آئے کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپؐ نے مغرب پڑھی جب سورج واجب ہو گیا۔[2]

پھر وہ عشاء کے وقت آئے کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی جب شفق غائب ہو گیا۔ پھر وہ فجر کے وقت آپ کے پاس آئے جب فجر چمکی یا فرمایا فجر نمودار ہوئی۔ پھر اگلے دن وہ آپ کے پاس ظہر کے لیے آئے کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ پھر وہ عصر کو آئے کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپ نے عصر پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو گیا۔ پھر وہ مغرب کو آئے اس کا وقت ایک ہی ہے اس سے نہ ہٹے۔ پھر عشاء کے وقت آئے جب آدھی رات چلی گئی یا فرمایا تہائی رات تو آپؐ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے جب بہت روشنی ہو گئی کہا اٹھیے نماز پڑھیے تو آپؐ نے فجر کی نماز پڑھی پھر فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۲۳/۱)۔

[2] واجب ہو گیا کا مفہوم ہے کہ غروب ہو گیا اور گر گیا۔

''ان دو وقتوں کے درمیان وقت (نماز) ہے۔'' (احمد' نسائی' ترمذی اور بخاری فرماتے ہیں یہ وقتوں کے متعلق سب سے صحیح روایت ہے یعنی جبرئیل کی امامت والی۔)[1]

۱۴-ظہر کا وقت:

گزشتہ دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ظہر کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب آسمان کے وسط سے سورج ڈھلے۔ اور جب تک ہر چیز کا سایہ سوائے زوال کے سایہ کے اس کی مثل ہو جائے اس وقت تک یہ چلتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ گرمی کی شدت میں نماز ظہر کی اول وقت سے تاخیر مستحب ہے تاکہ خشوع نہ جاتا رہے۔

جبکہ دیگر حالات میں تعجیل (جلدی) مستحب ہے۔ اس کی دلیل:

۱- جو حضرت انسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں: ''جب سردی سخت ہوتی نبی ﷺ نماز کو جلدی کرتے اور جب گرمی سخت ہوتی آپؐ نماز کو ٹھنڈا کرتے۔''[2]

۲- اور حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے: فرماتے ہیں: ''ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا: ٹھنڈی کر پھر اس نے اذان دینا چاہی آپ نے فرمایا: ٹھنڈی کر دو یا تین مرتبہ فرمایا حتی کہ ہم نے فئی التلول[3] (ٹیلوں کا سایہ) دیکھ لیا پھر فرمایا بے شک گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے لہذا جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر لیا کرو۔[4]

ٹھنڈا کرنے کی حد:

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ٹھنڈا کرنے کی حد میں علماء کا اختلاف ہے۔

---

[1] جامع الترمذی (۱/۲۸۱-۲۸۲) حدیث نمبر: (۱۵۰)۔

[2] اسے نسائی نے روایت کیا ہے دیکھئے مع حاشیہ سندھی (۱/۲۴۸)۔

[3] ''الفی'' وہ سایہ جو زوال کے بعد ہو۔ تلول: تل کی جمع ہے جو مٹی وغیرہ زمین پر جمع ہو جائے اس کو تل کہتے ہیں۔ یعنی ڈھیر' از مترجم۔

[4] صحیح مسلم مع شرح نووی (۱/۲۲۴)۔

ایک قول ہے کہ زوال کے سایہ کے بعد ایک گز سایہ ہو جائے۔ ایک قول ہے(انسانی) قامت کا ربع/چوتھائی ہو جائے ایک قول تہائی جبکہ ایک قول نصف کا ہے اس میں اور بھی اقوال ہیں۔قواعد میں جو بات چلتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حالات کے حساب سے بدلتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آخری وقت تک نہ چلا جائے۔

نماز عصر کا وقت:

جب زوال کے سایہ کے بعد ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ غروب شمس تک جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غروب شمس سے قبل عصر کی ایک رکعت پا لی پس تحقیق اس نے عصر کو پا لیا (اس کو سب نے روایت کیا ہے)[1] بیہقی نے بایں الفاظ اسے روایت کیا ہے: ''جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پڑھ لی پھر باقی غروب شمس کے بعد پڑھی اس کی عصر فوت نہ ہوئی۔''

۱۵- پسندیدہ وقت اور مکروہ وقت:

فضیلت والا اور پسندیدہ وقت سورج کے زرد ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے حضرت جابر اور عبداللہ بن عمرو کی گزشتہ دونوں حدیثیں بھی اسی پر محمول ہوں گی رہا نماز کو زرد ہونے کے بعد تک مؤخر کرنا تو گو یہ جائز ہے لیکن اگر بلا عذر ہو تو مکروہ ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: یہ منافق کی نماز ہے وہ سورج پر نظر لگا کے بیٹھا رہتا ہے حتی کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے وہ اٹھتا ہے اور اس کی چار چونچیں مارتا ہے۔ وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا سا (اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا سب نے روایت کیا ہے)۔[2] امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں: اصحاب

---

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی (۱/۲۲۱)۔

[2] صحیح مسلم (۱/۴۳۴)(۱۹۵-''۶۲۲'')

فقہاء کے نزدیک عصر کے پانچ وقت ہیں:

☆ ۱- وقت فضیلت۔

☆ ۲- پسندیدہ۔

☆ ۳- جواز بلا کراہیت۔

☆ ۴- جواز مع کراہیت۔

☆ ۵- وقت عذر۔

رہا وقت فضیلت تو وہ اس کا اول وقت ہے۔ پسندیدہ وقت جب تک ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو چلتا رہتا ہے۔ جواز کا وقت[1] (سورج کی) زردی تک ہے جواز مع کراہت کا وقت زردی کی حالت سے غروب تک ہے۔ جبکہ عذر کا وقت ظہر کا وقت ہے یعنی جس شخص نے سفر یا بارش کی وجہ سے ظہر اور عصر کو جمع کرنا ہو۔ ان پانچوں وقتوں میں عصر کی نماز ادا ہو گی۔ اگر غروب شمس کی وجہ سے یہ سب چھوٹ جائیں تو وہ قضاء ہو گی۔

بادل والے روز اس کی جلد ادائیگی کی تاکید:

حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا ''بادل والے دن میں نماز کو جلد ادا کرو بے شک جس کی نماز عصر فوت ہوگئی تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔''[2]

ابن القیم فرماتے ہیں: چھوڑنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ترک عمی ہے کہ وہ اسے کبھی نہیں پڑھتا تو یہ چیز اس کے سارے عمل ضائع کرے گی اور دوسرا ترک معین دن کا ترک ہے تو یہ چیز اس کے دن کے عمل ضائع کرے گی۔

---

[1] کتاب کے اصل نسخوں میں عبارت اسی طرح ہے لیکن یہاں جواز ''بلا کراہت'' کی توضیح ضروری ہے۔ از مترجم۔

[2] سنن ابن ماجہ (۱/۲۲۷) حدیث نمبر (۶۹۴)

نمازِ عصر ہی درمیانی نماز ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۳۸)

ترجمہ: سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

صحیح احادیث اس بات کی صراحت کے ساتھ ملتی ہیں کہ نماز عصر ہی درمیانی/وسطیٰ نماز ہے۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے جنگ احزاب کے دن فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ان (کفار) کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جیسے انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔''[۱]

۲- اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ عصر سے روک دیا حتیٰ کہ سورج سرخ اور زرد ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے ہمیں درمیانی نماز نماز عصر سے مشغول رکھا اللہ ان کے پیٹوں کو اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' یا ''ان کے پیٹوں اور قبروں میں آگ ڈال دے۔''[۲]

نمازِ مغرب کا وقت:

جب سورج غروب ہو جائے اور بادلوں میں چھپ جائے تو مغرب کا وقت شروع

---

[۱] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۲۲۶)۔

[۲] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۲۲۷)۔ و سنن ابن ماجہ (۱/۲۲۴) حدیث نمبر: (۶۸۶)۔

ہو جاتا ہے اور یہ وقت سرخ رنگ کے شفق کے غائب ہونے تک چلا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب سورج غائب ہو جائے تو نماز مغرب کا وقت ہے جب تک شفق ختم نہ ہو جائے۔''[1]

اور اسی طرح حضرت ابو موسیٰ سے بھی مروی ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کے اوقات کے متعلق سوال کیا (اور پوری حدیث ذکر کی) اس میں ہے آپ نے اس کو حکم دیا اس نے مغرب کو قائم کیا جب سورج غروب ہو گیا۔ جب دوسرا دن ہوا فرماتے ہیں پھر اس کو مؤخر کیا حتی کہ شفق[2] غروب ہونے کو آ گیا پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے۔[3]

شرح مسلم میں نووی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے محققین کے نزدیک جب تک شفق غائب نہ ہو اس کو تاخیر کرنے کے جواز کا قول ہے اس کو اس دوران کسی بھی وقت شروع کرنا جائز ہے اور اس کو اول وقت سے تاخیر پر آدمی گناہ گار نہ ہو گا۔ یہی وہ درست اور صحیح بات ہے جس کے سوا کچھ اور جائز نہ ہے۔ رہی وہ بات جو امامت جبرئیل والی حدیث میں گزری ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز کو دونوں دنوں میں ایک ہی وقت پر یعنی غروب آفتاب کے بعد پڑھا تو وہ نماز مغرب کی تعجیل کے مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ اس کی صراحت میں احادیث بھی آئی ہیں۔

۱۷- ۱-حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک وہ مغرب کو ستارے طلوع ہونے سے قبل پڑھتے رہیں گے۔ (احمد، طبرانی)

---

[1] صحیح مسلم شرح النووی (۲۲۳/۱)۔

[2] القاموس کے مطابق غروب آفتاب سے عشاء اس کے قریب تک یا عتمہ کے قریب تک آسمان پر جو سرخی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں۔ [3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۲۴/۱-۲۲۳)۔

۲- سند میں ہے کہ ابن ابی ایوب الانصاریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ دار کے افطار پر مغرب کی نماز پڑھ لو اور ستاروں کے طلوع پر جلدی کرو۔

۳- صحیح مسلم میں حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے: ہم مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے ہم میں سے ایک نماز پڑھ کر جاتا تو وہ اپنے تیر پھینکنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔[۱]

۴- اسی میں حضرت سلمۃ بن اکوع سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا اور بادلوں میں چھپ جاتا۔[۲]

عشاء کا وقت:

جب سرخ شفق غائب ہو تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آدھی رات تک چلتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں صحابہؓ عشاء[۳] کی نماز غروب شفق سے رات کی پہلی تہائی کے مابین پڑھتے رہتے۔[۴] اور حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھوں تو ان کو حکم دوں کہ وہ نماز عشاء کو تہائی رات یا اس کے نصف تک مؤخر کر دیں۔ (احمد' ابن ماجہ' ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)[۵] اور حضرت ابو سعید سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک رات نماز عشاء کے لیے ہم نے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا حتی کہ جب آدھی رات تک کا وقت گزر گیا۔ فرماتے ہیں آپ ﷺ آئے آپ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا تم اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو۔ لوگ اپنے سونے کی جگہوں کو پکڑ چکے اور تم یقیناً نماز میں ہی رہے جب تک تم اس کا انتظار کرتے رہے اگر ضعیف کا ضعف'

---

۱ سنن ابو داؤد حدیث نمبر: (۴۱۸)۔

۲ صحیح مسلم حدیث نمبر: (۱۴۴۱)۔

۳ حدیث میں وارد لفظ عتمۃ کا مطلب عشاء ہے۔

۴ صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۶۴)۔

۵ جامع ترمذی حدیث نمبر: (۱۶۷)

بیمار کی بیماری اور حاجت مند کی حاجت نہ ہوتو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کردوں۔[1]

رہا مجبوری اور جواز کا وقت تو وہ فجر تک پھیلا ہوا ہے کیونکہ حضرت ابو قتادہؓ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار! سونے میں کچھ کوتاہی نہ ہے کوتاہی تو اس شخص کے لیے ہے جس نے نماز نہ پڑھی حتی کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔(مسلم)۔ وقتوں کے حوالہ سے جو حدیث پیچھے گزری ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نماز کا وقت دوسری نماز تک پھیلا ہوا ہے۔سوائے نماز فجر کے کہ اس کا وقت ظہر تک نہیں جاتا کیونکہ علماء کا اجماع ہے کہ اس کا وقت طلوع شمس کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

نماز عشاء کو اول وقت سے مؤخر کرنے کا استحباب:

افضل طریقہ یہ ہے کہ نماز عشاء کو اس کے پسندیدہ وقت یعنی آدھی رات تک مؤخر کیا جائے۔ لیکن کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے فرماتی ہیں۔ ایک رات نبی ﷺ نے دیر کر دی[2] حتی کہ رات کا عام حصہ گزر گیا یہاں تک کہ اہل مسجد سو گئے پھر آپ نکلے تو نماز پڑھائی۔ فرمایا اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھوں تو یہی اس کا وقت ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ کی حدیث اور ابو سعید کی حدیث بھی پیچھے گزر چکی ہے وہ دونوں حضرت عائشہ کی حدیث کے ہم معنی ہیں۔ یہ سب احادیث تاخیر کے مستحب اور

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۴۲۲)۔

[2] اَعْتَمَ کا مطلب نماز عشاء کو مؤخر کیا۔ ''رات کا عام حصہ'' یعنی کافی حصہ اکثر حصہ مراد نہیں۔ اس کی دلیل آپ کا یہ فرمان ہے کہ یہی اس کا وقت ہے۔ نووی فرماتے ہیں اس فرمان سے مراد یہ نہیں کہ آدھی رات سے بعد تک بھی جائز ہے کیونکہ یہ فتویٰ تو کسی عالم کا بھی نہیں کہ اس کو آدھی رات سے بعد تک مؤخر کرنا افضل ہو۔

[3] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۵۷۱)۔

افضل ہونے کی دلیل ہیں۔ نیز یہ کہ نبی ﷺ نے اس پر ہمیشگی نہیں کی کیونکہ اس میں نمازیوں پر مشقت تھی۔

نبی ﷺ مقتدیوں کے حالات کو مدنظر رکھا کرتے تھے کبھی جلدی کر لیتے اور کبھی تاخیر کرتے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ظہر کو ھاجرہ[1] میں پڑھاتے، عصر جبکہ سورج صاف ہوتا، مغرب جب سورج غروب ہو جاتا، عشاء کو کبھی مؤخر کرتے اور کبھی جلدی کرتے جب دیکھتے کہ لوگ اکھٹے ہو گئے ہیں آپ جلدی کرتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی تو تاخیر کرتے، جبکہ وہ لوگ یا نبی ﷺ صبح کی نماز کو غلس اندھیرے[2] میں پڑھ لیا کرتے تھے۔[3]

اس سے قبل سونا اور بعد میں باتیں:

نماز عشاء سے پہلے سو جانا اور بعد میں باتیں مکروہ ہیں۔ کیونکہ حضرت ابو ہرزہ اسلمیؓ کی حدیث ہے کہ جس نماز کو تم عتمہ کہتے ہیں یعنی عشاء اسے نبی ﷺ مؤخر کرنا پسند کرتے تھے۔ اس سے پہلے سو جانا اوراس کے بعد باتیں کرنا آپؐ ناپسند کرتے تھے۔[4] (بروایت جماعت) اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے عشاء کے بعد گفتگو پر جدب فرمایا۔ (ابن ماجہ) فرماتے ہیں جدب کا مطلب ہمیں ڈانٹا اور منع فرمایا۔

اس سے قبل سو جانے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ سونے سے کبھی سونے والے کی نماز وقت مستحب یا جماعت سے فوت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح رات کو باتیں کرنا ایسی بیداری کا باعث بنتا ہے جو بہت سے فوائد کے

---

[1] ''ھاجرہ'' کا مطلب زوال کے بعد نصف النہار میں گرمی کی شدت ہے۔

[2] حدیث میں وارد لفظ ''غلس'' کا مطلب آخر رات کا اندھیرا ہے۔

[3] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۵۶۵)

[4] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۵۶۸)

ضیاع کا باعث بنتی ہے۔ اگر آدمی سونا چاہے بشرطیکہ اسے کوئی بیدار کرنے والا ہو یا (بعد میں) خیر کی باتیں کرنے تو کراہت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس طرح کی باتیں مسلمانوں کے کسی معاملہ میں حضرت ابوبکر کے ساتھ کر رہے تھے جبکہ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ (احمد' ترمذی اور انہوں نے اسے حسن کہا ہے)۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں'' میں ایک رات حضرت میمونہ کے گھر میں سو گیا جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ کچھ دیر گفتگو کی پھر سو گئے۔ (مسلم)۔

صبح کی نماز کا وقت:

صبح فجر صادق کے طلوع سے شروع ہوتی ہے اور طلوع شمس تک رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

اس میں جلدی مستحب ہے:

نماز صبح میں جلدی مستحب ہے کہ وہ اول وقت میں پڑھ دی جائے۔ کیونکہ حضرت ابومسعود انصاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز ایک مرتبہ غلس (اندھیرے) میں پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ تو اس کو روشن کیا۔ پھر اس کے بعد آپ کی نماز غلس/سخت اندھیرے میں ہی رہی حتی کہ آپ فوت ہو گئے اور آپ نے دوبارہ روشن کر کے نہ پڑھی۔[1] حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں۔ ''مومن عورتیں نبی ﷺ کے ساتھ نماز فجر میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنی چادریں لپیٹی ہوتیں۔[2] جب نماز پوری کر لیتیں اپنے گھروں کو واپس جاتیں تو سخت اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچانتا نہ تھا۔[3]

---

[1] جامع ترمذی حدیث نمبر: (۱۷۴)۔

[2] حدیث میں وارد لفظ "متلفعات بمر وطهن" کا مطلب ہے وہ اپنی چادریں لپیٹے ہوتیں۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۴۲۳)۔

رہی حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح کو صبح کرو یہ تمہارے اجروں کے لیے عظیم تر ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے: ''فجر کو روشن کرو یہ اجر کے لیے عظیم تر ہے۔[1] (اسے خمسہ نے روایت کیا جبکہ ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے) تو اس سے مراد نکلتے وقت کی روشنی ہے نہ کہ نماز میں داخل ہوتے وقت۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس میں قرأت لمبی کرو حتی کہ اس سے روشنی کر کے نکلو۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ آپ ساٹھ (٦٠) آیات سے سو (١٠٠) آیات تک پڑھا کرتے تھے۔ یا اس سے مراد طلوع فجر کا ثابت ہو جانا ہے لہذا غالب گمان کی بنیاد پر نماز نہ پڑھے۔

وقت کے اندر ایک رکعت کا مل جانا:

نماز کا وقت نکل جانے سے قبل جس نے ایک رکعت کو پالیا تو اس نے (پوری) نماز کو پالیا کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے نماز کو پالیا۔[2] (بروایت جماعت) اور یہ محکم تمام نمازوں کو شامل ہے۔ جبکہ بخاری میں ہے جب تم میں سے کوئی غروب شمس سے قبل عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کر لے اور اگر طلوع شمس سے قبل وہ نماز صبح کی ایک رکعت کو پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کر لے'' حدیث میں وارد لفظ سجدۃ'' سے مراد رکعت ہے۔

ان احادیث سے ظاہر ہوا کہ جس کو فجر یا عصر کی نماز کی ایک رکعت مل گئی اس کے لیے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز مکروہ نہ ہوگی گو کہ یہ دونوں وقت کراہت کے ہیں۔

نیز مکمل رکعت کے مل جانے سے نماز ادا ہوگی (قضاء نہ ہوگی۔ مترجم)۔ اگر چہ

---

[1] سنن ابو داؤد حدیث نمبر: (۴۲۴)۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۵۷۹)۔

اس وقت تک عمداً مؤخر کرنا جائز نہ ہے۔

نماز سے سوئے رہنا یا بھول جانا:

جو کسی نماز سے سویا رہا یا اسے بھول گیا تو جب اسے یاد آئے وہی اس کا وقت ہے کیونکہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں۔لوگوں نے ایک دن نبی ﷺ سے نماز سے سوئے رہنے کے متعلق عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا:''نیند میں کوتاہی نہ ہے کوتاہی تو جاگتے میں ہے تم میں سے کوئی اگر نماز بھول جائے یا سویا رہے تو جب یاد آئے پڑھ لے۔''[1]

حضرت انس سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو نماز کو بھول جائے وہ اسے پڑھ لے جب یاد آئے اس کے لیے اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہ ہے۔[2]

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نبی ﷺ کے ہمراہ رات کو چلتے رہے جب رات کا آخر ہوا ہم نے پڑاؤ ڈالا ہم بیدار نہ ہو سکے حتیٰ کہ سورج کی گرمی نے ہمیں بیدار کیا۔ ہمارے ساتھ خوف سے وضوء کے لیے اٹھے۔فرماتے ہیں نبی ﷺ نے انہیں ٹھہر جانے کا حکم فرمایا پھر ہم نے سواریاں چلائیں اور چل دیئے حتیٰ کہ جب سورج چڑھ گیا آپ نے وضوء کیا پھر بلال کو حکم فرمایا انہوں نے اذان دی پھر فجر سے قبل دو رکعت نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو ہم نے نماز پڑھی۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم اسے کل اس کے وقت میں دہرا نہ لیں؟ فرمایا کیا تمہارا رب تبارک وتعالیٰ تمہیں سود سے منع کرتا ہے اور خود اسے تم سے قبول کرے گا۔[3]

---

[1] جامع ترمذی حدیث نمبر:(۱۷۸)

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر:(۵۹۷)

[3] صحیح بخاری حدیث نمبر:(۵۹۵)

وہ اوقات جن میں نماز منع ہے:

نماز صبح کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو کسی بھی نماز کی ممانعت آئی ہے' نیز جب وہ طلوع ہو رہا ہو حتیٰ کہ ایک نیزے کے بقدر اوپر اٹھ جائے اور جب وہ برابر[1] ہو جائے۔ حتیٰ کہ غروب کی طرف مائل ہو جائے۔ اور نماز عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے لہٰذا حضرت ابو سعید سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا عصر کی نماز کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔[2]

حضرت عمرو بن عبسة سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! ''مجھے نماز کے متعلق خبر دیجئے؟ فرمایا ''تو صبح کی نماز پڑھ پھر نماز سے رک جا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔[3] اور بلند ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ بے شک نماز گواہی دے گی اور وہ حاضر کی گئی ہے حتیٰ کہ سایہ نیز کے ساتھ برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جا۔[4] اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔[5]

جب سایہ آ جائے تو نماز پڑھ بے شک نماز گواہی دی گئی اور حاضر کی گئی ہے حتیٰ

---

[1] اس سے زوال سے قبل کا وقت مراد ہے۔ مترجم۔ [2] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۵۸۶)

[3] اقصر کا مطلب رک جا۔ شیطان دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اس کے متعلق نووی فرماتے ہیں وہ اس وقت اپنا سر سورج کی طرف جھکا دیتا ہے تاکہ جو کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں وہ ظاہر صورت میں شیطان کو سجدہ کرنے والے ہو جائیں۔ اس وقت اس کو اور اس کے گروہ کو واضح غلبہ اور اختیار مل جاتا ہے کہ وہ نمازیوں پر ان کی نماز خلط ملط کر دیں تو اس وقت نماز کو محفوظ کرنے کے لیے نماز مکروہ کر دی گئی جیسا کہ ان جگہوں میں مکروہ کی گئی ہے جو شیطانوں کے ٹھکانے ہیں۔ ''مشھودة' محضورة'' کا مطلب ہے کہ اس پر فرشتے گواہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ یستقل الظل بالرمح اس سے مراد یہ ہے کہ نیز کے پہلو میں سایہ ہو جائے تو اس میں سے زمین پر کچھ نہ رہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج برابر ہو جائے۔

[4] فان اور ایک روایت فانه ہے۔ [5] تسجر جہنم کا مطلب ہے کہ جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔

کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے۔ پھر نماز سے رک جا حتی کہ سورج غروب ہو جائے بے شک وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں۔[1]

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم ان میں نماز پڑھیں اور اپنے مردوں کو دفن کریں۔[2] جب سورج چمکتے ہوئے طلوع ہو رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے اور جب وہ دوپہر کے وقت اوپر کھڑا ہو (حتی کہ زوال ہو جائے مترجم) اور جب وہ غروب کی طرف مائل ہو حتی کہ غروب ہو جائے۔ (اسے بخاری کے سوا سب نے روایت کیا ہے)۔

صبح اور عصر کے بعد نماز کے متعلق فقہاء کی رائے:

جمہور علماء کی رائے کے مطابق صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد فوت شدہ نمازوں کی قضاء جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو نماز کو بھول گیا وہ اسے پڑھ لے جب اسے یاد آ جائے۔[3] رہی نفل نماز تو اسے درج ذیل صحابہ نے مکروہ سمجھا ہے حضرت علیؓ ابن مسعودؓ زید بن ثابت' ابو ہریرۃ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم جبکہ حضرت عمر عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر صحابہ کی موجودگی میں مارا کرتے تھے اور کوئی اعتراض نہ کرتا تھا حضرت خالد بن ولید بھی ایسا کرتے تھے۔ تابعین میں سے حضرت حسن (بصری) سعید بن مسیّب ہے اور ائمہ مذاہب میں سے ابوحنیفہ اور مالک نے اسے مکروہ کہا ہے۔ جبکہ امام شافعی کا خیال ہے کہ جس نماز کا کوئی سبب ہو وہ جائز

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر: (۱۷۳-۱۷۴)

[2] ان اوقات میں دفن کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ جان بوجھ کر ان اوقات میں تاخیر کر کے دفن کرتا اور اگر ان اوقات میں دفن جان بوجھ کر نہ ہو تو مکروہ نہ ہوگا۔ (۵) بازغۃ یعنی ظاہر ہو کر تضیف کا مطلب مائل ہو جائے۔ بازغۃ یعنی ظاہر ہو کر تضیف کا مطلب مائل ہو جائے۔

[3] صحیح مسلم حدیث نمبر (۳۱۱)۔

ہو گی[1] جیسے تحیۃ المسجد اور ان دو اوقات میں وضوء کی سنتیں ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ظہر کی سنتیں عصر کے بعد پڑھنے سے دلیل لی ہے۔ حنبلیوں کا مذہب یہ ہے کہ ان دو وقتوں میں نفل نماز حرام ہے گو وہ کسی سبب سے ہو ماسوائے طواف کی دو رکعتوں کے۔ کیونکہ حضرت جبیرؓ بن مطعم کی حدیث ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف! تم کسی کو نہ روکو کہ وہ اس گھر کا طواف کرے اور جس وقت بھی چاہے نماز پڑھے دن ہو یا رات۔[2]

سورج کے طلوع، غروب اور برابر ہوتے وقت نماز کے متعلق ان کی رائے:

حنفیوں کی رائے کے مطابق ان اوقات میں مطلقاً نماز درست نہ ہو گی۔ وہ فرض ہو واجب ہو یا نفل۔ وہ قضاء ہو یا ادا ہو۔ انہوں نے اسی دن کی عصر اور نماز جنازہ کو مستثنیٰ کہا ہے۔ یعنی جنازہ ان اوقات میں سے جس وقت بھی آ جائے تو بلا کراھت اس پر نماز پڑھ دی جائے گی۔ ایسے ہی سجدہ تلاوت بھی کہ جب کوئی سجدہ والی آیت ان اوقات میں سے کسی وقت بھی پڑھ دی جائے۔ امام ابو یوسف نے بروز جمعہ سورج کے استواء کے وقت نفل کو مستثنیٰ کیا ہے۔ شافعیہ کی رائے میں ان اوقات میں وہ نفل مکروہ ہیں جن کا کوئی سبب نہ ہو۔

۲۳- رہے مطلق فرض، وہ نفل جن کا کوئی سبب ہو بروز جمعہ سورج کے استواء کے وقت نفل اور حرم مکی میں نفل تو یہ سب مباح ہیں ان میں کوئی کراہت نہ ہو۔ مالکیوں کی رائے میں طلوع اور غروب کے وقت نوافل کی حرمت ہے گو ان کا سبب بھی ہو، نیز نذر مانے ہوئے، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی، ہاں اگر تاخیر کرنے سے مردے کی

---

[1] یہ مذہب حق کے زیادہ قریب ہے۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۱۸۹۴)۔

حالت بدل جانے کا اندیشہ ہو تو نماز جنازہ جائز ہو گی۔ انہوں نے ان دونوں وقتوں میں فرائض عینیہ کو مباح بتلایا ہے اداء بھی اور قضاء بھی جیسا کہ انہوں نے سورج کے استواء کے وقت نماز کو مطلقاً مباح کہا ہے وہ فرض ہو یا نفل الباجی شرح مؤطا میں تحریر فرماتے ہیں المبسوط میں ابن وھب سے مروی ہے: امام مالک سے نصف النہار کے وقت نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت نماز پڑھتے ہیں۔ بعض احادیث میں اس متعلق نہی آئی ہے لیکن میں اس سے اس لیے نہیں روکتا کہ میں نے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا ہے لیکن مجھے یہ پسند نہ ہے کیونکہ اس سے متعلق نہی ہے۔

رہے حنبلی: تو ان کا مذہب یہ ہے کہ ان تین وقتوں میں نفل تو بالکل نہیں ہوتے ان کا کوئی سبب ہو یا نہ ہو وہ مکہ میں ہو یا دیگر جگہ وضو جمعہ کے روز ہوں یا اور دن میں ماسوائے بروز جمعہ تحیۃ المسجد کے انہوں نے اسے بلا کراہت جائز کہا ہے وقت استواء میں بھی اور خطبہ کے دوران بھی۔ ان کے نزدیک ان اوقات میں نماز جنازہ حرام ہو گی الا یہ کہ میت کی حالت بدل جانے کا اندیشہ ہو تو بلا کراہت جائز ہو گی۔ انہوں نے ان تین اوقات میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعت کو مباح کہا ہے۔ گو کہ وہ نفل ہوں۔[1]

طلوع فجر کے بعد اور نماز صبح سے قبل نفل:

حضرت یسار مولیٰ ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابن عمرؓ نے طلوع فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے جبکہ ہم اس وقت میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرمایا تم میں سے حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے کہ صبح کے بعد سوائے دو رکعت کے کوئی نماز نہیں۔ احمدؒ ابوداؤد) یہ حدیث گو کہ ضعیف ہے لیکن کئی طرق ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں لہذا

---

[1] ہر ایک کی قوتِ دلیل کے لیے ہم نے یہاں ائمہ کی آراء کو ذکر کیا ہے۔

یہ اس مسئلہ پر قابل حجت ہو جاتی ہے کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی دوسنتوں کے علاوہ نفل پڑھنا مکروہ ہے یہ بات شوکانی نے نقل کیا ہے۔

حضرت حسنؒ (بصری) شافعیؒ اور ابن حزمؒ کا مذہب بلا کراہت نفل پڑھنے کا جواز ہے۔ امام مالک نے جواز اسی شخص تک محدود رکھا ہے جس کی رات کی نماز کسی عذر سے رہ گئی ہو۔ انہوں نے ذکر کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباس' قاسمؒ بن محمد اور عبداللہ بن عامرؓ بن ربیعہ نے فجر (کے طلوع) کے بعد وتر پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا صبح کی جماعت کھڑی ہو جائے اور میں وتر پڑھ رہا ہوں تو میں حرج نہیں سمجھتا۔ حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضرت عبادۃ بن صامت ایک قوم کی امامت کرواتے تھے۔ ایک روز صبح کے لیے آئے مؤذن نے نماز صبح کے لیے اقامت کہی تو اسے حضرت عبادۃ نے چپ کرا دیا حتی کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس سو گئے پھر بیدار ہوئے تو اپنے خادم کو فرمایا دیکھو لوگوں نے کیا کیا ہے ان دنوں آپ کی نظر جاتی رہی تھی (یعنی نابینا ہو گئے تھے)۔ خادم گیا پھر واپس آیا تو کہا۔ لوگ صبح کی نماز پڑھ کر چلے گئے۔ حضرت ابن عباس اٹھے آپ نے وتر پڑھے پھر صبح کی نماز پڑھی۔

اقامت کے دوران نفل:

جب نماز کھڑی کر دی جائے تو نفل میں مشغول ہونا مکروہ ہے لہٰذا حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے:

''سوائے اس نماز کے جو کھڑی کر دی جائے۔'' (احمد' مسلم' اصحاب سنن)

حضرت عبداللہ بن سرجس سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ نماز غداۃ[1] میں تھے اس نے مسجد کے کونے میں دو رکعت نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا۔ فرمایا اے فلاں! تو نے دونوں میں سے کون سی نماز شمار کی ہے جو تو نے اکیلے نماز پڑھی تھی یا جو تو نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔؟[2]

رسول اللہ ﷺ نے جو اس پر رد کیا پھر اسے پڑھی ہوئی نماز دہرانے کا حکم بھی نہیں دیا یہ نماز صحیح ہو جانے کی دلیل ہے گو کہ یہ مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ پڑھ رہا تھا جبکہ مؤذن اقامت کہنے لگ گیا تو مجھے نبی ﷺ نے کھینچا اور فرمایا'' کیا تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھے گا؟[3] اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی دو رکعتیں اس وقت پڑھ رہا تھا جب مؤذن اذان (یعنی اقامت) کہنے لگ گیا تو آپ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

''یہ اس سے پہلے کیوں نہ ہوا؟''۔ (طبرانی)

عراقی فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے۔

۞۞۞

---

۱ نماز غداۃ سے مراد صبح کی نماز ہے۔

۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۱۲۶۵)۔

۳ صحیح بخاری حدیث نمبر: (۶۶۳)۔

آذان

۱- آذان:

یہ نماز کے وقت مخصوص الفاظ کے ساتھ اعلان کا نام ہے۔ اس کے نتیجہ میں جماعت کی طرف بلایا جاتا ہے اور شعائر اسلام کا اظہار بھی ہے۔ یہ واجب یا مندوب ہے۔ قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں آذان اپنے تھوڑے الفاظ کے باوجود مسائل عقیدہ پر مشتمل ہے کیونکہ اس کی ابتداء اکبریت (اللہ اکبر) سے ہے جو کہ اپنے اندر اللہ کا وجود اور اس کا کمال رکھتی ہے۔ پھر اس کے بعد توحید کا بیان اور شرک کی نفی ہے۔ پھر محمد ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے۔ رسالت کی شہادت کے بعد ایک مخصوص فرمانبرداری کی دعوت ہے کیونکہ ایسی بات رسول کی طرف سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ پھر فلاح کی دعوت ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اس میں مر کے اٹھنے کی طرف اشارہ بھی ہے۔ پھر جو کچھ دوبارہ آتا ہے وہ تاکید کے طور پر ہے۔

۲- اس کی فضیلت:

آذان اور مؤذین کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے چند ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر لوگ جان لیں کہ آذان میں اور صف اول میں کیا ثواب ہے۔[1]

---

[1] یعنی اگر انہیں آذان اور صف اول کی فضیلت اور عظیم ثواب کا علم ہو جائے تو وہ اپنے درمیان قرعہ

پھر انہیں اس پر قرعہ ڈالنے کے سوا کوئی راہ نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ ڈالیں گے۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ ظہر کو جلدی آنے میں کیا ثواب ہے تو وہ ضروری جلدی آئیں الگ انہیں معلوم ہو کہ عشاء اور صبح میں کیا ثواب ہے تو وہ ضرور آئیں گو گھسیٹ کر ہی۔[1]

۲- حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''آذان دینے والوں کی گردنیں روز قیامت لوگوں میں سب سے لمبی ہونگی۔[2]

۳- حضرت براءؓ بن عازت سے نبی ﷺ نے فرمایا:

''اگلی صف والوں پر اللہ رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ مؤذن کے لیے اس کی آواز کی حد تک بخشش عطا کی جاتی ہے جو بھی رطب و یابس اس کی آواز سنے وہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے ساتھ جس نے نماز پڑھی اسے بھی اس کا اجر ملے گا۔[3]

۴- حضرت ابو درداءؓ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو کوئی تین آدمی آذان نہ دیتے ہوں اور نہ ان میں نماز قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر ضرور غلبہ پالیتا ہے۔'' (احمد)

سے فیصلہ کریں گے کیونکہ اس کا شوق رکھنے والے بہت ہونگے۔ تھجیر کا مطلب نماز ظہر کے لیے جلدی آنا ہے۔ عتمہ نماز عشاء ہے۔ ''حبوا'' صبا الصبی سے ہے جب بچہ چاروں پر چلنے لگے۔

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر: (٦١٥)

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: (٧٢٥)

[3] صحیح ابوداؤد حدیث نمبر: (٢٢٨)

۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔ اے اللہ اماموں کو ہدایت دے اور موذنین کو بخش دے۔''

٦- اور حضرت عقبہ بن عامرؓ سے فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''تیرا پروردگار عزوجل بکریوں کے اس چرواہے پر خوش ہوتا ہے جو کسی پہاڑ کی[1] چوٹی پر ہو وہ نماز کے لیے آذان دے اور نماز پڑھے۔ تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو آذان کہتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے یہ مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور اسے جنت کا داخلہ دے دیا۔''[2]

٣- اس کی مشروعیت کا سبب:

ہجرت کے پہلے سال آذان مشروع ہوئی اس کی مشروعیت کا سبب درج ذیل احادیث بیان کرتی ہیں:

١- حضرت نافع سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مسلمان اکھٹے ہوتے اور نماز کے لیے وقت کا اندازہ رکھتے تھے[3] اس کے لیے کوئی نداء نہ کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے بات چیت کی کسی نے کہا عیسائیوں کے ناقوس کی طرح ناقوس[4] رکھ لو۔ کسی نے کہا نہیں! تم یہودیوں کے سینگ کی طرح سینگ لے لو۔ حضرت عمر نے کہا کیا تم کسی شخص کو مقرر نہیں کرتے کہ وہ نماز کے لیے آذان کہے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا:

''اے بلال! اٹھو تم نماز کے لیے اذان کہو۔''[5]

---

١ شطبة: پہاڑ سے جڑا ہوا الگ نظر آنے والا ٹکڑا ہے۔

٢ سنن نسائی حدیث نمبر: (٦٦٧)۔

٣ یتحینون: کا مطلب ہے کہ وہ اس کے وقتوں کا اندازہ لگاتے تا کہ اس کے لیے آئیں۔

٤ عیسائیوں کا گھنٹہ جو وہ عبادت کے لیے بجایا کرتے تھے۔ از مترجم۔

۵ سنن نسائی حدیث نمبر: (٦٢٧)

۲۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس کا حکم دے دیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کے لیے وہ بجایا جائے ایک روایت میں ہے آپ ناپسند کر رہے تھے کیونکہ یہ عیسائیوں کے موافق تھا۔ میں سو رہا تھا کہ ایک شخص نے میرے گرد چکر لگایا وہ اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا میں نے اسے کہا اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا ہم اس کے ساتھ نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ اس نے کہا تم یوں کہو: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ پھر پیچھے ہٹا کچھ دور نہ گیا تھا کہنے لگا جب نماز کھڑی کی جائے تو تم یوں اقامت کہو۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ جب صبح ہوئی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا جو کچھ میں نے دیکھا تھا آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ یہ خواب سچ ہے تم بلال کے پاس کھڑے ہو جاؤ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بتا دو وہ یہ اذان دے گا کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند ہے[1] فرماتے ہیں میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوا میں انہیں یہ بتانے لگا وہ اس کے ساتھ اذان دینے لگے۔ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے سنا جبکہ وہ اپنے گھر میں تھے اپنی چادر کھینچتے ہوئے آئے کہنے لگے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے آپ نے وہی کچھ دیکھا ہے جس

---

[1] اندی منک صوتا کا مطلب ہے کہ اس کی آواز تجھ سے اچھی اور بلند ہے۔ اس سے مسئلہ نکلتا ہے کہ مؤذن کا اچھی اور بلند آواز والا ہونا مستحب ہے۔ حضرت ابومحذورۃ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو ان کی آواز اچھی لگی تو آپؐ نے ان کو اذان سکھا دی۔ (ابن خزیمہ)۔

طرح میں نے دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تعریف ہے۔[1]

۴- اس کی کیفیت:

اذان کے تین طریقے روایات میں آئے ہیں جو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

اول:

پہلی تکبیر چار مرتبہ باقی اذان دو دو مرتبہ بغیر دہرانے کے ماسوائے آخری کلمہ کے لہذا اس کے کلمات کی تعداد پندرہ (۱۵) ہو جائے گی جیسا کہ حضرت عبداللہؓ بن زید کی گزشتہ حدیث میں ہے۔

ثانی:

تکبیر چار مرتبہ اور شہادتوں میں سے ہر ایک کو دہرانا ہے مطلب یہ کہ مؤذن کہے گا اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ یہ ذرا آہستہ آواز کے ساتھ پھر انہی کو آواز بلند[2] دہرائے گا۔ لہذا حضرت ابو محذورہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں انیس (۱۹) کلمات کی اذان سکھائی۔[3]

ثالث:

تکبیر دو مرتبہ لیکن شہادتین کو دہرانا ہے تو اذان کے کلمات کی تعداد سترہ ہوگی۔ جیسا کہ مسلم نے حضرت ابو مخدورہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بایں الفاظ اذان سکھائی:

الله اكبر الله اكبر، اشهدان لا اله الا الله اشهدان لا اله الا الله۔

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۴۹۹)

[2] کتاب کے دونوں نسخوں میں محض آواز کا ذکر ہے لیکن با آواز بلند زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ازمترجم۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۰۰)۔

دو مرتبہ اور اشھد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ۔ حی علی الصلاۃ دو مرتبہ ۔ حی علی الفلاح دو مرتبہ۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔[۱]

۵- تثویب:

مؤذن کے لیے تثویب مشروع ہے یعنی وہ صبح کی اذان میں حیعلتین[۲] کے بعد الصلاۃ خیر من النوم کہتے حضرت ابومحذورۃ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجیے؟ آپ نے انہیں اذان سکھائی اور فرمایا جب صبح کی نماز ہو تو تم کہو اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ اللّٰہَ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ. (احمد' ابوداؤد) صبح کے علاوہ یہ مشروع نہ ہے۔[۳]

۶- اقامت کی کیفیت:

اقامت کے تین طریقے روایات میں آئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اول:

پہلی تکبیر چار مرتبہ اس کے ساتھ تمام کلمات دو دو مرتبہ سوائے آخری کلمہ کے کیونکہ حضرت ابومحذورہؓ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے انہیں اقامت سترہ (۱۷) کلمات کی سکھائی یعنی اللہ اکبر چار مرتبہ اَشْھَدَانْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہدو مرتبہ۔ اَشْھَدَاَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلَ اللّٰہ دو مرتبہ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو مرتبہ۔ قد قامت الصلاۃ (۱) اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ۔[۴]

ثانی:

پہلی تکبیر دو مرتبہ اور آخری بھی اور قد قامت الصلوٰۃ۔ باقی تمام کلمات ایک

---

۱ صحیح مسلم۔ (۳۷۹/۶)۔

۲ یہ لفظ آگے بھی آ رہا ہے یہ تثنیہ ہے اور اس سے مراد حی علی الصلوٰۃ اور حی الفلاح دونوں ہیں۔ از مترجم۔

۳ سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۴۰۴)۔

۴ سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۰۳)۔

مرتبہ لہذا اس کی تعداد گیارہ کلمات ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن زید کی گزشتہ حدیث میں ہے پھر جب تم اقامت کہو تو یوں کہو "اَللّٰہ اَکْبَرَ اللّٰہ اَکْبَر اَشْھَدُاَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ . اشھدان محمد رسول اللہ. حی علی الصلاۃ . حی علی الفلاح. قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلوٰۃ. اَللّٰہ اَکْبَر، اللّٰہ اَکْبَرُ، اللّٰہ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔[1]

ثالث:

اس کا طریقہ پچھلے جیسا ہے سوائے قد قامت الصلاۃ والے الفاظ کے یہاں یہ دو مرتبہ نہیں بلکہ ایک مرتبہ کہا جائے گا۔ لہٰذا اس کی تعداد تیرہ کلمات ہو جائے گی۔ اس طریقہ کو امام مالک نے اپنایا ہے کیونکہ یہ اہل مدینہ کا عمل ہے۔ لیکن امام ابن القیم فرماتے ہیں قد قامت الصلوٰۃ کو ایک مرتبہ کہنا رسول اللہ ﷺ سے بالکل ثابت نہ ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں یہ بہر صورت دو مرتبہ ہو گا۔

۷- ذکر بوقت اذان:

جو شخص اذان سن رہا ہو اس کے لیے درج ذیل ذکر کی پابندی مستحب ہے:

۱- جو کچھ مؤذن کہتا ہے سوائے حیعلتین کے وہی کچھ کہتا جائے حیعلتین کے بعد وہ لا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے گا۔ لہٰذا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم اذان سنو تو کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔[2]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پھر کہے گا اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو وہ کہے اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. پھر کہے گا اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدُ رَّسُوْلَ اللّٰہِ تو وہ کہے اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدُ رَّسُوْلَ اللّٰہِ. پھر کہے گا حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃِ تو وہ کہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث نمبر: (۵۱۰)

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۲۲)

باللہ. پھر کہے گا حی علی الفلاح ۔تو وہ کہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر کہے گا اللہ اکبر اکبرتو کہے گا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پھر کہے گا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ تو وہ بھی دل کے یقین سے کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ وہ جنت میں داخل ہوگا۔[1]

نووی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا پیچھے پیچھے کہنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ سوائے حیعلتین کے وہ مؤذن کی طرح کہے یہ بات اس کے اس پر راضی ہونے اور اس کی موافقت کی دلیل ہوگی ۔ رہا حیعلۃ تو یہ نماز کے لیے بلانا ہے جو مؤذن کے علاوہ کسی کے لیے مناسب نہ ہے لہٰذا پیچھے پیچھے کہنے والے کے لیے اور ذکر مستحب رکھا گیا وہ ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کیونکہ اس میں معاملہ کو صرف اللہ کے سپرد کرنا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں ہر سننے والے کے لیے مؤذن کی پیروی ضروری ہے وہ پاک ہو یا بے وضو' جنبی ہو یا حائضہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ کیونکہ یہ ذکر ہے اور یہ سب اہل ذکر ہیں۔ ہاں اس سے نماز پڑھنے والا مستثنیٰ ہوگا نیز جو بیت الخلاء میں ہو یا جماع کی حالت میں ہو۔ جب وہ بیت الخلا سے فارغ ہوگا وہ اس کے ساتھ ساتھ کہے گا۔

۳- جب آدمی مؤذن کی آواز سنے جبکہ وہ قرأت' درس' ذکر یا اس طرح کے کام میں مصروف ہوتو وہ اسے بند کر دے گا اور مؤذن کے ساتھ ساتھ وہ الفاظ کہے گا پھر اگر چاہے تو دوبارہ اپنے کام پر لگ جائے۔ اور اگر چاہے تو فرض یا نفل نماز شروع کر دے۔ امام شافعی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ نہ کہے گا بلکہ جب اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو پھر کہے گا۔ المغنی میں ہے آدمی مسجد میں داخل ہوا اس نے مؤذن کی اذان کو سنا اس کے لیے انتظار مستحب ہے تا کہ وہ فارغ ہو جائے پھر کہے جیسے وہ کہتا ہے تا کہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔ اگر اس نے اس کے کہنے

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۲۷)۔

کی طرح نہ کہا اور نماز شروع کر دی تو کوئی حرج نہ ہے اس پر امام احمد کی نص ہے۔

۲- آدمی آذان کے بعد کسی ایک لفظ سے مروی انداز میں نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر آپؐ کے لیے اللہ سے وسیلہ مانگے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم مؤذن کی اذان سنو تو کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو ہی ملے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا تو جس نے میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔[1] حضرت جابرؓ سے نبی ﷺ نے فرمایا ''جس نے اذان سنتے وقت کہا ''اے اللہ اس دعوت کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اس کے لیے روز قیامت میری شفاعت حلال ہو گی۔[2]

۸- اذان کے بعد دعا:

اذان و اقامت کے مابین جو وقت ہے اس میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے لہذا اس میں بکثرت دعا مستحب ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔[3] اس میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا تم اللہ سے معافی اور دنیا و آخرت کی عافیت کا سوال کرو۔'' حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! مؤذنین ہم سے فضیلت پاتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم (۳۸۴/۱۱) اور سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۲۳)۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۱۴)۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۲۱)۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم کہو جیسے وہ کہتے ہیں پھر تم مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا''[1]

حضرت سہل بن سعدؓ سے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں ایک دعا آذان کے وقت اور دعا جنگ کے وقت جب لوگ ایک دوسرے کو مار رہے ہوں۔[2] حضرت ام سلمہؓ سے فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے آذان مغرب کے وقت کی دعا سکھائی: ''اے اللہ یہ تیری رات کے آنے' تیرے دن کے جانے اور تجھے پکارنے والوں کی آوازوں کا وقت ہے تو تو مجھے بخش دے۔''[3]

۹- ذکر بوقت اقامت:

جو اقامت سنے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ کہے جو کچھ اقامت والا کہہ رہا ہے ماسوائے قد قامت الصلاۃ کے یہاں پر اَقَامَهَا اللّٰهُ اَدَامَهَا کہنا مستحب ہے۔ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ اقامت کہنے لگے جب قد قامت الصلاۃ کہا۔ نبی ﷺ نے اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا فرمایا: اور حیعلتین کے وقت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا ہے۔[4]

۱۰- مؤذن کے لیے کیا کچھ مناسب ہے:

درج ذیل صفات سے مؤذن کا متصف ہونا مستحب ہے۔

۱- کہ وہ اپنی اذان سے اللہ کی رضا کا طالب ہو۔ وہ اس پر اجرت نہ لے۔ لہٰذا حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے؟[5] فرمایا تو ان کا امام ہے۔ ان میں سے کمزور

---

[1] سنن ابوداوٗد حدیث نمبر: (۵۲۴)۔ [2] سنن ابوداوٗد حدیث نمبر: (۲۵۴۰)

[3] سنن ابوداوٗد حدیث نمبر: (۵۲۸)۔ [4] سنن ابوداوٗد حدیث نمبر (۵۳۰)

[5] اس حدیث میں امامت مانگ لینے کا جواز ہے۔

کی پیروی کرے[1] اور ایسا مؤذن رکھ جو اپنی آذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔[2] لیکن ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے آخری بات مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ میں ایسا مؤذن رکھوں جو اپنی آذان پر اجرت نہ لیتا ہو" ترمذی اس روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اکثر اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے انہوں نے آذان پر اجرت لینا مکروہ بتایا ہے اور مؤذن کے لیے یہ مستحب سمجھا ہے کہ وہ اپنی آذان میں ثواب کی امید رکھے۔

۲- وہ حدث اکبر اور اصغر سے پاک ہو۔ کیونکہ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے ان سے فرمایا "مجھے کسی چیز نے نہ روکا کہ میں اس کا جواب دوں[3] سوائے اس کے کہ میں نے اللہ کا ذکر بغیر طہارت کے ناپسند کیا۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے)۔ اگر کوئی بغیر طہارت کے اذان کہہ دے تو شافعیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جبکہ امام احمد اور حنیفہ کا مذہب عدم کراہت ہے۔

۳- وہ قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو۔

ابن المنذرؒ فرماتے ہیں: اس بات پر اجماع ہے کہ کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے کیونکہ سنانے کے لیے یہ مفید تر ہے۔ نیز یہ بھی سنت ہے کہ اذان کے وقت منہ قبلہ کی طرف کیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذنین قبلہ رخ ہو کر اذان کہا کرتے تھے۔ اگر قبلہ رخ ہونے میں دشواری ہو تو اس کے لیے مکروہ ہے لیکن اذان صحیح ہو گی۔

۴- وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتے ہوئے اپنے سر' گردن اور سینے

---

[1] کمزور کی پیروی کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہلکی نماز پڑھائے جیسے کمزور ترین آدمی کی ہوتی ہے۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۳۱) اور سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: (۹۸۷)

[3] میں اس کا جواب دوں کا مطلب ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

کو دائیں موڑے اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے ہوئے بائیں۔ نووی اس کیفیت کے متعلق فرماتے ہیں یہ سب سے صحیح کیفیت ہے۔ ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی تو میں ان کے منہ کو دیکھنے لگا اس طرف اور اس طرف یعنی دائیں اور بائیں حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت[1]

رہا مؤذن کا گھومنا: تو بیہقی فرماتے ہیں یہ صحیح احادیث میں مروی نہ ہے۔ المغنی میں امام احمد سے مروی ہے "وہ نہ گھومے گا الا یہ کہ مینار پر ہوتا کہ دونوں طرف والوں کو سنا دے۔"

۵- اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کرے گا۔ حضرت بلال فرماتے ہیں: میں نے اپنی دو انگلیاں کانوں میں داخل کیں پھر میں نے اذان کہی۔ (ابوداؤد، ابن حبان)۔ ترمذی فرماتے ہیں اہل علم نے مستحب سمجھا ہ کہ مؤذن اذان میں اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کرے۔

٦- وہ اذان بآواز بلند کہے گا گو کہ وہ صحراء میں تنہا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابو صعصعہؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگلوں کو پسند کرتے ہو جب تو اپنی بکریوں یا جنگل میں ہوتو آذان کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کر۔ مؤذن کی آواز کو جو بھی سنے جن انسان اور کوئی دیگر چیز وہ اس کے لیے ضرور روزِ قیامت گواہی دے گا۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔[2]

۷- آذان میں آہستگی رکھے۔ یعنی رک رک کر۔ اور ہر دو کلموں کے درمیان خاموشی کے ساتھ فاصلہ کرے اقامت کو تیز کہے۔ اس بات کے مستحب ہونے پر جو

---

1. صحیح بخاری حدیث نمبر (٦٣٤) اور سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (٥٢٠)
2. صحیح بخاری حدیث نمبر: (٦٠٩)۔

روایات دلیل ہیں وہ متعدد طرق سے مروی ہیں۔

۸- دورانِ اقامت بات نہ کرے۔ رہا آذان کے دوران بات کرنا تو اسے اہل علم کی ایک جماعت نے مکروہ کہا ہے جبکہ حضرت حسنؒ قتادہؒ اور عطاءؒ نے اس میں رخصت رکھی ہے۔

ابو داؤد فرماتے ہیں: میں نے امام احمدؒ سے کہا ایک شخص اپنی آذان کے دوران بات کرسکتا ہے؟ فرمایا ہاں کہا گیا اقامت کے دوران بات کرسکتا ہے؟ فرمایا نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تیزی مستحب ہے۔

۱۱- اول وقت یا اسے سے قبل آذان:

اذان اول وقت میں ہوگی اس پر تقدیم وتاخیر نہ کی جائے۔ سوائے اذان فجر کے اس میں اول وقت پر تقدیم مشروع ہے بشرطیکہ پہلی اور دوسری اذان میں تمیز ممکن ہو سکے تا کہ اشتباہ واقع نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات (کے وقت) میں اذان دیتے ہیں تم (روزے کے لیے) کھاؤ اور پیو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔[1] اذان فجر کو وقت سے تقدیم کرنے کے جواز میں جو حکمت ہے وہ اس حدیث میں واضح ہے جسے امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کسی کو اذان بلال سحری سے نہ روکے وہ تو اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے قیام کرنے والا لوٹ آئے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ حضرت بلالؓ کی اذان میں اذان کے الفاظ کے سوا کوئی الفاظ نہ ہوتے تھے۔ طحاوی اور نسائی نے بیان کیا ہے کہ ان کی اور ابن مکتوم کی اذان میں کچھ زیادہ وقت نہ ہوتا تھا بس یہ کہ یہ چڑھتا اور وہ اترتا۔

---

[1] ابن ام مکتوم نابینا تھے۔ اس سے مسئلہ نکلا کہ جب نابینا وقت کی پہچان کر سکتے تو اس کی اذان جائز ہو گی اور ایسے ہی وہ بچہ بھی جو وقت کی تمیز کر سکے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر: (۶۱۷)۔

۱۲-اذان واقامت کے درمیان فاصلہ:

اذان واقامت کے مابین اتنے وقت کا فاصلہ مطلوب ہے جس میں نماز کے لیے تیاری اور اس میں حاضر ہونے کی گنجائش ہو کیونکہ اذان اسی لئے مشروع ہوئی ہے ورنہ تو اس کا فائدہ ختم ہو جائے گا۔ اس متعلق جو احادیث آئی وہ سب ضعیف ہیں۔ امام بخاری نے ''اذان واقامت کے مابین کتنا فاصلہ ہو کا باب منعقد کیا ہے لیکن اندازہ ثابت نہیں ہوا۔ ابن بطال فرماتے ہیں اس کی حد (متعین) نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ وقت تک پہنچ جانا اور نمازیوں کا اکٹھا ہو جانا ممکن ہو۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کا مؤذن اذان دیتا پھر کچھ مہلت دیتا اقامت نہ کہتا حتی کہ جب دیکھتا رسول اللہ ﷺ نکل آئے ہیں آپؐ کو دیکھتے ہی اقامت کہہ دیتا۔''[1]

۱۳- جو اذان کہے وہی اقامت کہے:

باتفاق علماء مؤذن اور دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مؤذن ہی اقامت کی ذمہ داری ادا کرے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اذان کہے تو مجھے پسند یہ ہے کہ اقامت بھی اس کے ذمہ ہو۔ ترمذی فرماتے ہیں اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔

۱۴-نماز کے لیے کب اٹھا جائے:

مؤطا میں امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''نماز کھڑی ہوتے وقت میں نے لوگوں کے اٹھنے کے متعلق کوئی متعین حد نہیں سنی میں اسے لوگوں کی طاقت کے حساب سے سمجھتا ہوں ان میں سے بعض بوجھل ہوتے ہیں اور بعض ہلکے۔'' ابن المنذر نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ اس وقت اٹھتے جب مؤذن قد قامت الصلاۃ کہتا۔

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۳۷)۔

۱۵- آذان کے بعد مسجد سے نکلنا:

مؤذن کی بات قبول نہ کرنے یا اذان کے بعد مسجد سے نکل جانے پر وعید آئی ہے الا یہ کہ عذر ہو یا واپس آ جانے کا پختہ عزم ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ''جب تم مسجد میں ہو نماز کے لیے اذان کہہ دی جائے تو تم میں سے کوئی مسجد سے نہ نکلے تا آنکہ نماز پڑھ لے۔ (احمد اور اس کی سند صحیح ہے) حضرت ابو الشعثاءؒ اپنے باپ سے وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ''ایک آدمی مسجد سے نکلا جب کہ مؤذن نے اذان کہہ دی تھی فرمایا اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔[1] حضرت معاذؓ جہنی سے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ''سنگ دلی پوری سنگ دلی اور کفر و نفاق ہے کہ ایک شخص اللہ کی طرف بلانے والے کو سنے کہ وہ فلاح کی طرف بلا رہا ہے لیکن وہ اس کی بات قبول نہ کرے۔ (احمد' طبرانی)۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ ایک سے زائد اصحاب نبی ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس نے اذان سنی اور (مؤذن کی) بات قبول نہ کی تو اس کی نماز نہ ہے۔'' بعض اہل علم نے کہا یہ سختی اور ڈانٹ کے طور پر ہے لیکن پھر بھی کسی کو جماعت چھوڑنے کی رخصت نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

۱۶-فوت ہو جانے والی نماز کے لیے اذان و اقامت:

جو نماز سے سویا رہے یا اسے بھول جائے تو اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ جب اس نماز کا ارادہ کرے اذان اور اقامت کہے۔ ابوداؤد کی روایت میں اس واقعہ کے متعلق مذکور ہے جس میں نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے اور بیدار نہ ہوئے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے اذان و اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اگر فوت شدہ نمازیں متعدد ہوں تو اس کے لیے مستحب

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۵۳۶)۔

ہے کہ وہ پہلی کے لیے اذان کہہ دے[1] اور اقامت بھی جبکہ دیگر ہر نماز کے لیے اقامت کہہ دے۔

اثرم فرماتے ہیں: میں نے ابوعبداللہؒ سے سنا ان سے پوچھا گیا ایک شخص نماز کی قضاء کرتا ہے وہ اذان کے متعلق کیا کرے؟ تو انہوں نے ہشیم عن ابی الزبیرؒ عن نافع بن جبیرؒ عن ابی عبیدۃ بن عبداللہؓ عن ابیہ والی حدیث ذکر کی کہ مشرکین نے خندق کے روز نبیﷺ کو چار نمازوں سے مشغول رکھا حتی کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ بھی چلا گیا۔ فرماتے ہیں آپؐ نے بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی اور آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر حکم دیا اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر حکم دیا اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر حکم دیا اقامت کہی تو عشاء کی نماز پڑھائی۔

۱۷- عورتوں کی اذان اوران کی اقامت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عورتوں پر اذان لازم نہ ہے اور نہ ہی اقامت (بیہقی بسند صحیح) یہی مذہب حضرت انسؓ، حسنؒ، ابن سیرینؒ، نخعیؒ، ثوریؒ، مالکؒ، ابوثورؒ اور اصحاب رائے کا ہے۔ امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں اگر عورتیں اذان دیں اور اقامت کہہ دیں تو حرج نہیں۔ امام احمد سے مروی ہے کہ وہ اگر ایسا کریں تو حرج نہیں اور اگر نہ کریں تو جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ اذان دیتیں، اقامت کہتیں اور عورتوں کی امامت کراتی تھیں۔ وہ ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔'' (بیہقی)۔

۱۸- مسجد میں نماز ہونے کے بعد داخل ہونا:

''المغنی'' والے فرماتے ہیں جو کسی مسجد میں داخل ہوا جہاں نماز پڑھی جا چکی ہو وہ اگر چاہے تو اذان و اقامت کہہ دے اس پر امام احمد کی نص ہے۔ جیسا کہ اثرم اور

---

[1] یعنی ایک اذان دے تاکہ لوگوں کو پریشانی نہ ہو معاملہ خلط ملط نہ ہو۔

سعید بن منصور نے حضرت انس سے روایت بیان کی ہے وہ ایک مسجد میں داخل ہوئے لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان دی اور اقامت کہی تو آپؓ نے انہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور اگر آدمی چاہے تو بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھ لے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں جب تو کسی مسجد میں جائے جہاں لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی۔ انہوں نے اذان و اقامت کہی۔ تو ان کی اذان و اقامت ہی بعد میں آنے والوں کے لیے کافی ہوگی حضرت حسنؒ، شعبیؒ اور نخعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ہاں حسنؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ پسند تھا کہ وہ اقامت کہے۔ اور اگر اذان کہے تو مستحب یہ ہے کہ آہستہ سے کہہ دے اس کو جہر نہ کرے تاکہ بے وقت اذان پر لوگ دھوکہ نہ کھائیں۔

۱۹- اقامت و نماز کے درمیان فاصلہ:

اقامت و نماز کے مابین کلام وغیرہ کا فاصلہ جائز ہے۔ اقامت دوبارہ نہ کہی جائے گی گو کہ فاصلہ لمبا ہو جائے۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں نماز کی اقامت کہہ دی گئی جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے کونے میں ایک شخص سے سرگوشی کر رہے تھے آپ نماز کے لیے نہ اٹھے حتیٰ کہ لوگ سونے لگے۔[1] ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اقامت کے بعد یاد آیا کہ آپ ﷺ جنبی تھے تو آپ اپنے گھر کو لوٹ گئے غسل کیا پھر واپس آئے اپنے اصحاب کو بغیر (جدید) اقامت کے نماز پڑھائی۔

۲۰- غیر متعین مؤذن کی اذان:

متعین مؤذن کے علاوہ کسی کے لیے اذان کہنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ اجازت دے یا یہ ہے کہ وہ کہیں رہ جائے تو اس اندیشہ سے اذان کہہ دی جائے کہ اذان کا وقت فوت نہ ہو جائے۔

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر: (٦٤٢)۔

۲۱-اذان میں جو اضافہ کیا جائے اور جو چیز اس میں سے نہ ہو:

اذان ایک عبادت ہے اور عبادات کا دارو مدار اتباع پر ہوتا ہے لہٰذا ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اپنے دین میں کسی چیز کو بڑھائیں یا اس سے کچھ کم کریں۔ صحیح حدیث میں ہے:

''جس نے ہمارے اس دین میں کچھ اضافہ کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے''۔

یعنی باطل ہے۔ ہم یہاں چند ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کریں گے جو غیر شرعی ہیں لیکن بہت رواج پا گئی ہیں حتی کہ بعض لوگ انہیں دین کا حصہ تصور کرتے ہیں جبکہ ان کا دین سے کچھ بھی تعلق نہ ہے۔ ان میں سے:

۱- اذان یا اقامت کے وقت مؤذن کا اَشْهَدُاَنَّ سَیِّدُنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہ کہنا۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ منقول کلمات میں اسے بڑھایا نہ جائے جبکہ غیر منقول میں اس کا بڑھانا جائز ہے۔

۲- الشیخ اسماعیل العجلونی ''کشف الخفاء میں فرماتے ہیں کہ مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کے شہادت کی دو انگلیوں کے اندرونی طرفوں کو آنکھوں پر پھیرنا[1] ساتھ ساتھ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا (الدیلمی بروایت حضرت ابو بکر) کہ جب وہ مؤذن کے ان الفاظ کو سنتے اشھد ان محمد رسول اللہ اسی طرح کہتے اور اپنی شہادت کی انگلیوں کی اندرونی طرفوں کو چومتے اور آنکھوں پر پھیرتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے دوست کی طرح کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

''المقاصد'' یعنی مقاصد الحسنۃ والے فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہ ہے۔ اور اسی طرح

---

[1] کتاب کے دونوں نسخوں میں عبارت یونہی ہے جبکہ............

وہ بھی صحیح نہ ہے جو ابو العباس بن ابی بکر الرداد ایمانی صوفی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ'' میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں مجاہیل راوی ہیں نیز وہ منقطع بھی ہے حضرت خضر علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مؤذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے سنتے وقت یہ کہا مَرْحَبًا وَقُرَّةُ عَيْنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ ﷺ پھر وہ اپنے انگوٹھوں کو چومے اور انہیں اپنی آنکھوں پر لگائے وہ نابینا نہ ہوگا اور اسی کبھی آشوب چشم / آنکھوں کی بیماری نہ لگے گی وغیرہ باتیں نقل کی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ان میں سے کسی کا بھی مرفوع ہونا صحیح نہ ہے۔

۳- اذان میں ایسا ترنم / نغمہ سرائی اور لے اختیار کرنا کہ کوئی حرف یا حرکت یا مد بڑھ جائے یہ مکروہ ہے۔ اگر اس سے معنی بدل رہا ہو یا ممنوع قسم کا ابہام آ رہا ہو تو حرام ہے۔ حضرت یحییٰ البکاءؒ سے مروی ہے: فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا وہ ایک آدمی کو کہہ رہے تھے میں تجھ سے اللہ کے لیے ناراضگی رکھتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ اپنی اذان میں ترنم رکھتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے۔

۴- فجر سے قبل تسبیح (خوانی) حنبلیوں کی کتب میں سے الاقناع اور اس کی شرح میں ہے کہ فجر سے پہلے اذان کے علاوہ جو تسبیح' نعت[۱] بآواز بلند اس میں اذان سے قبل الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بھی شامل ہے جو کہ درست نہیں دعا وغیرہ اذان کی جگہوں پر[۲] پڑھی جاتی ہیں یہ سنت نہ ہیں اور نہ ہی کسی عالم نے انہیں

---

۱ اصل کتاب میں لفظ نشید ہے جس کا مطلب ترانہ اور گانا ہے گو کہ اب بعض مساجد میں یہ بھی پڑھے جانے لگے ہیں یا ان کے طرز پر حمد و نعت ہوتی ہے لیکن پھر بھی ہم نے ''نعت'' کا لفظ لکھ کر ترجمہ کچھ ''مہذب'' کر دیا ہے کیونکہ دوسرا لفظ بعض طبیعتوں پر گراں گزر سکتا تھا از مترجم۔

۲ پہلے زمانوں میں اذان دینے کی جگہیں مساجد کے مینار وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ اب ان کی جگہ لاؤڈ سپیکروں نے لے لی ہے۔ لہذا جیسے ان زمانوں میں ان جگہوں پر ان اوقات میں ان چیزوں کا پڑھنا مکروہ بتایا گیا ہے بعینہ لاؤڈ سپیکروں پر ان کا پڑھنا بھی مکروہ ہوگا اور اگر غور کیا جائے تو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ سے ایسے اعمال پر پریشانیاں بہت زیادہ ہیں۔ از مترجم۔

مستحب کہا ہے۔ بلکہ یہ مکروہ بدعات میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ کے عہد (مبارک) میں یہ چیزیں نہ تھیں اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب کے عہد میں۔ ان کے عہد میں ان کی بالکل کوئی دلیل نہ ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ لہٰذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کا حکم دے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے چھوڑنے والے کو برا کہے۔[1] رزق (تنخواہ) کا استحقاق اس سے نہ جواڑ جائے۔ کیونکہ یہ کام تو ایک بدعت پر اعانت ہے۔ اس کا کرنا لازم نہ ہوگا کیونکہ اس میں سنت کی مخالفت ہے گو کہ تنخواہ پر رکھنے والا اس کی شرط بھی لگا دے۔[2]

عبدالرحمٰنؒ بن الجوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں ہے۔ میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو رات کو بکثرت[3] منار پر کھڑا رہتا ہے وعظ کرتا ہے نصیحت کرتا ہے۔ بلند آواز سے قرآن کی کوئی سورت پڑھتا ہے۔ وہ لوگوں کی نیند خراب کرتا ہے اور جو تہجد میں قرآن پڑھ رہے ہیں ان کی قرأت خلط ملط کرتا ہے۔ یہ سب بری باتیں ہیں۔[4] فتح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جمعہ اور صبح سے پہلے جو نیا طریقہ نکل آیا ہے کہ تسبیح اور نبی ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے تو یہ اذان کا حصہ نہ ہے نہ لغتاً اور نہ شرعاً۔

۵- اذان کے بعد جہراً آواز میں پیغمبر ﷺ پر درود و سلام پڑھنا مشروع نہ ہے بلکہ یہ مکروہ بدعت ہے۔ الفتاویٰ الکبریٰ میں ابن حجر فرماتے ہیں: ہمارے مشائخ اور دیگر سے آپ ﷺ پر اس انداز میں درود و سلام پڑھنے کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا جیسے مؤذن لوگ اذان کے بعد کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ اصل

---

[1] یعنی ایسی نعتیں وغیرہ ان اوقات میں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ ان کا حکم نہیں دینا چاہئے اور ایسا نہ کرنے والوں کو برا نہ کہنا چاہئے۔ از مترجم۔

[2] یعنی اگر کسی مسجد وغیرہ کا صدر وغیرہ کسی امام وغیرہ پر ایسی شرط لگا دے۔ از مترجم۔

[3] یعنی رات کے بڑے حصے تک۔

[4] یعنی انہیں نیکی تصور کرنا تو بالکل ہی غلط ہے کیونکہ یہ بری باتیں ہیں۔

(درود پڑھنا) تو سنت ہے لیکن یہ طریقہ بدعت ہے۔ ملک مصر کے مفتی شیخ محمد عبدہ سے اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا رہی اذان تو ''الخانیۃ'' میں ہے کہ یہ غیر فرض نمازوں کے لیے نہ ہوگی اس کے پندرہ (۱۵) کلمات ہیں اور ہمارے ہاں اس کا آخری کلمۃ لا الہ الا اللہ ہے اور جو کچھ اس سے پہلے یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا ہے وہ سب نئی باتیں اور بدعتیں ہیں۔ یہ باتیں صرف ترنم اور نغمہ سرائی کے لیے گھڑ لی گئی ہیں ان کا کوئی اور مقصد نہ ہے۔ ایسی نغمہ سرائی کے جواز کا کوئی بھی قائل نہ ہے۔ نہ اس کے کہنے والے کی بات کا کچھ اعتبار ہے۔ جو کہتا ہے کہ ایسی کچھ باتیں بدعت حسنہ ہیں کیونکہ اس انداز کی جو بھی بدعت عبادات میں ہوگی وہ سیئہ ہے جو یہ دعویٰ کرے یہ چیزیں نغمہ سرائی کے لیے نہ ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

نماز کی شرطیں[1]

وہ شروط جو نماز قبل ہیں اور نمازی پر ان کی ادائیگی اس انداز میں ضروری ہے کہ اگر ان میں سے کوئی چھوڑ دی تو اس کی نماز باطل ہوگی۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

۱۔ دخولِ وقت کا علم:

اس میں غالب گمان کافی ہے جس کو وقت شروع ہو جائے کا یقین یا غالب گمان ہو اس کے لیے نماز مباح ہوگی۔ اس میں اعتماد کو اختیار کیا گیا ہو۔ امین مؤذن کی اذان ہو۔ اجتہاد شخصی ہو یا ذرائع میں سے کوئی ایسا ذریعہ جس سے علم حاصل ہو۔

۲۔ حدث اصغر اور اکبر سے پاکیزگی:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. ﴾ (سورۃ المائدہ:٦)

ترجمہ: مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) جایا کرو۔

---

[1] شرط وہ چیز ہے جس کے عدم سے عدم لازم آئے لیکن اس کے وجود سے وجود اور عدم لازم نہ آئے جیسے نماز کے لیے وضوء ہے اس کے عدم سے عدم صلاۃ لازم ہے لیکن اس کے وجود سے نماز کا وجود اور عدم لازم نہ ہے۔

اورحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بغیر پاکیزگی کے نماز قبول نہیں کرتے اور نہ ہی خیانت' غلول[۱] سے صدقہ۔''[۲]

۳- بدن' کپڑا اور جگہ:

جس میں نماز پڑھنی ہو اس کی اگر قدرت ہو تو نجاست حسی سے پاکیزگی۔ اگر اس کے ازالہ سے عاجز ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھ لے گا اور اس پر دہرانا لازم نہ ہو گا۔ رہی بدن کی طہارت تو حضرت انس کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم پیشاب سے بچو بے شک عام عذاب قبر اس سے ہے۔'' (دار قطنی اور انہوں نے اسے حسن کہا ہے)۔

اورحضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''میں ایک کثیر مذی والا شخص تھا میں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ سے سوال کرے کیونکہ آپ کی بیٹی (میرے گھر میں) تھی اس نے پوچھا تو فرمایا: تو وضوء کر اور اپنے ذکر کو دھو لے۔''[۳]

اس طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مستحاضہ کو فرمایا تو اپنے آپ سے خون کو دھو لے اور نماز پڑھ۔ رہی کپڑے کی پاکیزگی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وثيابك فطهر .﴾ (سورۃ المدثر)

ترجمہ: اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھو۔

اورحضرت جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو سنا

---

۱ غلول: تقسیم سے قبل غنیمت میں سے چوری کرنا۔

۲ مسلم (۲۰۴/۱) حدیث نمبر (۲۲۴)۔

۳ صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۳۰/۱) حدیث نمبر: (۱۳۲)۔

جس نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا میں اس کپڑے میں نماز پڑھ لوں جس میں اپنی بیوی کے پاس جاتا ہوں؟ فرمایا: ''ہاں الا یہ کہ تو اس میں کوئی چیز دیکھے تو تو اس کو دھولے۔''[۱]

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ام حبیبہؓ سے کہا:

''کیا نبی ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں جماع کرتے؟ کہنے لگے ہاں اگر اس میں گند نہ ہوتا۔''[۲]

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے: آپ ﷺ نے نماز پڑھی اپنے جوتے اتارے ہو لوگوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب سلام پھیرا فرمایا:

''تم نے کیوں اتارے؟ کہنے لگے ہم نے دیکھا آپ نے اتارے تو ہم نے اتار دیئے۔ فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ دونوں میں گندگی لگی ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی جب مسجد کو آئے وہ اپنے جوتوں کو الٹ پلٹ کر لے ان کو دیکھ لے اگر ان میں کوئی گندگی پائے تو اسے زمین کے ساتھ صاف کرے پھر ان میں نماز پڑھ لے۔''[۳]

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے اگر نمازی نماز میں داخل ہو گیا اس کو نجاست لگی ہوئی ہے اسے اس کا علم نہیں یا وہ بھولا ہوا ہے پھر اس کا دورانِ نماز علم ہو گیا اس پر اس کا ازالہ لازم ہوگا پھر اپنی نماز جاری رکھے جتنی پڑھ چکا ہے اسی پر بنیاد ہو گی اور اس پر دہرانا لازم نہ ہو گا۔ رہی اس جگہ کی پاکیزگی جہاں نماز پڑھنی ہے تو اس میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ایک دیہاتی اٹھا اس نے مسجد

---

[۱] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۵۴۲)۔

[۲] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۵۴۰)۔

[۳] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۶۵۰)۔

میں پیشاب کر دیا۔ لوگو اس کی طرف اٹھے تا کہ اسے پکڑ لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک سجل یا پانی کا ایک ذنوب[1] بہا دو۔ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تم تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔[2] کپڑے کی طہارت کی جن لوگوں نے شرط لگائی ہے ان کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد شوکانیؒ فرماتے ہیں: جو دلائل ہم نے آپ کے سامنے رکھے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے جب یہ ثابت ہو چکا تو یہ بھی جان لیں کہ یہ دلائل کپڑوں کی طہارت کے وجوب کے افادہ سے کم نہ ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے پر کچھ نجاست ہو وہ ایک واجب کا تارک ہوگا۔ رہا اس کی نماز کا باطل ہونا (جو کہ شرط صحت نہ ہونے کا خاصہ ہے) تو یہ نہیں (یعنی اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ مترجم)۔

''الروضۃ الندیۃ''[3] میں ہے۔ تین چیزوں کو پاک کرنا جمہور کا مذہب ہے۔ (۱) بدن۔ (۲) کپڑا۔ اور (۳) نماز کے لیے جگہ۔ ایک جماعت کا مذہب ہے کہ یہ صحت نماز کے شرط ہے۔ بعض دیگر کا خیال ہے کہ یہ سنت ہے جبکہ حق بات وجوب ہی ہے۔ لہٰذا: جس شخص نے کسی نجاست کے لگے لگے نماز پڑھ لی تو اس نے ایک واجب میں کوتاہی کی جبکہ اس کی نماز درست ہوگی۔

۴۔ ستر ڈھانپنا:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یَابَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ.﴾ (سورۃ الاعراف:۳۱)

ترجمہ: اے بنی آدم ہر مسجد (نماز) کے وقت اپنی زینت کو اپناؤ۔

زینت سے مراد وہ چیز ہے جو ستر کو ڈھانپ دے جبکہ مسجد سے مراد نماز ہے۔

۱۔ سجل ڈول ہے جب اس میں پانی ہو۔ اور ذنوب بڑا ڈول جو پانی سے بھرا ہو۔

۲۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۵۲۹)۔

۳۔ نواب صدیق حسن خان قنوجی کی تصنیف ہے جو کہ الدرر البھیہ کی شرح ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم پر نماز کے وقت اپنا ستر ڈھانپنا کرو۔ حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں قمیص[1] میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا ہاں اس کو بٹن لگانے گو وہ کانٹے کا ہو۔ (تاریخ بخاری وغیرہ)۔

مرد کے ستر کی حد:

بوقت نماز جس ستر کا ڈھانپنا مرد پر واجب ہے وہ اگلی اور پچھلی شرم گاہ ہے۔ ان دو کے علاوہ جو جگہیں ہیں مثلاً ران' ناف اور گھٹنے تو تعارض آثار کی وجہ سے ان میں آراء بھی مختلف ہیں۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ستر نہ ہیں جبکہ بعض کے مذہب کے مطابق یہ ستر ہیں۔

ان لوگوں کے دلائل جن کی رائے میں یہ ستر نہ ہیں:

ناف' ران اور گھٹنوں کے ستر نہ ہونے کے قائلین کا استدلال ان احادیث سے ہے:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی رات کو کھولے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے (پاس آنے کی) اجازت چاہی آپ نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حال میں رہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی آپ نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حال میں رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو آپ نے اپنا کپڑا اس پر گرا لیا۔ جب وہ اٹھ (کر چلے) گئے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے اجازت چاہی آپ نے انہیں اجازت دے دی جبکہ آپ اپنی حالت پر رہے۔ لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی آپ نے اپنے اوپر اپنا کپڑا گرا لیا؟ فرمایا اے عائشہؓ! کیا میں اس شخص

---

[1] مراد یہ ہے کہ جب جسم پر صرف ایک قمیص ہو..........

سے حیاء نہ کروں؟ اللہ کی قسم اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔[۱]

۲- حضرت انسؓ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے خیبر کے روز اپنی ران سے چادر کو ہٹایا حتی کہ میں نے آپ کے ران کی سفیدی دیکھی۔[۲]

ابن حزم فرماتے ہیں: تو صحیح ثابت ہو گیا کہ ران ستر نہ ہے۔ اگر یہ ستر ہوتی تو اللہ عزوجل نبوت و رسالت کی حالت میں اپنے پاک اور معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ران لوگوں پر نہ کھولتے نہ انس بن مالک اور نہ کسی اور کو دکھاتے اس بلند ذات نے تو ستر کھل جانے سے آپ کو بچپن کی حالت اور قبل نبوت بھی محفوظ رکھا تھا۔ لہذا صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ کعبہ (کی تعمیر) کے لیے پتھر اٹھا رہے تھے۔ آپ پر آپ کا ازار تھا آپ سے آپ کے چچا عباسؓ نے کہا: ''اے میرے بھتیجے! اگر تم پتھروں سے نیچے (بچاؤ کے لیے) اپنا ازار کھول کر کندھوں پر ڈال لو؟ کہتے ہیں آپ نے اسے کھولا اور اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ تو اس دن کے بعد آپ کو ننگا نہ دیکھا گیا۔[۳]

۳- امام مسلمؒ ''ابو العالیہ البراءؒ'' سے بیان کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن صامتؓ نے میری ران پر مارا۔ اور کہا میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سوال کیا تو انہوں نے میری ران پر مارا جیسے میں نے تمہاری ران پر مارا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا جیسے تم نے مجھ سے سوال کیا ہے تو آپؐ نے میری ران پر مارا جیسے میں نے تمہاری ران پر مارا ہے۔ اور فرمایا: ''نماز پڑھ اس کے وقت میں'' آخر حدیث تک۔

ابن حزم فرماتے ہیں اگر ران کا حصہ ستر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی اپنے مقدس

---

۱ صحیح مسلم (۱۶۸-۱۶۸/۱۵/۸)۔ ۲ صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۸۰، ۴۷۹/۱)۔

۳ صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۷۴/۱)۔

ہاتھ ابو ذر کی ران کو نہ چھوتے ۔ اگر ابو ذر کے ہاں ران ستر ہوتی تو وہ اس پر اپنا ہاتھ نہ مارتے ۔ اسی طرح عبداللہ بن صامت اور ابو العالیہ بھی ۔ کسی مسلمان کے لیے بالکل حلال نہیں کہ وہ کسی انسان کی اگلی شرم گاہ پر ہاتھ مارے کپڑوں پر بھی ۔ اور نہ پچھلی شرم گاہ پر کپڑوں پر بھی ۔ اور نہ کسی اجنبی عورت کے جسم پر کپڑوں پر بھی ۔

۴۔ پھر ابن حزمؒ نے اپنی سند سے حضرت جبیر بن الحویرثؓ سے ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی ران دیکھی جبکہ وہ کھلی ہوئی تھی ۔ اور حضرت انس بن مالکؓ قیس بن شماس کے پاس گئے جبکہ وہ اپنی رانوں سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے ۔

ان لوگوں کے دلائل جن کی رائے میں یہ ستر ہیں:

جو لوگ ان کے ستر ہونے کے قائل ہیں ان کا استدلال ان دو حدیثوں سے ہے:

۱۔ حضرت محمد بن جحشؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ معمرؓ کے پاس سے گزرے جبکہ ان کی دونوں رانیں کھلی تھیں ۔ فرمایا:

''اے معمر اپنی رانوں کو ڈھک لے ۔ بے شک رانیں ستر ہیں ۔''[۱]

۲۔ حضرت جرھدؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا جبکہ مجھ پر ایک چادر تھی اور میری ران کھلی ہوئی تھی ۔ فرمایا:

''اپنی ران کو ڈھک لے بے شک ران ستر ہے ۔''[۲]

اور وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے جبکہ بخاری نے اسے اپنی صحیح میں معلق بیان کیا ہے ۔ یہ وہ روایات ہیں جن سے دونوں فریقوں نے دلیل لی ہے ۔ غور کرنے والے کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جونسی رائے چاہے وہ پسند کر لے ۔ گو کہ دین میں مناسب ترین یہ ہے کہ نمازی کو جہاں تک ممکن ہو اپنی ناف سے گھٹنوں کو ڈھانپے ۔ امام بخاری

---

۱ صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/ ۴۷۸)

۲ سنن دار قطنی (۱/۱/ ۲۲۴)

فرماتے ہیں حضرت انس کی حدیث سنداً بہت مضبوط ہے جبکہ جرھد کی حدیث مناسب ترین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت انس کی گزشتہ حدیث سنداً صحیح ترین ہے۔

عورت کے ستر کی حد:

عورت کا تمام جسم ستر ہے اس پر اس کا ڈھانپنا واجب ہے۔ سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے[۱] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا. ﴾ (سورۃ النور:۳۱)

ترجمہ: اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات کو ظاہر نہ کیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ زینت کے مقامات میں سے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے کچھ ظاہر نہ کیا کریں۔[۲] جیسا کہ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حائضہ کی نماز بغیر خمار قبول نہیں فرماتے۔[۳]

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کیا عورت درع اور خمار میں بغیر ازار نماز پڑھ سکتی ہے؟[۴] فرمایا (ہاں) بشرطیکہ درع ایسی لمبی ہو

---

۱ مؤلف نے پہلے فرمایا: ''عورت کا تمام جسم ستر ہے۔'' یہی بات مناسب ترین ہے جبکہ چہرے اور ہتھیلیوں کے استثناء والا مؤقف کمزور ہے۔ از مترجم۔

۲ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ مؤقف شرعاً کمزور ہے۔ از مترجم۔

۳ صحیح ابوداؤد حدیث نمبر (۵۹۶)۔ حائض جو بالغہ ہو جبکہ خمار سر کی اوڑھنی ہے۔

۴ درع قمیص ہے۔ (ع) جب عورت کے لیے پاؤں کے اوپر حصوں تک کو ڈھانپنا لازم ہے۔ تو چہرے اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھنے والا مؤقف شرعاً اور عقلاً کمزور نظر آتا ہے۔ از مترجم۔

خمار وہ جس سے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے جسے ہمارے ہاں دوپٹہ کہتے ہیں۔ لیکن موٹا ہونا چاہئے۔

جو پاؤں کے اوپری حصوں کو ڈھانپتی ہو۔[۱،۲]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ان سے پوچھا گیا کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ آپؓ نے پوچھنے والے کو فرمایا تم حضرت علیؓ بن ابو طالب سے پوچھو پھر مجھے بھی آ کر بتانا۔ وہ حضرت علی کے پاس گیا ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا خمار اور لمبی درع میں۔ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس واپس گیا ان کو جا کے بتایا۔ تو وہ فرمانے لگیں۔ ''سچ کہا''۔

کون سے کپڑے واجب اور کون سے مستحب ہیں:

جو کپڑا ستر کو ڈھانپے وہ واجب ہے۔ گو کہ ڈھانپنے والا ایسا چست تنگ ہو کہ اعضاء پوشیدہ کا تعین کرے۔[۳] اگر کپڑا ہلکا ہو اس کے پیچھے سے جلد کا رنگ واضح ہو اس کی سفیدی یا سرخی معلوم ہوتی ہو تو اس میں نماز جائز نہ ہوگی۔ ایک کپڑے میں نماز جائز ہوگی جیسا کہ حضرت سلمۃ بن اکوع کی حدیث میں گزرا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟''[۴]

دو یا زائد کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہیں نیز ممکن حد تک انسان صفائی ستھرائی اختیار کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ چونکہ یہ حضرت ام سلمہ کا کلام نہ ہے اس طرح کی روایت کا حکم نبیصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرفوع کا ہے۔

۲ سنن ابوداؤد۔

۳ بظاہر یہ شرعاً اور عقلاً نا مناسب ہے۔ متاخرین میں سے شیخ ابن بازؒ اور شیخ ابن عثیمین کے فتاویٰ بھی ملتے ہیں جن میں ایسا تنگ و چست لباس پہننے کی ممانعت اور کراہت مذکور ہے۔ از مترجم۔

۴ صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۷۰) اور صحیح ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۴۷)

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے[1] تو وہ اپنے دو کپڑے پہن لے۔ بے شک اللہ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے جس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔ اگر اس کے پاس دو کپڑے نہ ہو تو وہ جب نماز پڑھے ازار باندھ لے تم میں سے کوئی اپنی نماز میں یہودیوں کے اشتمال کی طرح اشتمال نہ کرے۔[2]

اور عبدالرزاقؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا اختلاف ہو گیا۔ ابیؓ نے کہا ایک کپڑے میں نماز مکروہ نہ ہے۔ ابن مسعودؓ نے کہا یہ تو تب تھا جب کپڑوں کی قلت تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا بات حضرت ابیؓ کی معتبر ہے اور ابن مسعودؓ کی اس بات پر اکتفاء نہ کیا کہ جب اللہ نے وسعت دی تم بھی وسعت کرو۔[3] آدمی اپنے اوپر اپنا کپڑا جمع کر لے۔ آدمی ازاو اور رداء میں نماز پڑھ لے۔ ازار اور قیمص میں، ازار اور قباء میں، شلوار اور رداء میں، شلوار اور قیمص میں، شلوار اور قباء میں، تبان اور قباء میں، تبان اور قیمص میں کہتے ہیں میرا خیال ہے یہ بھی فرمایا کہ تبان اور رداء میں۔ (یہ بخاری میں اسی طرح بغیر ذکر سب ہے)۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لپیٹنے[4] والے کپڑے میں نماز سے منع فرمایا جس کو لپیٹا نہ جائے اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ آدمی شلوار میں نماز پڑھے جبکہ اس پر چادر نہ ہو۔[5]

---

[1] جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے۔

[2] سلسلہ احادیث الصحیحہ للالبانی حدیث نمبر (۱۳۶۹)۔

[3] ولم یال کا مطلب اکتفاء نہیں کیا۔ قباء کپڑوں کے اوپر پہنا جانے والا ایک کپڑا ہے اس کی جمع اقبیہ ہے۔ تبان چمڑے کی شلوار ہے جس کی دو ٹانگیں نہیں ہوتیں یعنی وہ دو پٹ والی شلواروں میں سے نہ ہے۔ از مترجم۔

[4] فی لحاف سے مراد وہ کپڑا ہے جسے لپیٹا جائے۔ لرداء: بڑی چادر کو کہتے ہیں۔

[5] صحیح ابوداؤد حدیث نمبر (۵۶۴)۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب وہ نماز کے لیے اٹھتے تو اپنے کپڑوں میں سے عمدہ ترین پہنتے۔ ان سے ان متعلق پوچھا گیا انہوں نے فرمایا: بے شک اللہ جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا میں اپنے رب کے لیے خوبصورتی اختیار کرتا ہوں جبکہ وہ فرماتا ہے:

''تم ہر مسجد (نماز) کے وقت اپنی زینت کو اپناؤ۔''

نماز میں سر کھلا رہنا:

ابن عساکر[1] نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار دیتے تو اسے اپنے آگے سترہ بنا لیتے۔ حنفیوں کے نزدیک ننگے سر مرد کی نماز میں کوئی حرج نہیں اور اگر خشوع کے لیے ہو تو انہوں نے اسے مستحب کہا ہے۔ نماز میں سر ڈھانپنے کے افضل ہونے کی کوئی دلیل مروی نہ ہے۔

٥-قبلہ رخ ہونا:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بوقت نماز نمازی پر مسجد الحرام کو رخ کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ. ﴾ (سورۃ البقرہ:۱۴۴)

ترجمہ: تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ اور تم جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی (مسجد) کی طرف منہ کر لیا کرو۔

حضرت براءؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے نماز پڑھی۔ پھر ہمیں کعبہ کی طرف پھیرا دیا گیا۔[2]

---

[1] ابن عساکر کی روایت کمزور ہے لیکن دوسری روایتوں سے اسے تقویت مل جاتی ہے۔ مصحح

[2] صحیح مسلم (جلد ۲ کتاب المساجد) اور (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۰۰۳)

کعبہ کو دیکھنے والے اور اسے نہ دیکھنے والے کا حکم:

جو کعبہ کو دیکھ رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ عین کعبہ کا رخ کرے اور جو اس کو دیکھنے کی استطاعت نہ رکھے اس پر واجب ہے کہ وہ جہت کعبہ کی طرف منہ کرے۔ کیونکہ اس کی طاقت میں تو یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔[1]

اور بخاری نے اس کی تاکید کی ہے۔[2] یہ اہل مدینہ کی نسبت سے ہے نیز دیگر وہ جو ان کے حکم میں آئیں جیسے شام' الجزیرہ اور عراق والے۔ رہے اہل مصر تو ان کا قبلہ مشرق اور جنوب کے مابین ہے۔ جبکہ یمن کے نماز کے لیے مشرق دائیں طرف اور مغرب بائیں طرف ہوگا۔ ہندوستان کے نمازی کے لیے مشرق پیچھے اور مغرب اس کے آگے ہوگا۔ باقی بھی اسی طرح۔

قبلہ کی پہچان کس طرح ہوگی؟

ہر ملک والوں کی کچھ خاص نشانیاں ہیں جن سے قبلہ کی پہچان ہوگی۔ ان میں سے ایک چیز وہ محراب ہیں جو مسلمانوں نے مساجد میں بنا رکھے ہیں۔ نیز اسی طرح قطب نما بھی ہیں۔

اس کا حکم جس پر قبلہ مخفی ہو جائے:

جس شخص پر قبلہ کی نشانیاں مخفی ہو جائیں اور ایسا بادل یا اندھیرے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اس شخص پر لازم ہے کہ وہ کسی شخص سے پوچھ لے جو اسے بتا سکے اور اگر

---

[1] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: (۱۰۱۱)۔

[2] کتاب کے اصل دونوں نسخوں میں عربی لفظ قرأہ البخاری ہے جبکہ یہ اقرہ البخاری مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ہم نے ترجمہ بھی اسی کے موافق کیا ہے۔ از مترجم۔

کوئی پوچھنے والا نہ ملے تو اجتہاد کرے لے اور جس جہت کا اس نے اجتہاد کیا ہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کی نماز درست ہو جائے گی اس پر دہرانا لازم نہ ہو گا گو کہ نماز سے فراغت کے بعد اس پر اس کی خطاء بھی واضح ہو جائے۔ لیکن اگر اسے دورانِ نماز خطاء کا علم ہو جائے تو وہ قبلہ کی طرف گھوم جائے گا۔ اور اپنی نماز کو نہ توڑے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ایک مرتبہ لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اچانک ان کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اس نے کہا نبی ﷺ پر قرآن اتارا گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں لہٰذا تم بھی اس کی طرف منہ کر لو ان کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔[1]

جو نماز پڑھنا چاہے اس پر اجتہاد کو دہرانا لازم ہو گا۔ اگر اس کا اجتہاد تبدیل ہو جائے تو وہ دوسرے پر عمل کرے گا۔ اور پہلے کے ساتھ جو نماز اس نے پڑھی تھی اسے وہ نہ دہرائے گا۔

قبلہ کی طرف منہ کرنا کب ساقط ہو گا؟

قبلہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور درج ذیل احوال کے علاوہ یہ (باطل) ساقط نہ ہو گا۔

۱۔ سوار کے لیے نفل نماز:

سوار کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی سواری پر نفل پڑھ لے رکوع اور سجود کے لیے وہ اشارہ کرے گا۔ اس کا سجدہ رکوع سے زیادہ نیچے ہو گا۔ اس کا قبلہ وہیں ہے جس طرح اس کے جانور کا منہ ہو جائے۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی سواری پر نماز پڑھ لیتے جس طرف بھی اس کا منہ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم) بخاری نے یہ اضافہ کیا ہے کہ

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۱۷۸)۔

آپ اشارہ کرتے تھے[1] ترمذی میں ہے کہ آپ نماز مکتوبہ[2] میں ایسا نہ کرتے تھے۔ احمد، مسلم اور ترمذی میں ہے کہ نبی ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف آتے ہوئے اپنی سواری پر نماز پڑھتے اس کا منہ جس طرف بھی ہو جائے اسی متعلق یہ آیت اتری ہے:

﴿ فَأَيْنَمَا تَوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. ﴾

ترجمہ: تم جس طرف بھی (منہ) پھیرو تو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

ابن حزم فرماتے ہیں:

''عموماً حضر اور سفر میں صحابہ اور تابعین سے ایسا ہی مروی ہے۔''

۲- مجبور، بیمار اور ڈرنے والے کی نماز:

ڈرنے والا، مجبور کیا گیا اور مریض اگر ان کے لیے قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو تو ان کے لیے غیر قبلہ کی طرف نماز جائز ہے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں: جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بقدر استطاعت اس پر عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. ﴾

ترجمہ: پس اگر تم کو ڈر ہو تو پیادے یا سوار ہو کر (نماز پڑھ لو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر سکو یا اس کی طرف منہ نہ کر سکو۔ (بخاری)۔

۞۞۞

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۰۰)۔

[2] مکتوبہ فرض نماز ہے جبکہ ''ایماء'' کا مطلب سجدہ کے لیے سر سے اشارہ ہے۔

نماز کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ سے ایسی احادیث مروی ہیں جو نماز کا طریقہ اور اس کی کیفیت بیان کرتی ہیں۔ ہم یہاں دو حدیثیں ذکر کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ پہلی آپ ﷺ کے فعل سے ہے جبکہ دوسری آپ کا قول ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن غنمؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ فرمایا: اے اشعریوں کے گروہ! تم اکٹھے ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرلو میں تمہیں نبی ﷺ کی وہ نماز سکھاتا ہوں جو آپ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ لہٰذا لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرلیا۔ آپؓ نے وضوء کیا اور انہیں دکھایا کس طرح وضوء کرنا ہے۔ آپ نے وضوء کو اس کی جگہوں تک پورا کیا[۱] حتیٰ کہ فئی ہوا پھر سایہ ٹوٹا آپ اٹھے اذان کہی۔ مردوں نے اگلی صف میں صف بنائی۔ بچوں نے ان کے پیچھے اور عورتوں نے بچوں کے پیچھے۔ پھر نماز کی اقامت کہی آپ آگے بڑھے رفع یدین کیا اور تکبیر کہی سورۃ فاتحہ پڑھی نیز ایک اور سورت کی بھی پوشیدہ قرأت کی۔ پھر تکبیر کہی تو رکوع کرلیا۔ تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں گر گئے۔ پھر تکبیر کہی تو اپنا سر بلند کیا۔ پھر تکبیر کہی تو سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو کھڑے ہونے کے لیے اٹھے لہٰذا آپ کی تکبیر کی تعداد پہلی رکعت میں چھ تکبیریں ہو گئی۔

۱۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام اعضاء کو دھویا۔

جب دوسری رکعت کے لیے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی اپنا چہرہ اپنی قوم کی طرف کر لیا فرمایا: تم میری تکبیر کو یاد کر لو۔ تم میرے رکوع اور سجدے کو سیکھ لو۔ بے شک یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں اس طرح دن کے اس وقت میں پڑھایا کرتے تھے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنی نماز پوری کر لی لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر کے متوجہ ہوئے۔ فرمایا اے لوگو! سنو اور یاد کر لو کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہدا۔ ان کی مجلس اور ان کے اللہ کے ہاں قرب پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے ایک دیہاتی آدمی جو سخت مزاج لوگوں میں سے تھا۔ وہ اٹھا اس نے اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی طرف موڑا۔ کہنے لگے اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سے کچھ لوگ جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ ان پر انبیاء اور شہدا ان کی مجلس اور اللہ کے ہاں قرب پر رشک کریں گے؟ آپ ہمیں ان کی صفت بتائیے![1] اس دیہاتی کے سوال پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ مختلف لوگوں اور الگ الگ قبائل سے ہوں گے۔ ان کے مابین کسی قریبی رشتہ کا تعلق نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے باہم اللہ کے لیے محبت اور دوستی کی ہوگی۔ روز قیامت اللہ ان کے لیے نور کے منبر رکھ دیں گے۔ انہیں ان پر بٹھائیں گے۔ ان کے چہروں کو نور بنا دیں گے اور ان کے کپڑے بھی نور۔ روز قیامت لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے جبکہ وہ نہ گھبرائیں گے۔ وہ اللہ کے ولی ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[2]

۲- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا پھر نبی ﷺ کی طرف آیا آپ کو سلام کہا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا

---

[1] یہاں نعت کا مطلب صفت ہے۔

[2] مسند ابو یعلی الموصلی۔ طبع فیصل آباد۔ پاکستان۔

تو لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ لوٹ گیا اس نے ایسا تین مرتبہ کیا۔ کہتے ہیں کہنے لگا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نہیں پڑھ سکتا۔ لہٰذا آپ مجھے تعلیم دیں۔ فرمایا جب تو نماز کے لیے اٹھے تو تکبیر کہے۔ پھر تیرے پاس جو قرآن میسر ہو وہ پڑھ۔ پھر رکوع کر حتیٰ کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ پھر اٹھ حتیٰ کہ تو برابر کھڑا ہو جائے۔ پھر سجدہ کر حتیٰ کہ تو سجدہ کی حالت میں مطمئن ہو جائے پھر اٹھ حتیٰ کہ تو مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔ پھر سجدہ کر حتیٰ کہ تو سجدہ کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ پھر تو ایسے ہی اپنی ساری نماز میں کر۔[1] اس حدیث کو ''مسئ الصلاۃ'' کی حدیث کا نام دیا گیا ہے۔

❁❁❁

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۷۵۶)۔

فرائض نماز

نماز کے کچھ فرائض اور ارکان ہیں جن سے اس کی حقیقت ترکیب پاتی ہے۔ حتی کہ جب ان میں سے جب کوئی فرض چھوٹ جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ شرعاً شمار ہوگی۔ ان کا بیان ذیل میں ہے۔

۱۔ نیت:[۱]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ. ﴾

(سورۃ البینہ:۵)

ترجمہ: اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی تو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو پس اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے[۲] اور جس کی ہجرت دنیا کو حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی[۳] اور اس (نیت) کی

۱۔ بعض کی رائے ہے کہ یہ شرط ہے رکن نہ ہے۔ ۲۔ یعنی اس کی ہجرت نفع مند ہے۔

۳۔ یعنی اس کی ہجرت گھٹیا اور حقیر ہے۔

حقیقت وضوء میں گزر چکی ہے۔

اس کے الفاظ:

ابن قیم اپنی کتاب ''اغاثة اللهفان'' میں فرماتے ہیں نیت کسی چیز پر عزم و ارادہ کا نام ہے۔ اس کا مقام دل ہے اس کا زبان سے کوئی بھی تعلق نہ ہے۔ اسی لئے نہ نبی ﷺ سے اور نہ ہی صحابہ سے نیت کے الفاظ کسی حال میں مروی نہ ہیں یہ جو عبارات وضوء اور نماز کے شروع کے وقت نئی بنا لی گئی ہیں یہ چیزیں شیطان نے اہل وسوسہ[1] کے لیے وجہ معرکہ بنا دی ہیں۔ وہ انہیں ان پر روکتا ہے۔ ان پر عذاب کرتا ہے۔ ان کی صحت کی جستجو میں انہیں مبتلا کرتا ہے آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے کہ وہ انہیں بار بار پڑھتا ہے اور اس کی ادائیگی میں بڑی محنت دکھاتا ہے حالانکہ اس کا نماز سے کچھ بھی تعلق نہ ہے۔

۲۔ تکبیر تحریمہ:

حضرت علیؓ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے اس کو حرام کرنے والی تکبیر اور اس کو حلال کرنے والا اسلام ہے۔[2] (شافعی احمد ابوداؤد ابن ماجہ ترمذی نیز وہ فرماتے ہیں یہ اس باب میں صحیح ترین اور حسن ترین روایت ہے۔ امام حاکم اور ابن السکن نے بھی اسے صحیح کہا ہے) تکبیر تحریمہ رسول اللہ ﷺ کے قول اور فعل سے بھی ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ دو حدیثوں میں مروی ہے۔ اس کے لیے لفظ ''اللہ اکبر'' متعین ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوحمیدؓ کی حدیث میں ہے نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے سوسیدھے کھڑے ہو جاتے اور رفع یدین کرتے پھر ''اللہ اکبر'' کہتے۔[3]

---

[1] وسواس کا مطلب وسوسہ ہے۔

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: (۲۷۶)۔

[3] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: (۸۰۳)

اس طرح کی ایک روایت بزار نے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے۔ ''اللہ اکبر'' کہتے۔ طبرانی میں ''مسئی الصلاۃ'' کی حدیث میں ہے پھر وہ ''اللہ اکبر'' کہے۔

۳۔ فرض میں قیام:

جس کو قدرت ہو اس کے لیے کتاب' سنت اور اجماع کی رو سے یہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. ﴾ (سورۃ البقرہ: ۲۳۸)

ترجمہ: (مسلمانوں) سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔[1]

حضرت عمران[2] بن حسین سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے بواسیر (بیماری) تھی۔ میں نے نبی ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا: فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ۔ اگر تو طاقت نہ پائے تو بیٹھ کر (اور) اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو پہلو پر (یعنی لیٹ کر)۔[3] اسی پر علماء کی گفتگو کا اتفاق ہے۔ نیز اس دوران دونوں پاؤں کو جدا جدا رکھنے کے استحباب پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔

نفل میں قیام:

رہا نفل تو اس میں نمازی کے لیے کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود بیٹھنا جائز ہے۔ لیکن یہ ہے کہ کھڑے ہونے والے کا ثواب بیٹھنے والے کی نسبت پورا ہو

---

[1] ادب کے مطلب خشوع اور انکساری ہے۔ جبکہ کھڑے ہونے سے نماز کے لیے کھڑا ہونا مراد ہے۔
[2] کتاب کے اصل نسخوں میں عمر بن حصین ہے جبکہ عمران بن حصین درست ہے۔ از مترجم۔
[3] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۱۷)۔

گا۔لہذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔فرماتے ہیں مجھے حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی بیٹھنے کی حالت میں نماز آدھی نماز ہے۔[۱] [۲]

فرض میں کھڑے ہونا ممکن نہ ہو:

جو شخص فرض نماز میں کھڑا ہونے سے عاجز ہو وہ اپنے حسب قدرت نماز پڑھے گا۔اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔اس کو اس کا کامل اجر ملے گا کمی نہ ہوگی۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ''جب بندہ مریض ہو یا مسافر اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہی لکھتے ہیں جو وہ صحیح و مقیم حالت میں عمل کرتا تھا۔(بخاری)۔

فرض اور نفل کی رکعات میں سے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا:

ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہونے کے متعلق صحیح احادیث آئی ہیں چونکہ اس متعلق احادیث صحیح اور صریح ہیں۔لہذا اختلاف کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ اس کا مقام ہے۔ہم ذیل میں ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں۔

۱- حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے۔نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے فاتحہ نہ پڑھی۔[۳]

۲- حضرت ابوہریرۃؓ سے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کوئی نماز پڑھی اس میں ام القرآن نہ پڑھی (دیگر روایت میں فاتحۃ الکتاب ہے تو وہ ناقص ہے۔[۴] ناقص ہے پوری نہ ہے۔''[۵]

---

۱ یعنی بلاوجہ بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔واللہ اعلم۔از مترجم۔

۲ بخاری (۱۱۱٦)۔ ۳ صحیح بخاری (۱/ح۱۹۷)

۴ ناقص ہے۔امام خطابی فرماتے ہیں: وہ نماز ناقص ہے اس میں بطلان اور فساد والا نقص ہے۔

۵ صحیح مسلم (صفحہ۲۲) جلد نمبر ۱۔

۳- انہیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ نماز کفایت نہیں کرتی جس میں فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی جائے۔(ابن خزیمہ بسند صحیح' نیز ابن حبان اور ابو حاتم)۔

۴- اور دارقطنی میں بسند صحیح ہے'' اس شخص کے لیے نماز کفایت نہ کرے گی جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی۔

۵- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم فاتحۃ الکتاب پڑھیں اور جو آسان ہو۔(ابوداؤد)۔ حافظ اور ابن سید الناس نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔

۶- ''مسئی الصلاۃ'' والی حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے۔''پھر تو ام القرآن پڑھ'' یہاں تک کہ فرمایا:''پھر تو ہر رکعت میں ایسے ہی کر۔''

۷- پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ فرض ونفل کی ہر رکعت میں آپ فاتحہ پڑھتے تھے اور آپ سے اس کے برخلاف ثابت نہیں ہے۔ عبادت میں حکم کا مدار اتباع پر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نماز پڑھو جیسے تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔''[۱]

بسم اللہ:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے سورۃ نمل میں بسم اللہ ایک آیت کا حصہ ہے جو بسم اللہ سورتوں کے شروع میں ہے اس میں ان کا اختلاف تین مشہور مذاہب پر ہے۔

اول:

یہ سورۃ فاتحہ اور ہر سورۃ کی ایک آیت ہے۔ اس بنیاد پر سورۃ فاتحہ میں اس کو پڑھنا واجب ہے۔ اس کا حکم سورۃ فاتحہ والا ہوگا جہر پڑھیں یا فاتحہ آہستہ پڑھیں۔ اس مذہب کی قوی ترین دلیل حضرت نعیمؒ المجمر کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پھر

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر(۶۳۱)۔

سورۃ فاتحہ پڑھی۔ الحدیث۔ اس کے آخر میں ہے فرماتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نماز کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔[1] فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں بسم اللہ کے جہر کے متعلق وارد یہ سب سے صحیح حدیث ہے۔

ثانی:

یہ ایک مستقل آیت ہے جو برکت کے لیے اور سورتوں کے درمیان فاصلہ کے لیے اتاری گئی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اس کو پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس کو جہر پڑھنا مسنون نہ ہے۔ کیونکہ حضرت انس کی حدیث ہے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت ابو بکرؓ عمر اور عثمانؓ کے پیچھے بھی اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہر نہ کرتے تھے۔[2]

ثالث:

یہ فاتحہ اور کسی بھی سورۃ کی آیت نہ ہو اور نفل کی بجائے فرض میں اس کی سری اور جہری پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ مذہب قوی نہ ہے۔

امام ابن القیم نے پہلے اور دوسرے مذہب کو اکھٹے یوں بیان فرمایا ہے۔ نبی ﷺ کبھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہر کر لیا کرتے تھے جبکہ جہر کی نسبت مخفی زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اسے ہر دن و رات میں ہمیشہ پانچ مرتبہ کبھی جہر نہیں پڑھا نہ حضر نہ سفر میں۔ (اگر آپ جہر پڑھتے تھے تو یہ بات) آپ کے خلفاء راشدین' جمہور صحابہ اور آپ کے اہل شہر پر فضیلتوں والے زمانوں میں یہ بات مخفی نہ رہتی۔

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر (۹۰۸)۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۰۲) اور صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الصلوٰۃ۔

جو فرض قرأت صحیح نہ کر سکے:

خطابی فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز کفایت نہ کرے گی۔ یہ بات معقول ہے کہ فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا اس پر لازم ہے جو اسے صحیح پڑھ سکے نہ کہ جو صحیح نہ پڑھ سکے۔ اگر نمازی یہ صحیح نہ پڑھ سکے اور دیگر قرآن وہ صحیح پڑھ سکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ سات آیات کے بقدر قرآن پڑھ لے۔ کیونکہ فاتحہ کے بعد سب سے بڑھ کر جس کا ذکر ہے وہ اس کی مثل قرآن ہے۔ اگر قرآن کا کوئی بھی حصہ سیکھ لینا اس کے لیے ممکن نہ ہو مثلاً اس کی طبیعت اس سے عاجز ہے یا اس کا حافظہ اچھا نہیں' یا اس کی زبان میں لکنت ہے یا اس پر کوئی اور قدرتی عارضہ ہے۔ تو اس کے لیے قرآن کے بعد ذکر کے زیادہ لائق وہ کچھ ہے جو نبی ﷺ نے سکھایا ہے یعنی سبحان اللہ' الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ' آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: کلام اللہ کے بعد افضل ذکر سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہے۔ انتہی۔

• اس کی تائید اس روایت میں بھی ہے جسے خطابی نے حضرت رفاعہ بن رافع سے بیان کیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز سکھائی فرمایا اگر تیرے پاس قرآن ہو تو پڑھ لے ورنہ الحمد للہ' اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھ اور پھر رکوع کر[1]

۵ رکوع:

اس کی فرضیت پر اجماع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا.......... ﴾

(سورۃ الحج:۷۷)

ترجمہ: اے اہل ایمان تم رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی طبع حیدر آباد دکن۔ بھارت۔

کیسے ہوتا ہے:

محض اس صورت میں جھک جانے سے رکوع ہو جاتا ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں کو لگ جائیں لیکن اس میں اطمینان ضروری ہے جیسا کہ ''مسیئ الصلاۃ'' والی حدیث میں گزرا ہے۔ ''پھر رکوع کر حتی کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سے بلحاظ چوری سب سے بڑا وہ ہے جو اپنی نماز سے چراتا ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! وہ اپنی نماز سے کیسے چراتا ہے؟ فرمایا وہ اس کے رکوع اور سجود پورے نہیں کرتا (یا فرمایا) وہ رکوع اور سجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔ (احمد' طبرانی' ابن خزیمہ حاکم اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح الاسناد ہے)۔ اور حضرت ابومسعودؓ بدری سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ''وہ نماز کفایت نہیں کرتی جس میں آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے۔[1] اور فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ جبکہ ترمذی فرماتے ہیں یہ حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے اصحاب اور ان کے بعد کے اہل علم کا اس پر عمل ہے ان کی رائے میں آدمی کو رکوع اور سجود میں اپنی پشت[2] سیدھی رکھنی چاہئے۔ حضرت حذیفہ سے مروی ہے انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ رکوع اور سجود کو پورا نہ کرتا تھا تو آپ نے اس کو فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اگر تو (اس حال میں) مر گیا تو اس فطرت[3] پر نہ مرے گا جس پر اللہ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔[4]

۶- رکوع سے اٹھنا اور اطمینان کے ساتھ برابر کھڑے ہو جانا:

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ میں حضرت ابوحمید کا قول

---

[1] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۷۰)

[2] صلب کا مطلب پشت ہے مراد یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔

[3] فطرت دین ہے۔

[4] صحیح بخاری (باب نمبر ۵۰۹ حدیث نمبر ۷۰۴)

ہے" اور جب اپنا سر اٹھاتے برابر کھڑے ہو جاتے حتی کہ ہر فقار[1] اپنی جگہ پر لوٹ آتا۔[2]

حضرت عائشہ نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

"جب آپ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے حتی کہ برابر کھڑے ہو جائے۔ (مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"پھر اٹھ حتی کہ تو برابر کھڑا ہو جائے۔" (متفق علیہ)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ[3] اس شخص کی نماز کو نہیں دیکھتے جو رکوع اور سجود کے درمیان میں اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے۔" (احمد منذری فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے)۔

۷- سجود:

قرآن کریم سے وہ مقام پیچھے گزرا ہے جو اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مسیٔ الصلاۃ والی حدیث میں اپنے اس فرمان میں واضح فرمایا ہے۔ "پھر تو سجدہ کر حتی کہ سجدہ کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ پھر اٹھ حتی کہ تو بیٹھنے کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ پھر سجدہ کر حتی کہ تو سجدہ کی حالت میں مطمئن ہو جائے۔ لہٰذا پہلا سجدہ اور اس سے اٹھنا پھر دوسرا سجدہ یہ سب اطمینان کے ساتھ فرض ہے۔ اور یہ فرض اور نفل کی رکعات میں سے ہر رکعت میں ہے۔

---

۱ فقار "فقارۃ" کی جمع ہے یہ کمر کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ (جن کو مہرے کہتے ہیں) مصحح

۲ صحیح بخاری (باب نمبر ۵۱۷ جلد نمبر ۱)

۳ "اللہ تعالیٰ" والے الفاظ اصل کتاب کے نسخوں میں نہ ہیں یہ ہم نے اضافہ کیا ہے۔ از مترجم۔

اطمینان کی حد:

ایک وقت تک ٹھہرے رہنا اطمینان ہے جبکہ اعضاء کو قرار مل چکا ہو۔ علماء نے اس کا کم از کم اندازہ ایک تسبیح کے بقدر رکھا ہے۔

سجدے کے اعضاء:

سجدہ کے اعضاء چہرہ، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے اور دو پاؤں ہیں۔ لہٰذا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"جب بندہ سجدہ کرتا ہے اس کے ساتھ سات آراب[1] سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اس کی دو ہتھیلیاں، اس کے دو گھٹنے اور اس کے دو پاؤں۔"[2]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ آدمی سات اعضاء پر سجدہ کرے اور نہ کپڑے کو اور نہ بالوں کو (سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پاؤں[3] اور ایک لفظ میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر (اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا) اور دو ہاتھ اور دو گھٹنے اور دونوں قدموں پر۔"[4]

اور ایک روایت میں ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات پر سجدہ کروں اور نہ بالوں کو[5] سمیٹوں اور نہ کپڑے کو پیشانی، ناک دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم۔[6]

---

۱ سات آداب یعنی سات اعضاء۔ یہ ارب کی جمع ہے۔

۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۹۱)۔

۳ صحیح بخاری (باب نمبر ۵۲۳ حدیث نمبر ۷۷۱)۔ ۴ صحیح مسلم (۴/۲۰۷)

۵ کفت اور کف سمیٹنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ جمع کرے اور نہ ہی سجود کے وقت کسی حال میں ان کو سمیٹے۔

۶ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۸۹)۔

حضرت ابوحمیدؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر لگاتے۔ (ابوداؤد ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)

نیز فرماتے ہیں: اس بات پر اہل علم کا عمل ہے کہ آدمی اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔ اگر ناک کی بجائے اپنی پیشانی پر سجدہ کرے تو اہل علم میں سے ایک قوم نے فرمایا اس کو کافی ہے۔ جبکہ دوسروں نے کہا اس کو کافی نہ ہے حتی کہ پیشانی اور ناک پر سجدہ کرے۔

۸- آخری قعدہ اور اس میں تشہد:

نبی ﷺ کی سیرت سے یہ بات معروف اور ثابت ہے کہ آپ آخری قعدہ میں بیٹھتے (اور) اس میں تشہد پڑھتے۔ مسی الصلاۃ (یعنی جو شخص اپنی نماز میں بھوگ گیا تھا) والے کو آپ نے فرمایا: ''جب تو آخری سجدہ سے اپنا سر اٹھالے اور تو بقدر تشہد بیٹھ جائے تو یقیناً تیری نماز پوری ہوگئی۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ہم اپنے اوپر تشہد فرض ہونے سے قبل کہا کرتے تھے ''اَلسَّلاَمُ عَلٰی اللّٰہِ قِبَلَ عِبَادِہٖ. السلام علی جبرئیل' السلام علی میکائیل تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم السلام علی اللہ نہ کہو بلکہ تم التحیات للہ کہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فرض ہے۔ اس سے قبل یہ فرض نہ تھا۔

تشہد میں وارد صحیح ترین الفاظ:

تشہد میں جو صحیح ترین الفاظ وارد ہیں وہ حضرت ابن مسعود سے مروی التشہد ہے فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں بیٹھے ہم کہتے اَلسَّلاَمُ عَلٰی اللّٰہِ قِبَلَ عِبَادِہٖ السَّلاَمُ عَلٰی فُلَانٍ وَ فُلَانٍ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم السلام علی اللہ نہ کہو بے شک اللہ ہی تو سلام ہے۔ بلکہ تم میں سے کوئی جب (تشہد کے لیے) بیٹھے تو کہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ السَّلاَمُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِہِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ جب تم یہ کہہ لو

گے تو (تمہارا سلام) آسمان وزمین میں یا آسمان وزمین کے مابین اللہ کے ہر نیک بندے کو پہنچے گا۔ اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر تم میں سے کوئی دعا اختیار کرے جو اس کو پسند لگے اس دعا کو وہ پڑھ لے۔"[1] (اسے سب نے روایت کیا ہے) مسلم فرماتے ہیں لوگوں کا حضرت ابن مسعود والے تشہد پر اجماع ہے۔ کیونکہ ان کے اصحاب ایک دوسرے سے (لفظی) اختلاف نہ ہے جبکہ دیگر کے اصحاب نے اختلاف کیا ہے۔ ترمذی' خطابی ابن عبدالبر اور ابن المنذر فرماتے ہیں۔ ابن مسعود کا تشہد' تشہد کے متعلق صحیح ترین حدیث ہے۔ بلحاظ صحت حضرت ابن عباس کا تشہد حضرت ابن مسعود کے تشہد کے بعد آتا ہے وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ ہمیں تشہد سکھاتے تھے جیسے آپ ہمیں قرآن سکھاتے تھے آپ فرماتے تھے:

"اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارِكَاتُ الصَّلٰوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُاَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ (شافعی' مسلم' ابوداؤد' نسائی)[2]

امام شافعی فرماتے ہیں تشہد کے متعلق مختلف احادیث مروی ہیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ یہ ان میں سے زیادہ کامل ہے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ امام شافعی سے اس کو پسند کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے اس لئے کہ میں نے اسے وسیع پایا ہے اور میں نے ابن عباسؓ سے صحیح سنا ہے۔ میرے نزدیک یہ بلحاظ الفاظ دیگر سے جامع اور بڑا ہے میں نے اسے اپنا لیا ہے لیکن جو شخص اس کے علاوہ کسی اور صحیح تشہد کو اپنائے اس پر اعتراض نہ ہے۔ یہاں ایک اور بھی تشہد ہے جسے امام مالک نے اختیار کیا ہے اور اسے مؤطا میں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کیا ہے

---

۱ صحیح مسلم (۴/۱۱۶-۱۱۷)

۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۶۸)

انہوں نے یہ حضرت عمر بن الخطاب سے سنا جب وہ لوگوں کو منبر پر تشہد سکھا رہے تھے فرمارہے تھے تم کہو:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔[۱]

نووی فرماتے ہیں تشہد کی یہ ساری احادیث صحیح ہیں اور باتفاق محدثین سب سے صحیح حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے پھر ابن عباس کی۔ امام شافعی نے فرمایا ان میں سے جو بھی تشہد پڑھ لے کفایت کرے گا۔ اور علماء نے ان میں سے ہر ایک کے جواز پر اجماع کیا ہے۔

۹۔سلام:

سلام کی فرضیت رسول اللہ ﷺ کے قول اور آپ کے فعل سے ثابت ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''نماز کی چابی وضوء ہے اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے۔''[۲]

حضرت عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

''میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنی دائیں اور بائیں سلام پھیرتے تھے حتی کہ آپ کے رخساروں کی سفید دیکھی جاتی تھی۔''[۳]

---

۱ موطا امام مالک کتاب الصلوۃ۔

۲ سنن ابوداؤد (باب نمبر ۲۲۳ حدیث نمبر ۶۱۴)

۳ صحیح مسلم مع النووی باب السلام للتحلل من الصلوۃ اور سنن نسائی حدیث نمبر ۱۳۲۶۔

حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنے دائیں سلام پھیرا السلام علیکم ورحمة الله وبركاته اور اپنے بائیں بھی السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔[1] بلوغ المرام میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: "اسے ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔"

ایک سلام کا وجوب جبکہ دوسرے کا استحباب:

جمہور علماء کی رائے میں پہلا سلام فرض ہے جبکہ دوسرا مستحب ہے۔ابن المنذر فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے ایک سلام پر اکتفاء کیا اس کی نماز جائز ہوگی۔ابن قدامہ المغنی میں فرماتے ہیں دونوں سلاموں کے وجوب پر امام احمد نے صریح نص نہیں دی انہوں نے بس یہ فرمایا ہے کہ دو سلام رسول اللہ ﷺ سے مروی ہونا صحیح ترین ہے۔تو جائز ہے کہ اس کی مشروعیت کا مذہب اختیار کیا جائے نہ کہ ایجاب کا۔جیسا کہ دیگر نے بھی یہ مذہب اپنایا ہے۔ایک روایت میں ان کا یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔کہ: مجھے پسندیدہ ترین دو سلامیں ہیں۔اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ سلمہ بن اکوع اور سہل بن سعدؓ نے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ ایک سلام کہتے تھے مہاجرین بھی ایک سلام کہتے تھے۔جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں صحابہ کے اقوال اور اخبار کو جمع کر دیا ہے کہ مشروع اور مسنون دو سلام ہیں جبکہ واجب ایک ہے۔اس اجماع کی صحت پر وہ بات دلیل ہے جسے ابن المنذر نے ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ ہے۔نووی فرماتے ہیں: امام شافعی اور جمہور سلف و خلف کا مذہب دو سلام ہے۔امام مالک اور ایک جماعت نے فرمایا مسنون ایک ہی سلام ہے ان کا تعلق ضعیف احادیث سے ہے جو ان صحیح احادیث کی برابری نہیں کر سکتیں اگر ان میں سے کوئی (صحیح) ثابت بھی ہو جائے تو اس بات پر محمول ہوگی کہ آپ نے ایک سلام کے اکتفاء کے بیان جواز کے لیے ایسا کیا۔جن

[1] سنن ابوداؤد (باب نمبر ۳۴۰ حدیث نمبر ۹۸۴)۔

علماء کی رائے معتبر ہے ان کا اجماع ہے کہ واجب صرف ایک سلام ہے۔ اگر ایک سلام کہے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے چہرے کے سامنے والی طرف کہہ دے اور اگر دو سلام کہے تو پہلی کو دائیں کرے جبکہ دوسری کو اپنے بائیں کرے۔ دونوں سلاموں میں منہ پھیرے گا حتی کہ وہ دیکھ لے جو اس کے بائیں رخسار کی جانب ہے۔ یہی صحیح بات ہے...... یہاں تک کہ فرمایا اور اگر دو سلام کہہ لے اپنے دائیں اور بائیں یا اپنے چہرے کے سامنے یا پہلی بائیں اور دوسری دائیں تو اس کی نماز صحیح ہو گی۔ اور دو سلامیں پوری ہو جائیں گی لیکن اس سے ان کی کیفیت کی فضیلت چھوٹ جائے گی۔

نماز کی سنتیں

نماز کی کچھ سنتیں ہیں۔ نمازی کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان کی پابندی کرے تا کہ وہ ان کا ثواب پالے۔ ہم انہیں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ رفع الیدین:

چار مقامات پر رفع یدین کرنا مستحب ہے (پہلا): تکبیر تحریمہ کے وقت ابن المنذر فرماتے ہیں: اس بات میں اہل علم کا اختلاف نہ ہے کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے رفع یدین کرتے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: نماز کے شروع والا رفع الیدین پچاس صحابہ سے مروی ہے۔ ان میں سے وہ دس بھی ہیں جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ امام بیہقی نے حاکم سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس سنت کے علاوہ ہمارے علم میں کوئی ایسی سنت نہیں جس کی رسول اللہ ﷺ سے روایت پر خلفاء اربعہ کا اتفاق ہو۔ پھر ان دس کا جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور پھر ان سے بعد والے اصحاب بھی باوجودیکہ ان کے علاقے دور دور اور مختلف تھے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ بات ایسے ہی ہے جیسے ہماری استاذ ابوعبداللہ نے فرمائی ہے۔

رفع یدین کا طریقہ:

رفع یدین کے طریقے کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں۔ پسندیدہ طریقہ جس پر جمہور کا عمل ہے یہ کہ اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اس انداز میں اٹھائے کہ اس کی انگلیوں کے کنارے اس کے کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہو جائیں

اور انگوٹے کانوں کی نو کے برابر۔ جبکہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

نووی فرماتے ہیں: اس طریقہ سے امام شافعی نے روایات احادیث کو جمع کر دیا ہے اور لوگوں کو پھیلائے۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر اٹھاتے۔[1]

رفع یدین کا وقت:

مناسب یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ مل کر ہو یا اس سے مقدم ہو جائے لہٰذا حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے اللہ اکبر کہتے اور رفع یدین کرتے۔ اور انہوں نے اسے نبی ﷺ تک مرفوع بیان کیا ہے۔[2] انہی سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ اپنے ہاتھوں کو اس وقت اٹھاتے جب تکبیر کہتے حتی کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر یا اس کے قریب ہو جاتے۔ الحدیث[3]

رہا رفع یدین تکبیر تحریمہ سے مقدم کرنا۔ تو حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے۔[3] حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ان الفاظ سے ہے۔ ''اللہ اکبر کہتے پھر رفع یدین کرتے۔''[4] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تکبیر رفع یدین پر متقدم ہے لیکن حافظ فرماتے ہیں میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا قول رفع یدین پر تکبیر کو متقدم کرنے کا ہو۔

---

[1] سنن ابوداؤد (حدیث نمبر ۷۴۸ باب نمبر ۲۶۹)۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۳۹)۔

[3] ایضاً۔

[4] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۷۳۷)۔

دوسرا اور تیسرا:

رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع یدین مستحب ہے۔[1] بائیس صحابہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے حتی کہ دونوں ہاتھ آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے۔ جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے (بخاری، مسلم، بیہقی)۔

بخاری میں ہے ''اور آپ سجدہ کرتے ہوئے اور سجدوں سے اپنا سر اٹھاتے ہوئے ایسا نہ کرتے۔''[2] مسلم میں ''جب آپ سجدوں سے اپنا سر اٹھاتے تو ایسا نہ کرتے تھے۔'' اسی میں ہے کہ دو سجدوں کے مابین آپ اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھاتے تھے۔'' بیہقی نے اضافہ کیا ہے کہ:

((فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلَاتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔))

یعنی آپ کی نماز ہمیشہ اسی طرح رہی حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

ابن المدینی فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ حدیث مخلوق پر حجت ہے جو بھی اسے سنے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ اس کی سندوں میں کوئی چیز نہ ہے۔ (ضعیف وغیرہ)

امام بخاری نے اس مسئلہ میں ایک الگ جزء تصنیف کیا ہے اس میں وہ حضرت

---

[1] جس طرح یہ تواتر سے مروی ہے اسے سنت مؤکدہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ (از مترجم)

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۳۶)۔

[3] حذو منکبیہ کا مطلب یہ ہے کہ پورے پورے آپ کے کندھوں کے برابر۔

حسن اور حمید بن ھلال سے روایت کرتے ہیں'' کہ صحابہ یہ عمل کرتے تھے یعنی تین جگہوں پر رفع یدین۔ حضرت حسن نے کسی صحابی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔

رہا جو حنفیوں کا مذہب ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت مشروع ہے ان کا استدلال حضرت ابن مسعودؓ کی اس حدیث سے ہے فرماتے ہیں ضرور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتا ہوں۔ انہوں نے نماز پڑھی تو رفع یدین صرف ایک مرتبہ کیا'' تو یہ مذہب قوی نہ ہے۔ کیونکہ اس پر بہت سے ائمہ حدیث نے طعن کیا ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں: اہل کوفہ نے نماز میں رکوع کے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کی نفی کی سب سے اچھی یہ روایت پیش کی ہے۔ لیکن یہ سب سے ضعیف حدیث ہے جس پر ان کا بھروسہ ہے کیونکہ اس میں علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں اگر بالفرض اسے صحیح تسلیم بھی کرلیں جیسا کہ ترمذی نے اس کی صراحت کی ہے تو بھی یہ ان احادیث صحیحہ کے مقابل کی نہ ہے جو حد شہرت کو پہنچ گئی ہیں۔ التنقیح والے نے تو اس بات کو بھی جائز کہا ہے کہ ابن مسعود رفع یدین بھول گئے ہوں گے جیسے وہ اور باتیں بھی بھول گئے تھے۔ نصب الرایہ میں زیلعی التنقیح والے سے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود کے اس بات کو بھول جانے میں کوئی ایسی بات نہیں جیسے عجیب شمار کیا جائے۔ ابن مسعود تو قرآن کا بعض حصہ بھول گئے جس میں مسلمانوں کا ان کے بعد کوئی اختلاف نہ ہے اور وہ حصہ معوذتین ہیں۔ جس بات کے منسوخ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اسے بھی وہ بھول گئے جیسے تطبیق ہے۔ وہ بھول گئے کہ امام کے پیچھے دو نے کیسے کھڑے ہونا ہے اور وہ اس بات کو بھی بھول گئے جن میں علماء کا اختلاف نہ ہے کہ نبی ﷺ نے یوم النحر کو صبح کی نماز اس کے وقت میں پڑھی تھی۔ عرفہ میں نبی ﷺ کی نمازوں کے جمع کی کیفیت کو وہ بھول گئے۔ وہ اس بات کو بھی بھول گئے جس میں علماء کا اختلاف نہ ہے کہ سجدوں میں کہنی اور کلائی زمین پر رکھنی ہے۔ وہ بھول گئے کہ نبی ﷺ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ کس طرح پڑھا

کرتے تھے۔ جب یہ جائز ہے کہ حضرت ابن مسعود نماز کے حوالہ سے ایسی باتیں بھول گئے تھے تو کیسے جائز نہیں کہ وہ اسی طرح رفع یدین بھی بھول گئے ہوں؟۔

(چوتھا) تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت:

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ دو رکعتوں سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے۔ ابن عمرا سے نبی ﷺ تک مرفوع بیان کرتے تھے۔[1] حضرت علیؓ نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ جب دو سجدوں سے اٹھتے تو اپنے کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے اور تکبیر کہتے۔[2] حدیث میں وارد دو سجدوں سے مراد دو رکعتیں ہے۔

اس حوالہ سے عورت کی مرد کے ساتھ برابری:

شوکانی فرماتے ہیں: یہ بات جان لو کہ اس سنت میں مرد اور عورتیں مشترک ہیں اس میں ان دونوں کے مابین فرق کرنے والی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ نیز اسی طرح کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ملتی جو مقدارِ رفع میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتی ہو۔

۲- دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھنا:

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا مندوب ہے۔ اس متعلق بیس (۲۰) احادیث ملتی ہیں۔ جو اٹھائیس (۲۸) صحابہ اور تابعین نے نبی ﷺ سے بیان کی ہیں۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو نماز میں اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازم فرماتے ہیں ''میں تو یہی جانتا ہوں کہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ تک مرفوع[3] کرتے ہیں۔[4]

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۳۹)

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۶۴)

[3] حدیث میں وارد لفظ ینمی کا مطلب یرفع ہے۔

[4] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۷۴۰)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کا حکم مرفوع کا ہے کیونکہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ ان کو اس بات کا حکم دینے والے نبی ﷺ ہیں۔ آپؐ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ''ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار میں جلدی کریں سحری میں تاخیر کریں اور نماز میں اپنے دائیں ہاتھوں کو اپنے بائیں پر رکھیں۔'' حضرت جابر سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو کھینچ لیا اور دائیں کو بائیں پر رکھا۔ (احمد وغیرہ) نووی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے اس میں اختلاف نہ آیا ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا بھی یہی قول ہے۔ اسے امام مالک نے بھی مؤطا میں ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں:

((لَمْ يَزَلْ مَالِكٌ يَقْبِضُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلُّ))۔

کہ آپ ہمیشہ اسی طرح ہاتھ باندھتے تھے حتی کہ اللہ عزوجل کو جا ملے۔

ہاتھ باندھنے کی جگہ:

کمال بن الھمام فرماتے ہیں: کوئی ایسی حدیث صحیح ثابت نہ ہے جو سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے اور ناف کے نیچے باندھنے کے عمل کی موجب ہو۔ حنفیوں کے نزدیک جو مقرر ہے وہ ناف سے نیچے ہے جبکہ شافعیوں کے نزدیک سینے سے نیچے ہے۔ امام احمد سے دو مذہبوں کی طرح دو قول ہیں اور ان دونوں کے مابین برابری ثابت ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں: اصحاب نبی ﷺ' تابعین اور ان کے بعد کے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے۔ بعض کا خیال ہے کہ ناف سے اوپر جبکہ بعض کا خیال ہے کہ ناف سے نیچے۔ یہ سب ہی ان کے ہاں واقع ہے انتھیٰ۔

لیکن کچھ روایات مروی ہیں جو اس بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ لہٰذا حضرت ھلب الطائیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ دایاں ہاتھ بائیں پر اپنے سینے پر جوڑ سے

اوپر رکھا کرتے تھے۔[1] حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اپنے سینے پر باندھا۔[2] نیز ابوداؤد اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور پہنچے[3] اور کلائی پر باندھا۔''[4] یعنی آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اس کے پہنچے اور اس کی کلائی پر رکھا۔

۳-دعائے توجہ یا دعا استفتاح:

نمازی کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان دعاؤں میں سے کوئی بھی دعا پڑھ لے جو دعا نبی ﷺ پڑھا کرتے اور اس کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اور قرأت سے پہلے۔ ہم چند دعاؤں کو ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز میں تکبیر (تحریمہ) کہتے قرأت سے قبل کچھ دیر[5] خاموش رہتے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیے کہ تکبیر اور قرأت کے مابین جو آپ کی خاموشی ہے آپ اس میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا میں کہتا ہوں:

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرْدِ))

ترجمہ: اے اللہ! دوری ڈال میرے اور میرے گناہوں کے درمیان

---

۱ مسند امام احمد (۲۲۶/۵) ۲ صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر (۴۷۹)۔

۳ رسغ/پہنچا: یہ کلائی اور ہتھیلی کے مابین جوڑ ہے۔

۴ سنن نسائی حدیث نمبر (۸۹۲)

۵ هنية کا مطلب تھوڑا وقت ہے۔

جیسے تو نے دوری ڈالی ہے مشرق اور مغرب کے مابین اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے معاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ مجھ سے میرے گناہوں کو دھو ڈال' برف' پانی اور اولوں کے ساتھ۔[1]

۲- حضرت علی سے مروی ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے پھر فرماتے:

((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ' اَنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا شَرِيْكَ لَهُ' وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ' ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوبِيْ جَمِيْعًا' اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ' وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِحُسْنِهَا اِلَّا اَنْتَ' وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَالَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّهَا اِلَّا اَنْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ' وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ' وَاَنَابِكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔)) (رواه احمد ومسلم' والترمذی' وابو دائود وغیرهم)

ترجمہ: میں نے اپنے چہرے کو اس ذات کے لیے متوجہ کر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یکطرفہ مسلمان ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز' میری قربانی میرا جینا اور میرا جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہ ہے مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اے اللہ تو

---

[1] بخاری (۷۴۴)۔

بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہ ہے۔ تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ شان یہ ہے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے۔ اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ مجھ سے برے اخلاق دور کر دے کہ مجھ سے برے اخلاق تیرے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ میں تیرا فرمانبردار ہوں[1] ہر بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے۔ شر تیری طرف نہیں ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف ہوں۔ تو بابرکت ہے۔ تو بلند ہے۔ میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔[2]

۳۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالىٰ جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔))

ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ اور تیری تعریف ہے۔ تیرا نام بابرکت ہے۔ تیری شان[3] بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔[4]

---

[1] لبیک: اَلبّ بالمکان سے ہے جب آدمی کسی جگہ ٹھہر جائے یہاں مراد ہے ''میں نے تیری بات ماننے کے بعد پھر مانی۔'' نووی فرمایت ہیں علماء نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ ''میں تیری فرمانبرداری کو قائم کرنے کے بعد پھر قائم کرنا والا ہوں۔ سعدیک: اس کے متعلق ازھری وغیرہ نے فرمایا اس کا معنی ہے ''تیرے حکم پر تیاری کے بعد پھر تیار ہوں اور تیرے دین کے تابعداری کے بعد پھر تابعدار ہوں۔'' الشر لیس الیک یعنی اس کے ذریعہ سے تیرا قرب حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یا ادب کی وجہ سے تیری طرف اضافت نہیں کی جا سکتی۔ یا وہ تیری طرف چڑھایا نہیں جاتا۔ یا یہ کہ شر تیری نسبت سے قائم نہ ہے اسے تو نے حکمت بالغہ کے تحت پیدا کیا ہے۔ یہ تو محض مخلوقین کی نسبت شر ہے۔

[2] صحیح مسلم جلد نمبر ۲ کتاب الصلوٰۃ المسافرین۔

[3] تَعَالىٰ جَدُّكَ یعنی تیرا اجلال اور تیری عظمت بلند ہے۔

[4] جامع ترمذی حدیث نمبر (۲۴۳)۔

ابن القیم فرماتے ہیں: حضرت عمر سے صحیح مروی ہے کہ آپ اس کے ساتھ نبی ﷺ کی جگہ پر نماز کو شروع کرتے تھے اس کو جہر کرتے اور یہ لوگوں کو سکھاتے تھے۔ لہذا یہ اس اعتبار سے مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسی لئے امام احمد نے فرمایا: رہا میں تو میرا مذہب وہ ہے جو حضرت عمر سے مروی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور مروی دعا سے نماز شروع کرے تو بھی اچھا ہے۔

۴- حضرت عاصم بن حمیدؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس چیز کے ساتھ قیام اللیل (یعنی رات کی نماز) کو شروع کیا کرتے تھے؟ فرمانے لگے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے قبل کسی نے نہیں پوچھی۔ آپ جب کھڑے ہوتے دس ۱۰ مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔[1] دس مرتبہ الحمد للہ کہتے۔ دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے۔ دس مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے پھر فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ۔))

ترجمہ: یعنی اے اللہ مجھے بخش دے مجھے ہدایت دے۔ مجھے رزق دے اور مجھے عافیت دے۔

نیز آپؐ روز قیامت تنگ مقام سے پناہ مانگتے تھے۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

۵- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ جب نبی ﷺ رات کو قیام کرتے تو کس دعا کے ساتھ اپنی نماز کو شروع کرتے تھے؟ فرمانے لگیں جب آپؐ رات کو قیام کرتے اپنی نماز کو اس دعا سے شروع کرتے۔

''اے اللہ جبرئیل' میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے۔ غیب اور شہادت کو جاننے والے۔ تو فیصلہ

---

[1] جب کھڑے ہوتے دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد۔

کرے گا اپنے بندوں کے درمیان جس چیز میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے اس میں مجھے اپنے حکم سے حق کی ہدایت دے۔ بے شک تو جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔[۱]

۶۔ حضرت نافع بن جبیر بن مطعمؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ ''الله اکبر کبیرا. تین مرتبہ۔ الحمدلله کثیرا تین مرتبہ۔ سبحان الله بکرة واصیلا تین مرتبہ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ. میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! شیطان کا ھمز' نفث اور نفخ کیا ہے؟ فرمایا اس کا ھمز موتہ[۲] ہے جو بنی آدم کو لاحق ہوتی ہے۔ رہا اس کا نفخ وہ تکبر ہے جبکہ اس کا نفث شعر ہے۔[۳]

۷۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: فرماتے ہیں نبی ﷺ جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے فرماتے:

''اے اللہ تیرے لیے تعریف ہے۔ تو آسمانوں' زمین اور جو ان میں ہیں ان کو قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لئے تعریف ہے تو آسمانوں' زمین اور جو ان میں ہیں ان کا نور ہے۔ تیرے لئے تعریف ہے تو آسمانوں' زمین اور جو ان میں ہیں ان کا مالک ہے۔ تیرے لیے تعریف ہے۔ تو حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیرا ملاقات حق ہے۔ تیرا قول حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ انبیاء حق ہیں۔ حضرت محمدؐ حق ہیں۔ قیامت حق ہے۔ اے اللہ میں تیرے لئے مسلمان ہوا۔ تجھ

۱۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۸۱۱) ۲۔ ''موتہ'' مرگی ہے۔

۳۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۰۷)۔

پر ایمان لایا۔ تجھ پر بھروسہ کیا۔ تیری طرف جھکا۔ تیری مدد سے جھگڑا کیا۔ تیری طرف فیصلہ لایا۔ تو میرے لئے بخش دے جو (گناہ) میں نے پہلے کئے۔ جو پیچھے کئے جو پوشیدہ کئے اور جو علانیہ کئے۔ تو مقدم ہے۔ تو مؤخر ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ کوئی غیر تیرے سوا معبود نہیں۔ گناہ سے پھرنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ کی طرف سے ہے۔[1]

ابوداؤد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ تہجد میں اللہ اکبر کہہ لینے کے بعد پڑھتے۔

۸- استعاذہ:

دعائے استفتاح کے بعد اور قرأت سے پہلے نمازی کے لیے استعاذہ پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا قَرَأتَ الْقُرآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.﴾

ترجمہ: جب تم قرآن[2] پڑھو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ الخ۔..........

ابن المنذر فرماتے ہیں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. پڑھا کرتے تھے۔

۴- اس کو آہستہ پڑھنا:

اس کو سری پڑھنا مسنون ہے۔ المغنی والے نے فرمایا استعاذہ کو آدمی سری پڑھے گا اور اس کو جہر نہ کرے گا۔ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتا۔ انتہیٰ۔

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۸۰۸)

[2] یعنی جب تم قرأت کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ پڑھو۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھولیا کرو۔''

لیکن امام شافعی کی رائے میں جہری نماز میں اس کو جہری اور سری پڑھنے میں اختیار ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کو جہر پڑھنا ضعیف سند سے مروی ہے۔

دیگر رکعات کی بجائے اس کی مشروعیت پہلی رکعت میں ہے:

استعاذہ صرف پہلی رکعت میں مشروع ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو قرأت الحمد اللہ رب العالمین سے شروع کرتے اور خاموش نہ رہتے۔[1]

ابن القیم فرماتے ہیں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ مقام استعاذہ ہے یا نہیں؟ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ مقام استفتاح نہ ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔ امام احمد سے دونوں مروی ہیں ان کے بعض اصحاب نے اس کی بنیاد بتائی ہے کہ آیا نماز کی قرأت ایک ہی قرأت ہے کہ اس میں ایک استعاذہ کافی ہو جائے۔ یا ہر رکعت کی قرأت اپنی ذات میں الگ الگ ہے؟ اس بات میں ان کا کوئی اختلاف نہ ہے کہ دعائے استفتاح مجموعی نماز کے لیے ہے۔ ایک استعاذہ پر اکتفاء صحیح حدیث کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ذکر کی۔ پھر فرماتے ہیں استفتاح تو ایک ہی کافی ہوگا کیونکہ دو قرأتوں کے مابین سکوت کی رکاوٹ نہیں آئی بلکہ ان کے درمیان ذکر کی رکاوٹ آئی ہے۔ تو یہ گویا ایک قرأت کی طرح ہے جب اس میں رکاوٹ الحمدللہ یاسبحان اللہ یالا الہ الا اللہ یا نبی ﷺ پر درود وغیرہ سے آئے۔ شوکانی فرماتے ہیں جو کچھ سنت میں ہے اسی پر اکتفاء مناسب ترین ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف پہلی رکعت میں قرأت سے قبل استعاذہ ہو۔

۵- آمین کہنا:

ہر نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ قرأت فاتحہ کے بعد آمین کہے۔ وہ امام ہو مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ جہری نماز میں اسے جہر کہے گا اور سری میں پوشیدہ کہے گا۔

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النوی۔ طبع کراچی پاکستان۔

حضرت نعیم المجمرؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ پھر سورۂ فاتحہ پڑھی حتی کہ جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا۔ اور لوگوں نے بھی آمین کہا۔ پھر ابو ہریرہ سلام کے بعد فرماتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں بلحاظ نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔[1] (بخاری نے اس معلق[2] بیان کیا ہے۔ نیز نسائی' ابن خزیمہ' ابن حبان اور ابن السراج)۔

بخاری میں ہی ہے: ابن شہاب فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ عطاء نے فرمایا آمین ایک دعا ہے۔ حضرت ابن زبیرؓ اور جو لوگ ان کے پیچھے تھے انہوں نے آمین کہی حتی کہ مسجد میں گونج[3] پیدا ہو گئی۔ نافع فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ اسے نہ چھوڑتے تھے اور لوگوں کو ترغیب دلاتے تھے میں ان سے اس متعلق ایک حدیث بھی سنی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے آمین کہتے حتی کہ آپ کے ساتھ پہلی صف والے اسے سن لیتے۔"[4] ابن ماجہ میں یہ بھی ہے فرماتے ہیں حتی کہ اس کو پہلی صف والے سن لیتے تو اس سے مسجد گونج اٹھتی۔[5] حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ ان دونوں (بخاری، مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ بیہقی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور دارقطنی نے بھی اور انہوں نے فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔

حضرت وائلؓ بن حجر سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپؐ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا۔ تو آمین کہا اس کے ساتھ آپؐ اپنی

۱۔ صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر (۴۴۹)۔
۲۔ معلق کا مطلب یہ ہے کہ سند ذکر نہیں کی۔
۳۔ گونج یعنی بلند آواز۔
۴۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۳۴)۔
۵۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۵۳)۔

آواز کو لمبا کرتے تھے۔[1] ان کے الفاظ ہیں: اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کیا۔" ترمذی نے اسے حسن کہا۔ اور فرمایا کہ اصحاب نبی ﷺ تابعین اور ان کے بعد والوں میں سے بہت سے اہل علم نے یہی کہا ہے ان کی رائے ہے کہ آدمی آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کرے گا اور اسے آہستہ نہ کہے گا۔ حافظ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ عطاء فرماتے ہیں میں نے اس مسجد میں دوسو (۲۰۰) صحابہ کو دیکھا ہے جب امام ولا الضالین کہتا ہیں ان کی آمین کی گونج سنتا تھا۔[2] حضرت عائشہؓ سے مروی ہے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا یہودی تم پر کسی بات کا اتنا حسد نہیں کرتے جتنا حسد وہ تم پر سلام اور آمین خلف الامام پر کرتے ہیں۔[3]

اس میں امام کی موافقت مستحب ہے:

مقتدی کے لیے مستحب ہے کہ وہ امام کی موافقت کرے آمین میں اس سے پہل نہ کرے اور نہ اس سے پیچھے رہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بے شک جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری) انہی سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

"جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین[4] کہو۔ بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ تو جس کی

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۳۲)۔ [2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۶۲/۳)۔

[3] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۵۷)۔

[4] خطابی فرماتے ہیں: آپ ﷺ کے فرمان جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ کہو حتی کہ تمہاری اور اس کی آمین اکٹھی ہو جائے۔ رہا آپ کا فرمان "جب وہ آمین کہے تم آمین کہو" تو یہ اس کے خلاف نہ ہے۔ اور نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے آپ کی آمین سے مؤخر کہتے تھے۔ یہ ایسے ہی جب کوئی کہنے والا کہے" جب امیر قافلہ چل پڑے تو تم بھی چلو۔ یعنی جب امیر سفر شروع کرنے لگے تو تم بھی چلنے کی تیاری کرو۔ تا کہ تمہارا چلنا اس کے چلنے کے ساتھ ہو۔ اس کی وضاحت دوسری حدیث میں ہے کہ "امام آمین کہتا ہے۔" الحدیث۔

آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[1]

انہی سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو بے شک جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)

آمین کا مفہوم:

آمین میں الف مقصورہ اور ممدودہ دونوں طرح ہے اور میم مخفف ہے۔ یہ فاتحہ میں سے نہیں ہے۔ یہ تو ایک دعا ہے اس کا مطلب ہے۔ ''اے اللہ قبول فرما''۔

۶- فاتحہ کے بعد قرأت:

نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ فاتحہ پڑھنے کے بعد فجر کی دو سنتوں، جمعہ، ظہر عصر مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں اور نفل کی تمام رکعات میں کوئی سورت یا قرآن کا کچھ حصہ پڑھ لے۔ حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں۔ دوسری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ آپ ہمیں کبھی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ آپ پہلی رکعت کو اتنا لمبا کرتے جتنا دوسری کو کو لمبا نہ کرتے تھے۔ اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں۔[2] (بخاری، مسلم، ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے یہ اضافہ بھی کا ہے''ہم نے گمان کیا کہ اس سے آپؐ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ پہلی رکعت کو پالیں۔'' حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں'' اہل کوفہ نے حضرت سعدؓ کی حضرت عمرؓ کے ہاں شکایت کی۔ آپ نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) معزول کر دیا۔ اور ان کا گورنر حضرت عمارؓ کو مقرر کر دیا۔ انہوں نے

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۸۰)۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۷۸-۷۷۹)۔

شکایتیں کیں۔حتی کہ کہنے لگے یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا۔آپ نے ان کو پیغام بھیجا۔فرمایا اے ابواسحٰق! ان لوگوں کا گمان ہے کہ تو نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتا۔ابو اسحاق نے کہا: اللہ کی قسم میں ان کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھایا کرتا تھا۔میں اس سے کمی نہ کرتا تھا[1] میں عشاء کی نماز پڑھاتا میں پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا[2] اور دوسری دو میں تخفیف کرتا تھا فرمایا اے ابواسحاق تجھ پر یہی گمان تھا۔آپ (عمرؓ) نے ان (سعدؓ) کے ساتھ ایک آدمی یا کچھ آدمی کوفہ کی طرف بھیجے۔انہوں نے ان کے متعلق کوفہ والوں سے سوال کیا کوئی مسجد نہ چھوڑی جہاں سوال نہ کیا ہو۔ سب لوگ ان کی تعریف کرتے رہے تاآنکہ بنو عبس کی ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ جبکہ کنیت ابوسعدۃ تھی۔وہ کہنے لگا: اگر تم ہمیں اللہ کا واسطہ دیتے ہو (تو سنو) سعدؓ جو ہے یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتا اور تقسیم برابری کی نہیں کرتا اور فیصلے میں عدل نہیں کرتا۔حضرت سعدؓ نے کہا: اللہ کی قسم میں تین (بد) دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے دکھاوے اور سناوے کو کھڑا ہوا ہے تو تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کا فقر لمبا کر دے اور اس کو فتنوں پر پیش کر دے۔وہ اس کے بعد کہا کرتا تھا ''(میں) بوڑھا فتنوں میں ڈالا گیا ہوں مجھے حضرت سعدؓ کی (بد) دعا لگ گئی ہے عبدالملک کہتے ہیں: میں نے اس کو بعد میں دیکھا اس کے دونوں ابرو بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر گر گئے تھے۔وہ راہ میں لڑکیوں کے درپے ہوتا اور ان کو آنکھوں سے اشارے کرتا تھا۔[3]

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے تو جس میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (قرأت) سنائی ہم نے تم کو سنا دی۔اور جس میں آپ نے ہم سے مخفی رکھی

---

۱ ما اخرم عنہا کا مطلب کمی کرنا ہے۔

۲ یعنی پہلی دو میں قرأت کو لمبا کرتا تھا۔

۳ صحیح بخاری باب نمبر۹۰ (حدیث نمبر:۷۵۵)

ہم نے تم سے مخفی رکھی۔ اگر تو ام القرآن (سورۂ فاتحہ) سے زائد کچھ نہ پڑھے تو تجھے کافی ہے اور اگر زیادہ پڑھ لے تو وہ بہتر ہے۔[1]

فاتحہ کے بعد قرأت کی کیفیت:

فاتحہ کے بعد قرأت جائز ہے وہ جس طریقہ پر بھی ہو۔ حضرت حسینؒ فرماتے ہیں "ہم نے خراسان میں جہاد کیا۔ ہمارے ساتھ تین سو (۳۰۰) صحابہ تھے۔ ان میں جو شخص ہم کو نماز پڑھاتا وہ سورت کی کچھ آیات پڑھتا پھر رکوع کر دیتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سور بقرہ کی ایک آیت پڑھی۔ (دارقطنی بسند قوی)۔ بخاری فرماتے ہیں: باب ہے دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا، سورتوں کے آخری حصوں کو پڑھنا۔ کسی سورت سے قبل دوسری سورت کو پڑھنا نیز سورت کا اول حصہ پڑھنا۔ حضرت سائب بن عبداللہؓ سے مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں سورۃ المؤمنون پڑھی حتی کہ جب حضرت موسیٰ اور ھارونؑ کا ذکر آیا یا حضرت عیسیٰ کا ذکر آپ کو کھانسی لگ گئی تو آپ نے رکوع کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ایک سو بیس (۱۲۰) آیات پڑھیں اور دوسری میں "مثانی" کی ایک سورت۔ احنف نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف پڑھی جبکہ دوسری میں سورۃ یونس یا یوسف پڑھی اور بتایا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے بھی یہی سورتیں پڑھی تھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ الانفال کی چالیس (۴۰) آیات پڑھیں جبکہ دوسری رکعت میں "مفصل" کی ایک سورۃ پڑھ دی۔ حضرت قتادۃ نے اس شخص کے متعلق کہ جو دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے یا دو رکعتوں میں ایک سورۃ کو دہرائے فرمایا: "سب اللہ کی کتاب ہے۔" عبیداللہ بن ثابت حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں "انصار کا ایک شخص قباء میں ان کی امامت کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورت شروع کرتا جس سے

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۷۲)۔

ان کو (جہر) قرأت والی نماز پڑھائے تو وہ شروع میں قل ھو اللہ احد پڑھتا حتی کہ اس سے فارغ ہو جاتا پھر اس کے ساتھ دوسری سورت پڑھتا۔ وہ ایسا ہر رکعت میں کرتا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے گفتگو کی کہنے لگے تو اسی سورت کو شروع میں پڑھتا ہے پھر تمہارے خیال میں وہ تمہیں کافی نہیں ہوتی۔ جب تک تم دوسری نہ پڑھ لو۔ یا تم اسی کو پڑھا کرو یا اس کو چھوڑ دو اور دوسری کو پڑھا کرو۔ اس نے کہا میں اس کو نہ چھوڑ دوں گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری امامت اسی کے ساتھ کراؤں گا۔ اور اگر تم ناپسند کرو تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ہم میں افضل ہے لہذا انہوں نے کسی اور کا امامت کرنا اچھا نہ سمجھا۔ جب نبی ﷺ ان کے پاس گئے انہوں نے آپ کو اس کی خبری دی۔ آپؐ نے فرمایا اے فلان! تجھے اس بات سے کیا مانع ہے کہ تم وہ کرو جو تمہارے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں؟ نیز تیرے اس سورت کو ہر رکعت میں لازم کرنے پر تجھے کیا چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس نے کہا میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تیری اس کے ساتھ جو محبت ہے وہ تجھے جنت میں داخل کردے گی۔[1] جہینہ کے ایک شخص سے مروی ہے اس نے نبی ﷺ کو سنا کہ آپ صبح کی دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت الارض پڑھ رہے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے تھے یا آپؐ نے اسے جان بوجھ کر پڑھا (ابوداؤد)[2] اس کی سند میں کچھ طعن نہ ہے۔

فاتحہ کے بعد قرأت کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ:

ہم یہاں مختصراً بتائیں گے جیسا کہ ابن القیم نے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فاتحہ کے بعد قرأت کیسی تھی[3] فرماتے ہیں جب آپ قرأت فاتحہ سے فارغ ہوتا تو اور سورت کو پڑھنے لگتے۔ کبھی اس کو لمبا کرتے اور کبھی سفر وغیرہ کے عارضہ سے اس کو

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۷۴)۔ ۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۱۶)۔

۳ عناوین ابن القیم کے نہیں ہیں۔

مختصر کرتے اور اس میں عموماً درمیانہ انداز رکھتے۔

فجر کی قرأت:

آپ فجر کی نماز میں انداز ساٹھ سے سوتک آیات پڑھتے۔ آپ نے اس میں سورۃ ''ق'' پڑھی[1] ''روم'' پڑھی۔ اذا الشمس کورت پڑھی[2] اذا زلزلت دونوں رکعتوں میں پڑھی۔ آپ جب سفر میں تھے آپ نے اس میں معوذتین پڑھیں۔ آپ نے اس نماز میں ایک دفعہ سورۃ المؤمنون شروع کی حتیٰ کہ آپ جب موسیٰ وھارون کے ذکر پر پہنچے آپ کو کھانسی آنے لگی۔ پہلی رکعت میں تھے آپ نے رکوع کر دیا۔ آپ بروز جمعہ اس میں '' الم تنزیل السجدہ'' اور سورۃ ''ھل اتی علی الانسان'' دونوں مکمل پڑھتے تھے۔ آپ ایسا نہ کریت تھے جیسے کہ آج کل بعض لوگ کرتے ہیں کہ کچھ حصہ اس کا پڑھ لیا اور کچھ اس کا۔ رہی وہ بات جو بعض جاہل لوگوں نے تصور بنا لیا ہے کہ جمعہ کے دن کی صبح کی سجدہ کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ تو یہ بات بڑی جہالت ہے۔ اس لیے اس گمان کی وجہ سے بعض ائمہ نے سورۃ سجدہ کی قرأت کو ناپسند کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سورتوں کو اس لیے پڑھتے تھے کہ یہ دونوں انسان کی پیدائش اور روز قیامت کے بیان پر مشتمل ہیں۔ نیز حضرت آدم کی پیدائش جنت اور جہنم کا داخلہ وغیرہ۔ جو باتیں بروز جمعہ ہوئیں اور ہونگی۔ لہٰذا اس دن کی فجر کو آپ وہ قرأت کرتے کہ جو کام ان دن ہوئے اور جو ہوں گے۔ تاکہ امت کو اس دن کے واقعات یاد دلائے جائیں۔ جیسا کہ آپ جمعہ اور عید وغیرہ بڑے مجمعوں میں سورۃ ''ق'' ۔ ''اقتربت'' ۔ ''یسبح''[3] اور ''الغاشیۃ'' پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر: (۵۳۴)۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۸۱۷)۔

[3] یسبح سے مراد سورۃ الاعلیٰ ہے جو ''سبح اسم ربك الاعلی'' سے شروع ہوتی ہے۔

ظہر میں قرأت:

رہی نماز ظہر تو اس میں آپ کبھی قرأت کو لمبا کر دیتے تھے۔ حتی کہ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں: ''ایک جانے والا البقیع کی طرف جاتا نماز ظہر کی کھڑی کی جاتی وہ قضائے حاجت کرتا پھر اپنے گھر آتا وضوء کرتا اور نبی ﷺ کو پہلی رکعت میں ہی پاتا کیونکہ آپ اس کو لمبا کرتے تھے۔[1] اس میں کبھی آپ الم تنزیل کے برابر کی سورت پڑھتے۔ کبھی ''سبح اسم ربک الاعلی''[2] اور ''واللیل اذا یغشی'' اور کبھی ''والسماء ذات البروج'' اور ''والسماء والطارق'' پڑھا کرتے تھے۔

عصر میں قرأت:

رہی عصر کی نماز تو اس میں ظہر سے نصف قرأت ہوتی۔ جب لمبی کرتے تو لمبی ہوتی جب اسے چھوٹا کرتے تو یہ بھی چھوٹی ہوتی۔

مغرب میں قرأت:

مغرب کی نماز میں آپ کا جو طریقہ تھا آج کل عمل اس کے خلاف ہے۔ آپ نے کبھی اس کی دو رکعتوں میں سورۃ الاعراف پڑھی۔ کبھی ''الطور'' اور کبھی ''المرسلات''۔ ابو عمر ابن عبد اللہؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے مغرب میں المص ''الاعراف'' پڑھی۔[3] آپ نے اس میں ''الصافات'' پڑھی۔ آپ نے اس میں حم ''الدخان'' پڑھی۔ آپ نے اس میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی۔ آپ نے اس میں ''والتین والزیتون'' پڑھی۔ آپ نے اس میں معوذتین پڑھیں۔ اور آپ نے اس میں ''المرسلات'' پڑھی۔ آپ اس نماز میں قصار مفصل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں یہ سب روایات صحیح اور مشہور ہیں۔ ابن عبد اللہ کی بات ختم ہوئی۔

اس نماز میں جو ہمیشہ قصار مفصل کا پڑھنا لازم بن گیا ہے تو یہ مروان بن حکم کے

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۰۲۰)۔ [2] صحیح مسلم (۱۷۹/۴)۔

[3] سنن نسائی مع شرح السیوطی (۱۷۰/۲)۔

فعل سے ہے۔ اس پر حضرت زیدؓ بن ثابت نے رد بھی کیا تھا جب انہوں نے فرمایا تجھے کیا ہے کہ تو مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتا ہے جبکہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ دو لمبیوں میں سے لمبی سورت مغرب میں پڑھتے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا دو لمبیوں میں سے لمبی کیا ہے؟ فرمایا ''الاعراف''[1] یہ حدیث صحیح ہے اسے اہل سنن نے روایت کیا ہے۔ نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب میں سورۃ الاعراف پڑھی۔ اسے دو رکعتوں میں تقسیم کیا لہذا قصار مفصل میں سے کسی آیت یا سورۃ کی پابندی کر لینا سنت کے خلاف ہے اور یہ مروان بن حکم کا فعل ہے۔

عشاء میں قرأت:

رہی دوسری عشاء۔ تو آپ ﷺ نے اس میں "والتین والزیتون" پڑھی۔ آپ نے حضرت معاذؓ کے لیے اس نماز کے حوالہ سے "والشمس وضحاها"۔ "سبح اسم ربك الاعلىٰ"۔ "والليل اذا يغشى" اور اس طرح کی سورتیں مقرر فرمائیں۔ آپ نے ان کو اس میں سورۃ البقرہ پڑھنے سے روکا۔ جب وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ گئے تھے پھر بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں گئے۔ وہاں انہوں نے جتنی رات چاہے گزر جانے کے بعد دوبارہ انہیں عشاء پڑھائی اور اس میں سورۃ بقرہ پڑھ دی۔ اسی لئے آپ نے ان کو فرمایا تھا۔'' اے معاذ! کیا تو فتنہ باز ہے؟[2] ناقدین اسی لفظ کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ انہوں نے اس سے پہلی اور پچھلی بات پر غور نہیں کیا۔

جمعہ میں قرأت:

جمعہ کی نماز میں آپ سورۃ الجمعہ۔ المنافقین یا الغاشیہ مکمل پڑھتے[3] نیز سورۃ سبح

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۸۱۶) [2] صحیح بخاری حدیث نمبر: (۷۰۵)

[3] صحیح مسلم (۶/۱۶۶-۱۶۷)۔

اور الغاشیہ بھی پڑھتے۔ رہا یایھا الذین امنوا والی دونوں سورتوں کے آخری حصہ کو پڑھنا تو آپؐ نے ایسا کبھی نہ کیا تھا۔ یہ آپؐ کے اس طریقہ کے خلاف ہے جس پر آپ کا پابندی سے عمل تھا۔

عیدین میں قرأت:

عیدوں کی نمازوں میں کبھی آپ سورۃ ''ق'' اور اقتربت مکمل پڑھتے[1] اور کبھی سبح اور الغاشیہ پڑھتے۔ یہی آپ کا طریقہ رہا جس پر آپ نے ہمیشگی کی تا آنکہ آپ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ اس کو کسی چیز نے منسوخ نہ کیا۔ اسی لئے آپؐ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اسی کو اپنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فجر میں سورۃ بقرہ پڑھی طلوعِ شمس کے قریب اس سے سلام پھیرا۔ لوگوں نے کہا اے رسول اللہ کے جانشین! سورج طلوع ہونے کے قریب تھا۔ فرمایا اگر وہ طلوع ہو جاتا تو ہم کو غافل نہ پاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں سورۃ یوسف، نحل، ھود، بنی اسرائیل اور اسی طرح کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اگر آپؐ کا نماز کو لمبا پڑھانا منسوخ ہوتا تو آپ کے خلفاء راشدین پر مخفی نہ رہتا کہ اس کی اطلاع ناقدین کو ہوگئی۔ رہی وہ حدیث جو صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فجر میں ''ق والقرآن المجید'' پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ اس میں بعد سے مراد بعد الفجر ہے۔ یعنی آپ فجر کی قرأت دیگر نمازوں سے لمبی کرتے تھے اور اس کے بعد کی آپ کی نمازیں تخفیف والی ہوتی تھیں۔ اس کی ایک دلیل امؓ الفضل کا قول بھی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو والمرسلات عرفا پڑھا۔ تو کہنے لگیں: اے میرے بیٹے تو نے مجھے یہ سورۃ پڑھ کے یاد کرا دیا ہے کہ یہی وہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں پڑھتے ہوئے سنی تھی۔[2] آپ یہ آخری بات ہے۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں رہا آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ تم میں سے جو لوگوں کی امامت کرائے وہ

---

[1] صحیح مسلم (۱۹۱/٦)۔ [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷٦۳)

تخفیف کرے'' اور حضرت انسؓ کا فرمانا کہ نبی ﷺ لوگوں میں خفیف ترین نماز پڑھاتے تھے لیکن مکمل کر کے'' تو تخفیف ایک امر نسبی ہے جو اس بات کی طرف لوٹتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا فعل تھا جس پر آپ نے مواظبت کی۔ یہ مقتدیوں کے حسب خواہش نہ تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کو ایسا حکم نہ دیتے تھے جس کی خود مخالفت کرتے ہوں۔ آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے پیچھے کبیر ضعیف اور حاجت مند لوگ ہیں۔ جو کچھ آپ نے کیا وہ وہی تخفیف کا فعل ہے جس کا آپؐ نے حکم بھی دیا۔ کیونکہ یہ بھی ہوتا تھا کہ آپؐ کی نماز اس سے کئی گنا لمبی ہو۔ لیکن وہ ان میں سے طویل ترین کی نسبت سے خفیف ہی ہوتی تھی۔ آپ کا طریقہ جس پر آپ نے ہمیشگی فرمائی ہے وہ ہر اس بات پر فیصل ہے جس میں جھگڑا کرنے والی جھگڑتے ہوں۔ اس کی دلیل وہ بھی ہے جسے نسائی وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں تخفیف کا حکم دیتے تھے۔ اور ہمیں ''صافات'' کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔ تو سورۃ صافات کو پڑھنا اس تخفیف میں سے ہے جس کا آپ حکم فرماتے تھے۔

ایک منتخب سورۃ کو پڑھنا:

آپ ﷺ کسی خاص نماز کے لیے کسی خاص سورۃ کو منتخب نہ فرماتے تھے کہ اس کے سوا کوئی اور پڑھتے ہی نہ ہوں۔ ہاں جمعہ اور عیدین میں ایسا تھا۔ رہیں دیگر سب نمازیں تو ابوداؤد نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی روایت میں ذکر کیا ہے: وہ فرماتے ہیں مفصل کی ہر چھوٹی اور بڑی سورت کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ لوگوں کی امامت کراتے ہوئے فرض نماز میں پڑھتے تھے۔ آپ کا طریقہ سورتوں کو کامل پڑھنے کا تھا۔ کبھی آپ سورت کو دو رکعتوں میں پڑھتے تھے۔ کبھی آپ سورت کا اول حصہ پڑھتے۔ رہا سورتوں کا آخری یا درمیانی حصہ پڑھنا تو یہ آپ سے منقول نہ ہے۔ دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھنا آپ کا یہ عمل نفل میں تھا۔ رہا فرض تو اس میں آپ سے یہ منقول نہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی جو حدیث

ہے کہ میں ان ملتی جلتی سورتوں کو جانتا ہوں کہ جن میں سے دو سورتوں کو رسول اللہ ﷺ رکعت میں ملا دیتے تھے یعنی الرحمٰن اور نجم ایک رکعت میں ۔ اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں ۔ طور اور ذاریات ایک رکعت میں ۔ اذا وقعت اور ''ن'' ایک رکعت میں ۔ الحدیث............ ۔ تو یہ ایک فعل کی حکایت ہے جس میں اس کا محل متعین نہ ہے آیا یہ فرض میں تھا یا نفل میں؟ تو اس میں احتمال ہے ۔[1] رہا ایک ہی سورت کو دو رکعتوں میں اکٹھا پڑھنا تو کم ہی آپ ایسا کرتے تھے ۔ ابوداؤد نے جہینہ کے ایک شخص سے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت پڑھتے ہوئے سنا ۔ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے یا آپ نے عمداً اس کو پڑھا؟ ۔[2]

صبح کی پہلی رکعت کو لمبا کرنا:

آپ ﷺ صبح کی پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرتے تھے ۔ ہر نماز میں بھی آپ ایسا کرتے تھے ۔ کبھی آپ پہلی رکعت کو اتنا لمبا کرتے کہ قدم چلنے کی آواز نہ سنائی دیتی ۔[3] آپ صبح کی نماز کو دیگر سب نمازوں کی نسبت سے لمبا کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا قرآن حاضر کیا گیا ہے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۔ ان دونوں اقوال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو نزول الٰہی ہے آیا وہ صبح کی نماز مکمل ہونے تک رہتا ہے یا طلوع فجر تک رہتا ہے؟ اس حوالہ سے یہ بھی مروی ہے اور وہ بھی مروی ہے ۔ نیز اس کے لمبا کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب فجر کی رکعات کی تعداد کم رکھی گئی ہے تو جتنی تعداد کم ہے اس کے عوض میں اس کو لمبا کر دیا گیا ہے ۔

---

[1] اور یہ اصول معروف ہے کہ ''احتمال سے استدلال ثابت نہیں ہوتا ۔'' از مترجم ۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۸۱۶) ۔

[3] شائد اس کا مفہوم یہ ہے کہ سب نمازی آ جائیں اور اب کسی کے آنے کی آواز نہ آئے واللہ اعلم ۔ از مترجم ۔

نیز یہ بھی کہ یہ نیند کے بعد ہوتی ہے جبکہ لوگ آرام میں ہوتے ہیں۔

نیز یہ بھی کہ ابھی تک ذرائع معاش اور اسباب دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

نیز یہ بھی کہ یہ نماز کان، زبان اور دل کی ہم آہنگی کے وقت ہوتی ہے کیونکہ یہ سب فارغ ہوتے ہیں کوئی مصروفیت نہیں ہوتی۔ لہٰذا آدمی قرآن کو سمجھتا ہے اور اس پر غور کرتا ہے۔

نیز یہ بھی کہ یہ عمل کی بنیاد اور شروع ہے۔ لہذا اس کو فضیلت دی گئی ہے کہ اس کا اہتمام کیا جائے اور اسے لمبا کیا جائے۔ یہ ایسے رموز ہیں جن کی معرفت صرف ان لوگوں کو ہے جن کی شریعت کے رازں اس کے مقاصد اور اس کی حکمتوں پر نظر ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کی قرأت کی کیفیت:

آپ کی قرأت لمبی لمبی ہوتی تھی۔ ہر آیت پر ٹھہرتے اور وہاں اپنی آواز کو لمبا کرتے تھے۔[1] امام ابن القیم کی بات ختم ہوئی۔

دورانِ قرأت کیا مستحب ہے؟

دورانِ قرأت آواز کو اچھا اور خوبصورت بنانا مسنون ہے۔ لہٰذا حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو خوبصورت کرو۔''[2]

اور فرمایا ''وہ ہم میں سے نہیں جس نے اپنی آواز کے ساتھ قرآن کو مترنم نہ کیا۔ اور فرمایا قرآن کے لیے سب سے اچھی آواز اس شخص کی ہے کہ جس کو تم سنو اور یہ سمجھ لو کہ یہ اللہ سے ڈرتا ہے۔'' اور فرمایا ''اللہ نے کسی بات کا اتنا اذن[3] نہیں کیا جتنا نبی کو قرآن کو مترنم کرنے کے لیے حسن صوت کا اذن کیا۔''[4]

---

1. سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۱۵)۔
2. سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۱۶)۔
3. یہاں اذن کا معنی استمع یعنی غور سے سنتا ہے۔
4. سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۱۹)۔

نووی فرماتے ہیں: یہ قرأت کرنے والے کے لیے خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ جب وہ آیت رحمت سے گزرے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے۔ اور جب آیت عذاب سے گزرے تو جہنم سے یا عذاب سے۔ یا شر سے۔ یا بری جگہ سے پناہ مانگے یا یہ کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَافِیَۃَ یا اس طرح کے الفاظ۔ جس ایسی آیت سے گزرے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تنزیہ ہو۔ تو اللہ کی تنزیہ کرے اور سبحانہ وتعالیٰ یا تبارک اللہ رب العالمین کہے۔ یا کہے جلت عظمۃ ربنا یا اس طرح کے اور الفاظ۔ حضرت حذیفہ بن عیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ایک رات میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ البقرہ شروع کر دی میں نے کہا آپ سو (۱۰۰) پر رکوع کریں گے۔ آپ چلتے گئے۔ میں نے کہا اس کو ساری نماز میں پڑھیں گے۔ لیکن آپ چلتے گئے۔ میں نے کہا اس (کے اختتام) پر رکوع کریں گے (لیکن آپ چلتے گئے) پھر آپ نے آل عمران شروع کی۔ اس کو پڑھ دیا۔ پھر النساء شروع کر دیا تو اس کو بھی پڑھ دیا۔ آپ آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ جب آپ تسبیح کی آیت پر گزرتے تسبیح کہتے۔ جب سوال پر گزرتے سوال کرتے۔ جب تعوذ پر گزرتے پناہ مانگتے۔[1] (مسلم)

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مستحب ہے یعنی قاری تسبیح' سوال اور استعاذہ کرے۔ نماز میں ہو یا نہ ہو۔ امام ہو' مقتدی ہو یا منفرد۔[2] کیونکہ یہ تو دعا ہے اس میں سب برابر ہیں۔ جیسے آمین کہنا ہے۔ جو شخص بھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ کہے اس کے لیے بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذَالِكَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ کہنا مستحب ہے۔ جب اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی پڑھے تو بَلٰی اَشْھَدُ کہے گا۔ جب فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ پڑھے آمَنْتُ بِاللّٰہِ کہے گا۔ اور جب سبح اسم ربك الاعلی کہے تو سبحان ربی الاعلی کہے گا۔ وہ یہ نماز میں بھی کہے گا اور نماز

---

1. صحیح مسلم (۶/۶۲-۶۱)۔ 2. سامع کے کہنے پر احتمال ہے کسی صحیح روایت میں نہیں آیا۔ (مصحح)

کے علاوہ بھی۔

قرأت کو جہر اور سری رکھنے کے مقامات:

نمازی کے لیے ان نمازوں میں قرأت کو جہر کرنا مسنون ہے۔ صبح اور جمعہ کی دونوں رکعتوں میں' مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں' عیدین کسوف اور استسقاء میں۔ جبکہ سری قرأت ظہر میں۔ عصر میں مغرب کی تیسری رکعت میں' عشاء کی دوسری دو رکعتوں میں ہوگی۔ رہے دیگر نوافل تو دن والوں میں جہر قرأت نہ ہو گی۔ جبکہ رات والوں میں جہری اور سری کے مابین اختیار ہے۔ افضل طریقہ درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک رات ابو بکرؓ کے پاس سے گزرے وہ اپنی آواز کو پست رکھ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی آواز بلند کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب دونوں آپ کے پاس جمع ہوئے فرمایا ابو بکرؓ! میں تیرے پاس سے گزرا تو تو اپنی آواز آہستہ رکھ کے نماز پڑھا رہا تھا؟ کہنے لگے اے اللہ کے پیغمبر! میں نے اس (اللہ) کو سنا دیا جس سے میں نے سرگوشی کی۔ آپ نے عمرؓ کو فرمایا میں تیرے پاس سے گزرا تو تو بلند آواز سے نماز پڑھ رہا تھا؟ کہنے لگے اے اللہ کے پیغمبر! میں سونے والے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور بھگاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو بکرؓ اپنی آواز کو کچھ بلند کرو۔ اور عمرؓ کو فرمایا'' تو اپنی آواز کو کچھ آہستہ کرو۔''[1] اگر آدمی بھول جائے جہر کی بجائے قرأت سری کرے یا سری کی جگہ جہر کر دے تو اس پر کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور اگر اسے دورانِ قرأت یاد آئے تو اسی پر بنیاد رکھ دے گا۔

قرأت خلف الامام:

اصل یہ ہے کہ فرض اور نفل کی رکعات میں سے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔ جیسا کہ فرائض صلاۃ میں گزرا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ مقتدی

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۱۳۲۹)۔

سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے۔ اس پر جہری نمازوں میں خاموش رہنا اور غور سے سننا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. ﴾

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس پر کان لگا دو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو۔''[1]

یہ حدیث بھی اسی پر محمول ہوگی کہ ''جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لیے قرأت ہے۔'' یعنی امام کی قرأت اس کے لیے جہری نماز میں قرأت ہوگی۔ رہی سری نماز تو اس میں مقتدی پر قرأت لازم ہے۔ اسی طرح اس پر جہری نماز میں بھی قرأت واجب ہوگی لیکن اس انداز سے کہ وہ امام کی قرأت بھی غور سے سن سکے۔

ابو بکر بن الصربی نے فرمایا: جس بات کو ہم ترجیح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ سری نمازوں میں قرأت واجب ہے۔ اس لیے کہ روایات کا عموم اس پر دلیل ہے۔[2] رہا جہری نمازوں میں تو اس کی کوئی راہ نہ ہے۔[3] اس کی درج ذیل تین وجوہ ہیں:

اول:

یہ عمل اہل مدینہ ہے۔ دوسری بات یہ قرآن کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا۔ سنت سے دو حدیثوں نے اس کی

---

۱ صحیح مسلم (ج نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۱)

۲ جو وجوب قرأت (یعنی مقتدی پر) کے دلائل ہیں وہ فرائض صلاۃ میں گزر چکے ہیں۔

۳ عموم اپنی اصل پر رہتا ہے جب تک خصوص نہ آئے۔ لہذا: سورۃ فاتحہ کی مقتدی کے لیے جہری نمازوں میں قرأت خصوص سے ثابت ہے۔ لہذا: سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ثبوت مضبوط ہے۔ از مترجم۔

تاکید کی ان میں سے ایک حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث ہے کہ ''مجھے معلوم ہو گیا۔[۱] کہ تم میں سے کوئی اس پر مجھ سے نزاع کر رہا ہے۔[۲]

ثانی:

آپ کا فرمان: ''وَاِذَاقَرَءَ فَانْصِتُوْا.''

ثالث:

اس بات پر ترجیح کہ امام کے ساتھ قرأت کرنے کی کوئی راہ نہ ہے۔ تو آدمی کب پڑھے گا؟ اگر کہا جائے کہ امام کے سکتہ میں پڑھے گا تو ہم کہیں گے کہ امام کو سکوت لازم نہ ہے۔ تو اس بات پر فرض کو کیسے جوڑا/سوار کر دیا جائے جو خود فرض نہ ہے؟۔ ہاں ہاں یہ ضرور ہے کہ جہر کے ساتھ بھی قرأت کی ایک صورت ہم کو ملتی ہے وہ ہے تدبر اور تفکر کے ساتھ دل میں پڑھنا۔ یہی قرآن و حدیث کا نظام اور عبادت کی روح ہے۔ نیز سنت کی پابندی اور ترجیح پر عمل کی صورت میں ہے۔ انتھی۔ یہ زھریؒ اور ابن المبارکؒ کا پسندیدہ مذہب ہے۔ امام مالکؒ' احمدؒ اور اسحاقؒ کا قول بھی یہی ہے۔ نیز امام ابن تیمیہؒ نے اسی موقف کی نصرت کی اور اس کی راجح بتلایا ہے۔

۷- پھرتے وقت تکبیرات:

ہر دفعہ اٹھنے' جھکنے' قیام اور قعود میں آدمی تکبیر کہے گا۔ ماسوائے اس کے کہ جب رکوع سے اٹھے اس وقت آدمی سمع الله لمن حمده کہے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ہر جھکنے اٹھنے قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے۔[۳] اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے پھر فرماتے ہیں

---

[۱] جب نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلى پڑھی۔ تو آپ نے اس کو یہ فرمایا۔

[۲] حدیث میں وارد لفظ خالجنیھا کا مطلب ہے۔ ''وہ مجھ سے اس کے متعلق نزاع کرتا ہے۔''

[۳] مؤطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ۔

اسی پر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے جن میں ابوبکر' عمر' عثمان علی رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔ اور ان کے بعد تابعین ہیں' اور اسی پر عام علماء اور فقہاء کا فتویٰ ہے۔ انتھیٰ۔ ابوبکر عبدالرحمٰن بن الحارثؒ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تکبیر کہتے۔ پھر رکوع سے جب اپنی کمر کو اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے۔ پھر آپ کھڑے کھڑے کہتے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یہ سجدے سے پہلے کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب اپنا سر اٹھاتے تکبیر کہتے۔ پھر جب دو رکعت سے بیٹھ کر اٹھتے تکبیر کہتے۔ پھر یہ ہر رکعت میں کرتے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آپ کی نماز ایسی ہی تھی حتی کہ آپ دنیا چھوڑ گئے[1] عکرمہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا میں نے بطحاء میں ظہر کی نماز ایک احمق شیخ کے پیچھے پڑھی تو اس نے بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ جب سجدہ کرتا تکبیر کہتا اور جب اپنا سر اٹھاتا تو بھی۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ ابو القاسم ﷺ کی نماز ہے۔[2] جب آدمی پھرنے لگے تو تکبیر کو شروع کرنا مستحب ہے۔

۸- رکوع کی حالتیں:

رکوع میں واجب صرف اس انداز میں جھکنا ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں سے مل جائیں۔ لیکن اس میں سنت یہ ہے کہ جھکنے کے ساتھ سر برابر ہو۔ اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر سہارا دے دیا جائے۔ لیکن ان کو پہلوؤں سے الگ رکھا جائے۔ انگلیوں کو گھٹنے اور ساق/ پنڈلی پھیلا دیا جائے اور کمر کو بچھا دیا جائے۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے۔ ''انہوں نے رکوع کیا' اپنے بازوؤں کو ہٹائے رکھا' ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اپنی

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۳۶)۔

۲ مسند امام احمد طبع بیروت۔

انگلیوں کو اپنے گھٹنوں کے پیچھے سے کھول (کر پھیلا) دیا۔ اور فرمایا اس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔[1]

حضرت ابو حمید سے مروی ہے نبی ﷺ جب رکوع کرتے اعتدال کرتے تصویب اور تقنیع[2] نہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر ایسے رکھا گویا ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔ (نسائی)۔ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''جب آپ رکوع کرتے اپنے سر کو نہ اٹھاتے اور نہ جھکاتے۔ لیکن اس کے دوران رہتے۔[3] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ رکوع کرنے اگر آپ کی پشت پر پانی کا پیالہ رکھا جائے تو وہ نہ گرے۔[4] حضرت مصعب بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی میں نے اپنی ہتھیلیوں کے مابین تطبیق[5] کر لی پھر میں نے ان کو اپنی رانوں کے مابین کر دیا۔ انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا ہم اس طرح کرتے تھے۔ تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔[6]

۹- اس میں ذکر:

رکوع میں سبحان ربی العظیم کے الفاظ سے ذکر مستحب ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب یہ آیت اتری فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا اس کو تم اپنے رکوع میں کر لو۔ (احمد' ابوداؤد وغیرہ باسناد

۱۔ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۳۸)۔
۲۔ تقنیع کا مطلب اوپر اٹھانا جبکہ تصویب سے مراد نیچے جھکانا ہے۔
۳۔ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۴۰)۔
۴۔ یعنی آپ کی کمر برابر ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی چیز نہ گرے گی۔
۵۔ تطبیق کا یہی مفہوم ہے جو عبارت میں درج ہے۔ از مترجم۔
۶۔ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۳۳)۔

جید)۔حضرت حذیفہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔آپ اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے تھے۔[1] رہے سبحان ربی العظیم وبحمدہ کے الفاظ تو یہ متعدد طرق سے مروی ہیں جو کہ سب ضعیف ہیں۔

شوکانی فرماتے ہیں: یہ طرق باہم تائید کرتے ہیں۔لیکن درست یہ ہے نمازی تسبیح پر اکتفاء کرے۔یا اس کے ساتھ درج ذیل اذکار میں سے کوئی ملالے:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ جب رکوع کرتے فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعۡتُ، وَبِکَ آمَنۡتُ، وَلَکَ أَسۡلَمۡتُ، أَنۡتَ رَبِّیۡ خَشَعَ سَمۡعِیۡ وَبَصَرِیۡ وَمُخِّیۡ وَعَظۡمِیۡ وَعَصَبِیۡ وَمَا اسۡتَقَلَّتۡ بِہٖ قَدَمِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔))[2]

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے لیے، رکوع کیا، میں تجھ پر ایمان لایا، میں تیرے لئے فرمانبردار ہوا۔تو میرا رب ہے۔میرے کان، آنکھ، دماغ، ہڈی، پٹھے اور جو کچھ (جسم) میرے پاؤں نے اٹھا رکھا ہے۔(سب تیرے) تابع ہو گئے۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے۔" سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ[3] رَبُّ الۡمَلَائِکَۃِ وَالرُّوۡحِ."[4]

۳۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے مروی ہے: فرماتے ہیں ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا آپؐ نے سورۂ بقرہ پڑھی..........تا آنکہ

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر(۱۰۴۷)۔

[2] سنن نسائی حدیث نمبر(۱۰۵۲)۔

[3] اس میں فصیح عبارت شروع میں ضمہ ہے۔یہ دونوں مبتداء محذوف انت کی خبر ہیں۔درحقیقت اس کا مفہوم یہ ہوگا تو ہر اس چیز سے پاک اور منزہ ہے جو تیرے جلال کے لائق نہ ہے۔

[4] سنن نسائی حدیث نمبر(۱۰۴۹)۔

فرمایا آپ اپنے رکوع میں یہ پڑھتے تھے۔"سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ."[۱]

۴- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں اکثر یہ کہا کرتے تھے۔"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ" آپ قرآن پر عمل کرتے تھے۔[۲]

۱۰- رکوع سے اٹھ کر اذکار اور اعتدال:[۳]

نمازی گو امام ہو مقتدی ہو یا منفرد اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو ربنا ولک الحمد یا اللهم ربنا ولک الحمد۔ کہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے جب نبی ﷺ رکوع سے اپنی کمر اٹھاتے سمع الله لمن حمده کہتے۔ پھر آپ کھڑے ہونے کی حالت میں ربنا ولک الحمد کہتے۔[۴]

اور بخاری میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے جب وہ (امام) سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا ولک الحمد کہو۔[۵] بعض علماء کی رائے ہے کہ مقتدی سمع الله لمن حمده نہیں کہے گا۔ بلکہ وہ جب اسے امام سے سنے تو اس حدیث کی رو سے اللهم ربنا ولک الحمد کہے گا۔ نیز احمد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا ولک الحمد کہو۔ جس کا (یہ) کہنا فرشتوں کے کہنے سے مل گیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[۶]

---

۱ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۵۰)۔
۲ یعنی آپ اللہ کے فرمان فسبح بحمد ربك واستغفره پر عمل کرتے تھے۔
۳ اعتدال سے مراد رکوع سے اٹھ کر برابر کھڑے ہو جانا ہے۔ از مترجم۔
۴ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۶۱)۔ ۵ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۶۲)۔
۶ صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۹۶)۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اصلی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر نمازی تسبیح[1] وتحمید کو اکٹھا کہے گا گو وہ مقتدی ہو۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی دونوں کو اکٹھا نہ کہے گا بلکہ صرف تحمید کہے گا۔ ان کے جواب میں امام نووی کی ذکر کردہ یہ بات لائی جا سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب نے کہا اس کا مطلب ہے کہ تم ربنا لک الحمد کہو۔ ساتھ ہی تم کو آپ کا سمع اللہ لمن حمد کہنا معلوم ہو گیا۔ اس کا خاص ذکر صرف اس لئے کیا گیا کہ وہ نبی ﷺ کا سمع اللہ لمن حمدہ جہر سنتے تھے اس میں سنت جہر ہے۔ وہ آپ کا ربنا لک الحمد نہ سنتے تھے کہ آپؐ اسے سری کہتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کا فرمان صلوا کما رایتمونی اصلی جانتے تھے ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ کی مطلق اقتداء بھی ان کو معلوم تھی۔ وہ سمع اللہ لمن حمدہ میں موافقت کرتے تھے۔ لہذا آپ کو اس کا حکم دینے کی ضرورت نہ پڑی۔ وہ ربنا لک الحمد نہ جانتے تھے لہذا ان کو اس کا حکم دیا گیا تحمید میں یہ کم از کم الفاظ ہیں جن پر بوقت اعتدال اکتفاء کیا جائے گا۔ درج ذیل احادیث میں سے کچھ مزید پڑھ لینا بھی مستحب ہے۔

۱- حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی ہے: فرماتے ہیں ایک روز ہم نبیؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا فرمایا: سمع اللہ لمن حمدہ۔ آپ کے پیچھے ایک آدمی نے کہا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ. جب رسول اللہؐ نے سلام پھیرا۔ فرمایا ابھی کون بولا تھا؟ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے پیغمبر میں تھا! تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے تیس (۳۰) اور کچھ[2] فرشتے دیکھے جو اس کی طرف جلدی کر رہے تھے کہ اسے پہلے کون لکھے گا۔[3]

---

[1] کتاب میں لفظ تسبیح ہے جبکہ تسمیع مناسب ہے۔ جو سمع اللہ لمن حمدہ کا خلاصہ ہے جبکہ تحمید ربنا ولک الحمد کا خلاصہ ہے۔ از مترجم۔

[2] حدیث میں وارد لفظ البضع تین سے دس تک کے عدد پر بولا جاتا ہے۔

[3] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۹۸)۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اٹھتے فرماتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ[1] السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. (احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

۳- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ رکوع سے اپنا سر اٹھا کر فرماتے تھے یا دعا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمَاءِ وَمِلْأَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَنَقِّنِيْ مِنْهَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ۔"[2]

اس دعا کا مفہوم کامل طہارت کی درخواست ہے۔

۴- حضرت ابوسعیدؓ خدری فرماتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ اَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ[3] اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ۔ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَّا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ۔ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔[4]

---

۱ مل میں مشہور طریقہ ہمزہ کا فتحہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حمد کو جسم مل جائے تو وہ اپنی برائی کی وجہ سے آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کو بھر دے۔

۲ صحیح مسلم حدیث نمبر: (۱۰۶۹-۱۰۶۸)

۳ أهل الثناء والمجد: أهل اختصاص یا نداء کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یا اهل الثناء یا أمدح اهل الثناء. الجد مشہور قرأت جیم پر فتحہ ہے۔ مطلب حصہ، عظمت اور غنیٰ ہے۔ یعنی اسے یہ چیز نفع نہ دے گی۔ اسے صرف عمل صالح نفع دے گا۔

۴ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۰۷۱)۔

۵- آپ ﷺ سے صحیح مروی ہے کہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ لِرَبِّیَ الْحَمْد بِرَبِّی الْحَمْد. حتی کہ آپ کا اعتدال آپ کے رکوع کے برابر ہو جاتا۔

۱۱-سجدہ کے لیے جھکنے اوراس سے اٹھنے کا طریقہ:

جمہور کا مذہب (سجدہ میں) ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر لگانے کا استحباب ہے۔ اسے ابن المنذرؒ نے عمر النخعیؒ، مسلم بنؒ یسار، سفیان ثوریؒ، احمد اسحاقؒ اور اصحاب الرائے سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں انتھیٰ۔ ابو الطیب نے اسے اکثر فقہاء سے بیان کیا ہے۔

ابن القیمؒ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھتے تھے پھر بعد میں ہاتھ رکھتے پھر اپنے پیشانی اور ناک۔ یہی وہ صحیح روایت ہے جسے شریک نے عاصم بن کلیب عن ابیہ سے بیان کیا ہے...... کہ حضرت وائل بن حجرؒ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ جب سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے اٹھاتے۔[1] آپ کے اس فعل پر اس سے خلاف روایت نہ ہے۔ انتھیٰ۔ امام مالکؒ، اوزاعیؒ اور ابن حزمؒ کا مذہب گھٹنوں سے قبل ہاتھ رکھنے کا استحباب ہے۔ یہ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت ہے۔

اوزاعیؒ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے قبل رکھتے ہیں۔ ابن ابی داوُدؒ نے فرمایا اصحاب[2] الحدیث کا یہی قول ہے۔ رہا سجدہ سے دوسری رکعت کے لیے اٹھنے کا طریقہ تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے گھٹنے۔ جبکہ دوسروں کے نزدیک اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے اٹھائے گا۔

---

[1] سنن ابوداوُد (باب نمبر ۳۹۲ حدیث نمبر ۸۲۹) [2] اصحاب الحدیث: اہل حدیث کا دوسرا نام ہے۔

سجود کی ہیئت:

سجدہ کرنے والے کے لیے اپنے سجدوں میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا مستحب ہے:

۱- اپنی ناک' پیشانی اور ہاتھوں کو زمین پر لگانا نیز ان کو پہلوؤں سے ہٹا کر رکھنا۔ حضرت وائلؓ بن حجر سے مروی ہے: ''جب نبی ﷺ سجدہ کرتے اپنی پیشانی کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے مابین رکھتے۔ اور اپنی بغلوں کو کھول کر رکھتے۔[۱]

حضرت ابوحمیدؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر لگاتے۔ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ہٹا کر رکھتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے کندھوں کے برابر رکھتے۔ (ابن خزیمہ' ترمذی) اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[۲]

۲- دونوں ہتھیلیوں کو کانوں یا کندھوں کے برابر رکھنا۔ اس (کانوں) میں اور اس (کندھوں) کے متعلق روایات آئی ہیں۔ بعض علماء نے دونوں روایتوں کو جمع کرنے کی صورت بتائی ہے کہ آدمی انگوٹھوں کے کناروں کو کانوں کے برابر کرے جبکہ اس کی ہتھیلیاں اس کے کندھوں کے براجر ہوں۔

۳- اپنی انگلیوں کو لمبا کر کے پھیلائے۔ حاکم اور ابن حبان میں ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کرتے اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی کرتے اور جب سجدہ کرتے اپنی انگلیوں کو بند کرے۔[۳]

۴- اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کر لے۔ بخاری میں حضرت ابوحمیدؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ وہ (بہت) پھیلائے ہوں اور نہ بند کئے ہوں۔ اور آپ اپنے پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۳۶)۔ ۲ جامع ترمذی نمبر ۱ ابواب الصلوۃ۔
۳ صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر (۶۴۲)۔

قبلہ رخ کرتے۔[1]

۱۳-سجود کی مقدار اور ان کے اذکار:

سجدہ کنندہ کے لیے اپنے سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہنا مستحب ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں جب آیت سبح اسم ربک الاعلی اتری نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کو تم اپنے سجدوں میں کرلو۔[2]

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ اپنے سجدوں میں ''سبحان ربی الاعلی'' پڑھا کرتے تھے۔ (احمد' مسلم اصحاب السنن) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

مناسب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں تسبیح ہے اس کی تعداد تین تسبیحات سے کم نہ ہو۔

ترمذی فرماتے ہیں: اس پر اہل علم کا عمل ہے وہ مستحب سمجھتے تھے کہ آدمی رکوع اور سجود میں تین تسبیحات سے کم نہ کرے۔ انتہی۔ رہا یہ کہ کم از کم کتنا کافی ہے؟ تو جمہور کی رائے یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں کم از کم ایک تسبیح کی مقدار کافی ہے۔ اور یہ بات گزر چکی ہے کہ فرض اطمینان ہے اور وہ ایک تسبیح کے بقدر[3] اندازہ کیا گیا ہے۔

رہا تسبیح کو کامل کرنا:

تو اس کا اندازہ بعض علماء نے دس (۱۰) تسبیح رکھا ہے۔ کیونکہ حضرت سعد بن جبیرؓ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''اس لڑکے سے بڑھ کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے مشابہ کسی کو نہیں پایا مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ ہم نے رکوع کا اندازہ[4] لگایا تو دس تسبیحات تھیں۔

۱۔ صحیح بخاری (جلد نمبر ا باب نمبر ۵۲۱)۔

۲۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر: (۸۶۹)۔

۳۔ احادیث کے مطابق کم از کم مقدار جو کفایت کرے گی وہ تین تسبیحات ہیں۔ از مترجم۔

۴۔ حدیث میں وارد لفظ حزرنا کا مطلب ہے کہ ہم نے اندازہ لگایا۔

اور سجدہ میں بھی دس تسبیحات۔[1]

شوکانی فرماتے ہیں: اس میں ان لوگوں کے لیے حجت ہے جو کہتے ہیں کہ تسبیحات کا کمال دس تسبیحات ہیں۔ درست بات یہ ہے کہ اکیلا شخص جتنی تسبیحات چاہے پڑھ لے اور جب وہ زیادہ کرلے بہتر ہے۔ وہ صحیح احادیث بھی یہی بات بتا رہی ہیں جن میں آپ ﷺ کے اس کو لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ اسی طرح امام بھی لمبا کر سکتا ہے بشرطیکہ مقتدیوں کو لمبا کرنے میں تکلیف نہ ہو۔ انتہیٰ۔

ابن عبداللہؒ فرماتے ہیں: ہر امام کے لیے تخفیف ہی مناسب ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے گو کہ اس کو اپنے پچھلوں کی قوت برداشت بھی معلوم ہو لیکن اسے کیا پتہ کہ کوئی نئی بات پیش آ جائے کوئی نئی ضرورت، حاجت، نیا معاملہ وغیرہ پیش آ جائے۔ ابن المبارکؒ فرماتے ہیں: امام کے لیے پانچ تسبیحات پڑھنا مستحب ہے تاکہ اس سے پچھلے تین تسبیحات تو پا سکیں۔ نماز کے لیے مستحب ہے کہ وہ محض تسبیحات پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اس پر مزید کچھ دعا بھی کرلے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے رب کے قریب ترین تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو تو تم اس میں حالت میں قرأت سے منع کیا گیا ہے۔ رکوع جو ہے اس میں تم رب کی عظمت بیان کرو۔ جبکہ سجدہ میں دعا کی زیادہ کوشش کرو بہت لائق[3] ہے کہ تمہاری دعا قبول کرلی جائے۔[2]

اس متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے۔ فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أُسْلَمْتُ، سَجَدَ

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۸۸)۔ [2] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۴۶)۔

[3] حدیث میں وارد لفظ قمن میں ق اور م پر فتح یا م پر کسرہ ہے مراد ''حق دار'' اور ''لائق'' ہے۔

وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُوَرَهُ فَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)) (رواه أحمد ومسلم)

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے لئے سجدہ کیا۔ تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے لئے فرمانبردار ہوا۔ میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا۔ اس کی تصویر بنائی تو اس کی تصویر اچھی بنائی۔ اس کے سمع اور بصر کو کھولا۔ بابرکت ہے۔ اللہ جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔"[1]

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کا طریقہ بتاتے ہیں۔ فرمایا پھر آپ نماز کے لیے نکلے۔ آپ نے نماز پڑھی آپ اپنی نماز میں یا سجود میں یہ پڑھتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَاَمَامِيْ نُوْرًا وَخَلْفِيْ نُوْرًا وَفَوْقِيْ نُوْرًا وَتَحْتِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا قَالَ شُعْبَةُ: أَوْ قَالَ: ((اجْعَلْ لِيْ نُوْرًا۔))۔[2]

ترجمہ: اے اللہ میرے دل میں نور کر دے۔ میرے کانوں میں نور، میری آنکھوں میں نور، میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے آگے نور، میرے پیچھے نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور اور مجھے نور کر دے۔ شعبہؒ کہتے ہیں یا فرمایا میرے لیے نور کر دے۔

نوویؒ فرماتے ہیں: علماء نے فرمایا: آپ نے اپنے تمام اعضاء اور اطراف میں نور مانگا ہے۔ اس سے مراد حق کی وضاحت اور اس کی طرف ہدایت ہے۔ لہذا آپ نے اپنے تمام اعضاء، اپنے جسم، اپنے تصرفات، تعلبات، حالت، مجموعی حال اور چھ

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۶۰) اور صحیح مسلم (۶/۶۱-۶۰)

[2] صحیح مسلم (۶/۴۹-۵۲)۔

اطراف کے لیے نور مانگا۔ تاکہ ان میں سے کوئی چیز حق سے روگردانی نہ کر سکے۔

۳- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو ان کے بستر پر موجود نہ پایا۔ اپنے ہاتھ سے ٹٹولا۔ میرے ہاتھ آپ کو جا لگا کہ آپ حالتِ سجدہ میں تھے اور فرما رہے تھے۔

"رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَ مَوْلَاهَا۔"

ترجمہ: اے پروردگار! میرے نفس کو اس کا تقویٰ دے دے۔ اسے پاک کر دے تو ہی اس کو بہترین پاک کرنے والا ہے۔ تو اس کا ولی ہے اور اس کا مولیٰ ہے۔[1]

۴- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے سجدوں میں کہا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبَهٗ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔))[2]

ترجمہ: اے اللہ میرے سب گناہ معاف کر دے۔ چھوٹے بھی،[3] بڑے بھی، پہلے بھی، پچھلے بھی، علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی۔

۵- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے ایک رات نبی ﷺ کو موجود نہ پایا میں نے آپ کو مسجد میں ڈھونڈھا۔ تو آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے قدم کھڑے[4] تھے آپ پڑھ رہے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ

---

۱ دیکھیے حصن حصین للجزری (۲۰۴)   ۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۷۸)

۳ حدیث وارد لفظ دقہ میں "د" پر زیر ہے مطلب چھوٹے۔ جلہ میں "ج" پر پیش یا زیر ہے۔ مطلب: بڑے۔

۴ سجدہ میں دونوں ایڑیوں کو ملانے کا بھی ذکر ہے۔ (بیہقی عن عائشہؓ)

كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ)) [1]

ترجمہ: اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔ تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیرے ساتھ تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری ثناء کو شمار کو شمار نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی ذات کی ثناء کی ہے۔''

۶- انہی سے مروی ہے۔ انہوں نے ایک رات آپ ﷺ کو موجود نہ پایا۔ فرماتی ہیں میں نے گمان کیا کہ آپ اپنی کسی بیوی کے پاس چلے گئے۔ لہٰذا: میں نے آپ کو ڈھونڈھا تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے اور یہ پڑھ رہے تھے۔

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔))

ترجمہ: اے اللہ تو پاک ہے اور تیری تعریف ہے تیرے سوا کوئی معبود نہ ہے۔ [2] میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں ایک حالت میں ہوں۔ جبکہ آپ ایک اور حالت میں ہے۔

۷- آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں یہ بھی پڑھا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ ' وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ' وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ' وَخَطَئِيْ' وَعَمْدِيْ' وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ' وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ۔ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))

ترجمہ: اے اللہ مجھ سے میری خطاء اور نادانی معاف کر دے۔ میرے معاملے میں میرا اسراف بھی اور وہ کچھ بھی جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ مجھ سے میرے ارادہ کے گناہ معاف کر دے۔ میرے مزاح

---

[1] سنن ابو داؤد حدیث نمبر (۸۷۹)۔

[2] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۱۳۲)۔

والے بھی میری خطاء بھی' میرا عمد بھی اور یہ سب گناہ میرے پاس ہیں۔
اے اللہ مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے پہلے کئے۔ جو پیچھے کئے جو پوشیدہ کئے اور جو علانیہ کئے۔ تو ہی میرا الہ ہے۔ تیرے سوا کوئی الہ نہ ہے۔

۱۴- دو سجدوں کے مابین بیٹھنے کا طریقہ:

دو سجدوں کے مابین بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی ''افتراش'' سے بیٹھے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں کو موڑے اسے بچھالے اور اس پر بیٹھے۔ جبکہ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اس کی انگلیوں کے کنارے قبلہ رخ کر دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں کو کھڑا رکھتے۔[1]

حضرت ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں نماز کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی دائیں پاؤں کو کھڑا کرے۔ اس کی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف کر دے اور بائیں پر بیٹھے۔[2]

نافع فرماتے ہیں جب حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھتے ہر چیز کو قبلہ رخ کر لیتے حتیٰ کہ اپنے جوتوں کو بھی۔ (اثرم)۔ حضرت ابو حمید کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ مروی ہے۔ ''پھر آ نے اپنے بائیں پاؤں کو موڑا اور اس پر بیٹھ گئے پھر اعتدال کیا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی پھر سجدہ کے لیے جھک گئے۔[3]

اقعاء کا استحباب بھی مروی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دونوں پاؤں کو بچھالے اور پچھلے حصوں پر بیٹھ جائے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں اہل الحدیث کا یہ قول ہے۔ ابو الزبیر سے مروی ہے انہوں نے طاؤس کو کہتے ہوئے سنا: ہم نے حضرت ابن عباسؓ

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۲۸) عن ابی حمید ساعدی۔
۲۔ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۱۵۹)۔ ۳۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۳۰-۷۳۱)۔

سے پاؤں پر اقعاء کے متعلق گفتگو کی۔ تو انہوں نے فرمایا یہ سنت ہے۔ کہتے ہیں ہم نے کہا اسے ہم پاؤں پر ظلم خیال کرتے ہیں؟ تو فرمایا یہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سجدہ اولی سے اپنا سر اٹھاتے آپ اپنی انگلیوں کے کناروں پر بیٹھتے اور فرماتے یہ سنت ہے۔ طاؤس سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے ''عبادلۃ'' کو دیکھا ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن زبیر ہیں یہ ''اقعاء'' کرتے تھے۔ (یہ دونوں روایات بیہقی کی ہیں)۔

حافظ فرماتے ہیں یہ صحیح الاسناد ہیں۔ رہا اس مفہوم کا اقعاء کہ آدمی اپنی سرین کو زمین پر رکھے اور رانوں کو کھڑا کر دے تو یہ باتفاق علماء مکروہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ مجھے نبی ﷺ نے تین باتوں سے منع فرمایا مرغ کی طرح چونچ مارنے سے' کتے کی طرح اقعاء سے اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر جھانکنے سے۔ (احمد' بیہقی' طبرانی' ابو یعلی اور اس کی سند حسن ہے) جو شخص دو سجدوں کے درمیان بیٹھے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اس انداز سے رکھ دے کہ انگلیاں کھلی ہوں' ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ تھوڑی سی کشادہ ہوں اور گھٹنوں تک ختم ہوتی ہوں۔

دو سجدوں کے درمیان دعا:

آئندہ دو دعاؤں میں سے سجدوں[۲] میں کسی دعا کا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چاہیں تو اسے دہرایا بھی جا سکتا ہے۔ نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

---

۱ صحیح مسلم کتاب المساجد اور ابوداؤد حدیث نمبر (۸۳۶)۔

۲ اصل کتاب میں ''دو سجدوں میں'' کا لفظ ہے۔ لیکن ''دو سجدوں کے درمیان میں'' زیادہ مناسب ہے۔ از مترجم۔

سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان رب اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔[1]
اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ پڑھا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))[2]

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما' مجھے عافیت دے مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق دے۔[3]

۱۵- جلسہ استراحت:

یہ معمولی سا بیٹھنا ہے۔ جب نمازی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوتو دوسری رکعت اٹھنے سے قبل۔ نیز تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہونے سے چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے سے قبل یہ جلسہ ہوگا۔ اس کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ اس کی وجہ احادیث کا مختلف ہونا ہے۔ اس متعلق امام ابن القیم نے جو کچھ فرمایا ہے ہم اس کو خلاصۃ ذکر کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے آیا یہ نماز کی سنتوں میں سے ہے کہ ہر ایک کے لیے اس کا کرنا مستحب ہو۔ یا سنتوں میں سے نہ ہے بس اسے وہی کرے گا جس کو اس کی حاجت ہو؟ اس میں دو قول ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے دونوں مروی ہیں۔ خلال فرماتے ہیں: جلسہ استراحت میں امام احمد کا مرجع حضرت مالک بن الحویرث ؓ کی حدیث ہے۔ کہتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے خبر دی کہ حضرت ابو امامہ سے اٹھنے کے متعلق پوچھا گیا؟ انہوں نے فرمایا: پاؤں کے اگلے حصوں پر۔ جیسا کہ حضرت رفاعہ کی حدیث میں ہے۔ جبکہ ابن عجلان کی حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے پاؤں

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۷۴)۔
[2] اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس میں وعافنی کی جگہ واجبرنی بھی ہے۔
[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۵۰)۔

کے اگلے حصوں (کے سہارے) پر اٹھتے تھے متعدد اصحاب نبی ﷺ اور وہ لوگ آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اس جلسہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا ذکر صرف حضرت ابو حمیدؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی سیرت میں اس کا کرنا ہمیشہ ہوتا تو آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتانے والا ہر شخص یہ بھی ضرور بتاتا۔ اس میں محض آپ ﷺ کا فعل اس کے نماز کی سنتوں میں سے ہونے کی دلیل نہ ہے۔ ہاں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ آپ کا یہ کام ایسی سنت ہے جس کی پیروی کی جائے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ نے یہ کسی ضرورت کی بنا پر کیا تھا تو یہ بات اس کے نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت ہونے کی دلیل نہ بن سکے گی۔

۱۶-تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ:

تشہد کے لیے بیٹھتے وقت درج ذیل سنتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

(۱) اپنے ہاتھوں کو اس طریقے پر رکھے جو درج ذیل احادیث سے واضح ہے:

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں کو دائیں پر رکھتے اور ترپن (۵۳)[۱] کی گرہ باندھتے۔ اپنی رنگشت سبابہ سے اشارہ کرتے۔ ایک روایت میں ہے آپ اپنی سب انگلیوں کو بند کر لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے۔[۲]

۲- حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے: کہ نبی ﷺ نے اپنی بائیں ہتھیلی کو اپنی ران اور بائیں گھٹنے پر رکھا۔ دائیں کہنی کے کنارے کو دائیں ران پر رکھا اپنی انگلیوں کو بند کر لیا۔ ایک حلقہ دائرہ بنا لیا۔[۳] دیگر روایت میں ہے درمیانی انگلی اور

---

۱ ترپن کی گرہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی انگلیوں کو بند کیا۔ اور انگوٹھے کو انگشت سبابہ/شہادت کی انگلی کے نیچے سے درمیانی انگلی سے ملا دیا۔ ۲ صحیح مسلم (۸۰/۵)

۳ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۲۷)۔

انگوٹھے کا دائرہ بنا لیا اور انگشت سبابہ سے اشارہ کیا۔ پھر اپنی انگلی کو اٹھایا۔ میں نے دیکھا آپ اسے ہلاتے اور اس کے ساتھ دعا پڑھتے تھے۔[1] بیہقی فرماتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ ہلانے سے مراد اس سے اشارہ کرنا ہو اس کو ہلاتے رہنا مراد نہ ہے۔ تاکہ یہ حضرت ابن زبیرؓ والی روایت کے موافق ہو جائے کہ نبی ﷺ جب دعا پڑھتے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اسے ہلاتے نہ تھے۔ (ابوداؤد باسناد صحیح) اسے نووی نے ذکر کیا ہے۔[2]

۳- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ تشہد کے لیے بیٹھتے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے۔ سبابہ کے ساتھ اشارہ کرتے۔ آپ کی نظر آپ کے اشارے سے تجاوز نہ کرتی تھی۔[3] تو اس حدیث میں دائیں کو بائیں پر بغیر بند کئے رکھنے کے اکتفاء کی دلیل ہے نیز دائیں ہاتھ کی سبابہ سے اشارہ کرنا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ نمازی کی نظر کا اپنے اشارہ سے تجاوز نہ کرنا مسنون ہے۔ تو یہ تین صحیح طریقے ہیں۔ کسی بھی طریقہ پر عمل جائز ہوگا۔

(ب) آدمی اپنی دائیں انگشت شہادت سے اشارہ کرے اسے سلام تک تھوڑا سا ٹیڑھا رکھنا ہوگا۔ حضرت نمیر الخزاعیؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نماز میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنا دایاں بازو دائیں ران پر رکھا ہوا تھا۔ اپنی انگشت شہادت کو اٹھائے ہوئے تھے اسے کچھ ٹیڑھا کیا ہوا تھا اور آپ دعا کر رہے تھے۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ

---

[1] مسند امام احمد (۴/۳۱۸)۔ [2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۹۰)۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۹۱)۔

[4] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۹۱)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعدؓ کے پاس سے گزرے جو دو انگلیوں سے دعا (اشارہ) کر رہے تھے آپ نے فرمایا: "اے سعد! ایک کر"[1][2] حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو بوقت دعا انگلی سے اشارہ کرتا ہو؟ فرمایا یہ اخلاص ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا یہ عاجزی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں یہ شیطان کے لیے ہتھوڑا ہے۔

شافعیہ کی رائے شہادت میں الا اللہ کہتے وقت انگلی سے ایک مرتبہ اشارہ کیا جائے حنفیہ کے نزدیک آدمی نفی[3] کے وقت انگلی اٹھائے گا اور اثبات کے وقت رکھ دے گا۔

مالکیہ کے نزدیک نماز سے فارغ ہونے تک اسے دائیں بائیں ہلاتا رہے گا۔ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ جب اسم لا الہ ذکر ہو آدمی اپنی انگلی سے اشارہ کرے گا۔ یہ توحید کا اشارہ ہے۔ انگلی کو نہ ہلائے گا۔

(ج) پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے تشہد میں تورک[4] ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طریقہ کے متعلق حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث میں ہے۔ "جب آپ دو رکعتوں[5] میں بیٹھتے اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا کرتے۔ جب آخری رکعت میں بیٹھتے۔ اپنا بایاں پاؤں آگے کرتے اور دوسرا کھڑا کرتے اور اپنی مقعد پر بیٹھ جاتے۔[6]

---

[1] حدیث میں وارد لفظ احد سے مراد یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کر۔ [2] مسند امام احمد طبع بیروت۔

[3] نفی کے وقت اٹھانا یعنی کلمہ شہادت میں لا کے وقت۔ اور اثبات کے وقت نیچے کرنا یعنی الا اللہ کے وقت۔

[4] افتراش کا مفہوم دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کے طریقے میں گزر گیا ہے۔ جبکہ تورک یہ ہے کہ آدمی اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے۔ اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے۔ اس کے نیچے اپنے بائیں پاؤں کو موڑے اور اپنی مقعد کے ساتھ زمین پر بیٹھے۔

[5] جب دو رکعتوں میں بیٹھتے: یعنی تشہد اول کے لیے۔

[6] صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۲۸)۔

۱۷-تشہد اول:

جمہور علماء کی رائے میں تشہد اول سنت ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن بحینہؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے جبکہ آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا۔ جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی دو سجدے کے لیے ہر سجدہ میں بیٹھے بیٹھے تکبیر کہتے۔ یہ سلام سے پہلے کیے۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ یہ سجدے کیے۔ جو آپؐ بیٹھنا بھول گئے تھے یہ اس کی جگہ ہو گئے۔[1]

سبل السلام میں ہے: حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر تشہد اول سہوا چھوٹ جائے تو اس کو سجدہ سہو درست کر دے گا۔ آپ ﷺ کا فرمان صلوا کما رأیتمونی اصلی تشہد اول کے وجوب پر دلیل ہے۔ اس کے ترک پر اس کو مکمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر یہ واجب ہوتا تو سجدہ سہو سے مکمل نہ ہوتا۔ اس سے اس کے عدم وجوب پر استدلال اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک اس بات کی دلیل نہ آ جائے کہ ہر وجب جو سہواً چھوٹ جائے اس سے سجدو دسہو کفایت نہ کریں گے۔ فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں: ابن بطال نے کہا: اس بات کی دلیل کہ سجدہ سہو واجب کا قائم مقام نہیں ہوتا: یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ بھول جائے اس کو اس سے کامل نہ کیا جائے گا تو اس طرح تشہد بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایسا ذکر ہے جس کو کسی حال میں جہر نہ کیا جائے تو وجوب نہ ہو گا۔؟ جیسے دعائے استفتاح ہے۔ دیگر نے آپ ﷺ کے لوگوں کو اس کی متابعت پر ثابت رکھنے سے حجت پکڑی ہے۔ باوجودیکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ انہوں نے اس کا ترک عمداً کیا ہے۔ اور یہ بات محل نظر ہے۔ جن لوگوں کا قول اس کے وجوب کا ہے میں لیث بن سعد' اسحاق اور احمد مشہور ہیں۔ بیہقی قول شافعی کا ہے۔ اور حنفیہ سے بھی ایک روایت ہے۔ طبرانی نے اس کے وجوب پر حجت اس بات سے لی ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی اس میں

---

[1] صحیح بخاری (باب نمبر۱۴۶ حدیث نمبر ۱۰۹۰)۔

تشہد واجب تھا۔ پس جب اس میں اضافہ کر دیا گیا تو اس اضافہ نے اس وجوب کو زائل نہ کیا۔

اس میں تخفیف کا استحباب:

اس میں تخفیف مستحب ہے۔ لہٰذا حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں بیٹھتے گویا کہ آپ رضف[1] پر ہوتے۔[2] اور ترمذی میں فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے مگر یہ ہے کہ ابوعبیدہ[3] نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ ترمذی فرماتے ہیں: اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے وہ پسند کرتے ہیں کہ آدمی دو رکعتوں پر بیٹھنے کو لمبا نہ کرے۔ وہ تشہد پر کچھ بھی اضافہ نہ کرے۔ ابن القیم فرماتے ہیں آپ ﷺ سے تشہد اول میں اپنے اور اپنی آل پر درود پڑھنا منقول نہ ہے۔ نہ آپ اس میں عذاب قبر عذابِ نار، فتنہ زندگی، فتنہ موت اور فتنہ مسیح الدجال سے پناہ مانگتے۔ جس نے ان کو مستحب جانا ہے اس نے عمومات اور اطلاقات سے یہ سمجھا ہے۔ لیکن ان کا مقام اور آخری تشہد کے ساتھ ان کی تقید کی وضاحت درست ہے۔

۱۸- نبی ﷺ پر درود:

نماز کے لیے مستحب ہے کہ وہ درج ذیل الفاظ میں سے کسی ایک کے ساتھ نبی ﷺ پر درود پڑھے۔

۱- حضرت ابو مسعود البدریؓ فرماتے ہیں: ''بشیر بن سعدؓ نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔ تو ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ خاموش رہے پھر فرمایا تم کہو: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ**[4] **وَعَلٰى آلِ**

---

[1] رضف رضفۃ کی جمع ہے۔ گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ کم بیٹھنے سے کنایہ ہے۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۹۵)۔

[3] عبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود وہی ہیں جنہوں نے اس حدیث کو اپنے باپ ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

[4] اللھم کا معنی یا اللہ ہے۔ نبی پر اللہ کے صلاۃ کا مطلب۔ اللہ کا نبی کی تعریف کرنا، اس کے فضل اور شرف کا اظہار اس کی تکریم اور اس کو اپنے قریب کرنے کا ارادہ ہے۔

مُحَمَّدٍ[1] كَمَا صَلَّيْتُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ. وَبَارِکْ عَلٰى مَحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارِكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِىْ الْعَالَمِيْنَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.[2] اور سلام جیسا کہ تم جانتے ہو۔[3]

۲- حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے فرمایت ہیں ہم نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ہم کو معلوم ہو گیا کہ ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں۔ لیکن ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ فرمایا تم کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارِكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.[4] نبی ﷺ پر درود مستحب ہے واجب نہ ہے۔ اس کی دلیل احمد اور ابوداؤد کی حضرت فضالہ بن عبید والی روایت ہے جیسے ترمذی نے صحیح بھی کہا ہے۔ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ اس نے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اور اس نے جلدی کی ہے۔ پھر آپ نے اسے بلایا۔ اس کو یا کسی اور کہا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اللہ کی حمد اور اس کی ثناء سے ابتداء کرے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے۔ پھر جو اللہ توفیق دے دعا کرے۔ المنتقی والے نے فرمایا اس میں شخص کی دلیل ہے جس کے خیال میں آپؐ پر درود فرض

---

[1] ''آپ کی آل'' کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ کی اولاد اور آپ کی ازواج۔ ایک قول ہے کہ روزِ قیامت تک آپ کی امت اور آپ کے تابعدار ایک قول ہے کہ آپ کی امت کے متقی لوگ۔ ابن القیمؒ نے فرمایا پہلا صحیح ہے۔ دوسرا قول بھی اس کے ساتھ ملتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے کو انہوں نے ضعیف کہا ہے۔ نووی فرماتے ہیں ان میں ظاہر ترین قول جسے زہری وغیرہ محققین نے بھی پسند کیا ہے وہ ''آپ کے سب امتی ہیں۔''

[2] حَمِيْدٌ وہ ذات جس کے لیے حمد کی صفات اور ایسے اسباب ہوں جن کے مقتضی سے وہ محمود ہو جائے اگر دوسرا اس کی حمد نہ بھی کرے تو وہ اپنی ذات میں حمید ہے۔ مجید وہ ہے جو عظمت و جلال میں کامل ہو۔

[3] صحیح مسلم (جلد نمبر ۲۔ صفحہ نمبر ۳۲۱) [4] صحیح بخاری حدیث نمبر (۵۹۵)۔

نہ ہے۔ اس لیے کہ آپ نے درود کے تارک کو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ دیا۔ اس کی تائید میں آپ ﷺ کا وہ فرمان بھی ہے جو حضرت ابن مسعود کی روایت میں تشہد کے ذکر کے بعد ہے۔ فرمایا ''پھر وہ جو چاہے مانگ لے۔'' شوکانی فرماتے ہیں۔ وجوب کے قائلین کی کوئی دلیل میرے ہاں ثابت نہ ہے۔

۱۹- آخری تشہد کے بعد اور سلام سے قبل دعا:[1]

تشہد کے بعد اور سلام سے قبل دینا اور آخرت کی خیر کی دعا کرنا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے: نبی ﷺ نے ان کو تشہد سکھایا۔ پھر اس کے آخر میں فرمایا۔ ''پھر تو جو مانگنا چاہے اختیار کرے۔[2] دعا مطلقاً مستحب ہے وہ مأثور ہو یا نہ ہو۔ ہاں مأثور دعا افضل ہے۔ اس موقع پر جو دعائیں مروی ہیں ان میں سے بعض ہم ذکر کرتے ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو جائے۔ وہ چار باتوں سے اللہ کی پناہ چاہے۔ وہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ۔''[3]

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ

---

[1] کتاب کے اصل نسخوں میں ''آخری تشہد اور سلام سے قبل دعا'' کی عبارت ہے۔ لیکن ہم نے عبارت کو مناسب کرنے کے لیے ''آخری تشہد (کے بعد)'' کا اضافہ کر دیا ہے۔ از مترجم۔

[2] صحیح مسلم جلد نمبر ۲ کتاب الصلوٰۃ۔

[3] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۳۱۳) (باب نمبر ۷۹۲)

الدَّجَالِ' وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ من الماثم والمغرم[۱]))[۲]

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تشہد اور سلام کے مابین آخر میں آپ یہ فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔))۔(مسلم)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے کوئی دعا سکھائیے جو دعا میں اپنی نماز میں پڑھا کروں؟ فرمایا تم کہو:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔))[۳]

۵۔ حضرت حنظلہ بن علیؒ سے مروی ہے کہ محجن بن الادرع نے انہیں حدیث سنائی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اچانک ایک شخص کو دیکھا جو اپنی نماز پوری کر چکا تھا[۴] وہ تشہد میں یہ پڑھ رہا تھا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّكَ

---

۱ ماثم: گناہ جبکہ مغرم قرض ہے۔
۲ صحیح بخاری حدیث نمبر: (۷۹۳)۔
۳ صحیح بخاری (باب نمبر ۵۳۹ حدیث نمبر ۷۹۴)۔
۴ ''نماز پوری کر چکا تھا'' سے یہاں مراد یہ ہے کہ نماز پوری کرنے کے قریب تھا۔

اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔))

تو نبی ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا یقیناً بخش دیا گیا۔[1]

۶۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں نبی ﷺ اپنی نماز میں یہ کہا کرتے تھے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعِزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَ أَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْباً سَلِیْماً وَلِسَاناً صَادِقاً وَاَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ۔))[2]

۷۔ حضرت ابومجلزؒ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی اس کو مختصر کیا۔لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا کیا میں نے رکوع اور سجود کو پورا نہیں کیا؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں! فرمایا میں نے اس میں وہ دعا کی تھی جو دعا رسول اللہ کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْراً لِیْ، وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرً لِیْ، اَسْأَلُكَ خَشْیَتَكَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وَكَلِمَۃِ الْحَقِّ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا، وَالْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی، وَلَذَّۃَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِكَ، وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِكَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ، وَمِنْ فِتْنَۃٍ مُّضِلَّۃٍ، اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ))

ترجمہ: اے اللہ تیرے علم غیب اور تیری مخلوق پر قدرت کے وسیلہ سے میں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میرے

۱۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۷۲)۔

۲۔ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۳۰۵)۔

لئے حیات بہتر ہو' اور مجھے فوت کر دے جب میرے لئے وفات بہتر ہو۔ میں تجھ سے کھلے اور چھپے تیرا ڈر مانگتا ہوں' خوش اور ناراضگی میں کلمۂ حق۔ فقر و غنیٰ میں میانہ روی کی درخواست کرتا ہوں۔ تیرے چہرے کی طرف نظر کی لذت' تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں' میں کسی بھی نقصان دہ تکلیف سے اور گمراہ کن فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ ہم کو زینت ایمان سے مزین فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ ہدایت کنندہ بنا دے۔'' (احمد' نسائی باسناد جید)۔

۸- حضرت ابو صالح ؒ صحابہ میں سے ایک شخص سے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں تشہد پڑھتا ہوں پھر کہتا ہوں۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔))

لیکن میں آپ کی طرح اور معاذ کی طرح دندنہ[1] اچھا نہیں کر سکتا۔ فرمایا ہم ان دونوں کے متعلق ہی دندنہ کرتے ہیں۔[2]

۹- حضرت ابن مسعودؓ سے نبی ﷺ نے انہیں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی۔

((اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا' وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا' وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ' وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ' وَبَارِكْ لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَّاتِنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِیْنَ لِنِعْمَتِكَ' مُثْنِیْنَ بِھَا وَقَابِلِیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا))۔(احمد' ابو داؤد)۔

ترجمہ: اے اللہ ہمارے دلوں میں الفت ڈال دے' ہمارے مابین

---

[1] دندنہ کلامِ غیر مفہوم کو کہتے ہیں۔ [2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۸۰)۔

اصلاح فرما دے' ہمیں سلامتی کے راہ دکھا' ہمیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نجات دے۔ہمیں ظاہراور باطن بے حیائیوں سے بچا' ہمارے لئے ہمارے کانوں' آنکھوں' دلوں' بیویوں اوراولادوں میں برکت دے۔ ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ہمیں اپنی نعمت کا شکر کرنے والا اس کی تعریف کرنے والا اور اس کو قبول کرنے والا بنا دے اور اس کو ہم پر تمام کر دے۔(احمد' ابوداؤد)

۱۰- حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاتھ بیٹھا ہوا جبکہ ایک شخص کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے رکوع کیا اور تشہد میں بیٹھا۔اس نے اپنی دعا میں یہ کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَاحَیُّ يَا قَيُّوْمُ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ۔))

تو نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم جانتے ہو کہ اس نے کس چیز کے ساتھ دعا کی ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس نے اللہ سے اس کے اس اسم عظیم کے ساتھ دعا کی ہے کہ اس کے ساتھ جب اس سے دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے جب اس سے اس کے ساتھ مانگا جائے۔ وہ عطا کرتا ہے۔[1]

۱۱- حضرت عمیر بن سعدؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔حضرت ابن مسعودؓ ہمیں نماز میں تشہد سکھاتے۔ پھر فرماتے جب تم میں سے کوئی تشہد سے فارغ ہو اسے یہ پڑھنا چاہئے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ

---

[1] اور دیکھئے سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۹۵)۔

اَلصَّالِحُوْنَ' وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ' رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ' قَالَ: لَمْ يَدْعُ نَبِيٌّ وَلَا صَالِحٌ بِشَيْئٍ اِلَّا دَخَلَ فِيْ هٰذَا الدُّعَاءِ))۔(رواه ابن ابی شيبة و سعيد بن منصور)

ترجمہ:اے اللہ میں تیری ہر خیر مانگتا ہوں جس کو میں نے جان لیا اور جس کو میں نے نہ جانا۔ میں تیری ہر شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو میں نے جان لیا اور جس کو میں نے نہ جانا۔ اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نیک بندوں نے مانگی۔ میں تیری اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے نیک بندوں نے تجھ سے پناہ طلب کی۔ اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' فرمایا کسی نبی اور کسی صالح بندہ نے جو بھی چیز مانگی ہوں وہ اس میں داخل ہوگئی۔

۲۰-سلام کے بعد اذکار اور دعائیں:

سلام کے بعد نبی ﷺ سے کافی سارے اذکار اور دعائیں مروی ہیں۔ جن کا پڑھنا نمازی کے لیے مسنون ہے۔ ہم انہیں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی ﷺ اپنی نماز سے پھرتے تو تو تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اور فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ۔[1] تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ))۔[2]

---

[1] اللهم انت السلام ومنك السلام. اس میں پہلا سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جبکہ دوسری بمعنی سلامتی ہے۔ تبارکت سے مراد ہے کہ تیری خیر بڑھ گئی ہے۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۵۱۳)۔

مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے: ولید کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے کہا استغفار کس طرح ہے انہوں نے کہا آدمی کہے استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان کا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا:

اے معاذ! میں یقیناً تم سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت معاذ نے آپ سے کہا اے اللہ کے پیغمبر! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ کہنا نہ چھوڑ۔[1]

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم دعا میں بہت کوشش کرو؟ تم کہو:

((اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))۔

(احمد بسند جید)

۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے بعد سلام پھیرتے فرماتے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔))[2]

۴۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد فرمایا

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۵۲۲) اور نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ حدیث نمبر (۱۰۹)

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۵۰۶-۱۵۰۷)۔

کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔))[1]

۵۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھا کروں۔ احمد اور ابوداؤد کے الفاظ میں معوذات[2] ہے۔ (احمد، بخاری، مسلم)۔

۶۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے۔ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا۔ سوائے اس کی موت کے اس کے دخول جنت میں کوئی مانع نہ ہے۔''[3]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا وہ دوسری نماز تک اللہ کے ذمہ[4] میں ہے۔'' (طبرانی باسناد حسن)۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ پڑھا، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ اللہ اکبر پڑھا تو یہ ننانوے ہو گئے۔ پھر وہ سو (۱۰۰) پورا کرنے کے لیے یہ پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے گو وہ سمندر کی

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۰۳)۔ [2] معوذات میں قل ھو اللہ احد بھی ہے۔

[3] مسند طبرانی (۱۳۴/۸)

[4] اللہ کے ذمہ سے مراد اس کی حفاظت ہے۔

جھاگ[1] کے برابر ہوں۔[2]

۸- حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
پیچھے کہے جانے والے چند کلمات ہیں۔ ہر فرض نماز کے بعد جن کا قائل یا فاعل نقصان نہ اٹھائے گا۔ تینتیس (۳۳) مرتبہ تسبیح، تینتیس (۳۳) مرتبہ تحمید اور چونتیس (۳۴) مرتبہ تکبر۔[3]

۹- حضرت سمی ابو صالحؒ سے وہ ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے اہل دثور[4] بلند درجات اور مقیم نعمتیں لے گئے۔ فرمایا وہ کیا؟ کہنے لگے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے۔ وہ (غلام) آزاد کرتے ہیں جبکہ ہم آزاد نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ سکھا دوں جس سے تم اپنے پہلوں کو پالو گے اور اپنے بعد والوں سے سبقت پاؤ گے اور کوئی بھی تم سے افضل نہ ہو گا مگر وہ جو ایسے کرے جیسے تم نے کیا؟۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اے اللہ کے پیغمبرؐ؟ فرمایا:

- ''تم ہر نماز کے بعد سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس (۳۳)' تینتیس (۳۳) مرتبہ پڑھا کرو۔''

فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ کر آئے۔ کہنے لگے ہمارے اہل اموال بھائیوں نے سن لیا جو کچھ ہم نے کیا تو وہ بھی ایسا کرنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ

---

[1] حدیث میں وارد لفظ' لفظ زبد سے مراد وہ جھاگ ہے جو پانی کے اوپر ہوتی ہ۔ جبکہ گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔

[2] صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر (۷۵۰)۔ [3] صحیح مسلم جلد نمبر ۲۔ کتاب المساجد۔

[4] دولت مند' امیر لوگ صاحب ثروت' مخیر' متمول حضرات۔

نے فرمایا: ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ سمی کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے کسی اہل خانہ کو بیان کی۔ تو اس نے کہا۔ تو نے وہم کیا ہے اس نے تجھے یہ کہا ہوگا کہ تم تینتیس (۳۳) مرتبہ تسبیح، تینتیس (۳۳) مرتبہ تحمید اور چونتیس (۳۴) مرتبہ تحمید کہو۔ میں ابو صالح کی طرف لوٹ گیا میں نے انہیں یہ بتایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور فرمایا اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ حتی کہ ان سب کو تینتیس (۳۳) تک پہنچا دیا۔''[1]

۱۰۔ یہ بھی صحیح مروی ہے کہ تسبیح پچیس (۲۵) مرتبہ ہو۔ تحمید بھی اسی تعداد میں تکبیر بھی اسی تعداد میں اور آدمی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.** بھی اسی تعداد میں کہے۔[2]

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو خصلتیں ہیں جس نے ان دونوں کی پابندی کی وہ دونوں اس کو جنت میں داخل کریں گی وہ دونوں آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے قلیل ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر وہ دونوں کیا ہیں؟ فرمایا تم ہر نماز کے بعد دس (۱۰) دس (۱۰) مرتبہ الحمد للہ، اللہ اکبر اور سبحان اللہ پڑھا کرو اور (دوسرے) جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تم تسبیح، تحمید اور تکبیر (۱۰۰) مرتبہ پڑھو۔ تو یہ زبان پر دو سو پچاس (۲۵۰) ہوں گے جبکہ ترازو[3] میں دو ہزار اور پانچ سو (۲۵۰۰) ہونگے۔ تم میں سے کون ہے جو دن اور رات میں دو ہزار پانچ سو برائیاں کرے؟ لوگوں نے کہا: کیسے ہو سکتا ہے ایسا کرنے والے کم ہوں گے؟ فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان اس کی نماز میں آتا ہے۔ وہ اسے ایسے ایسے کام یاد دلاتا ہے تو وہ یہ کہہ نہیں پاتا۔ نیز وہ اس کے سونے کے وقت آ جاتا

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۰۲)۔

۲ یعنی چاروں پچیس (۲۵) پچیس (۲۵) مرتبہ ہونگے تو کل تعداد سو (۱۰۰) ہو جائے گی۔ از مترجم۔

۳ کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

ہے وہ اسے سلاتا ہے تو وہ یہ کہہ نہیں پاتا۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے ان کو عقد[1] کرتے تھے۔"[2]

۱۲- حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ وہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما ایک خادم کی درخواست لے کر آئے جو ان کے بعض کاموں میں آسانی کر دے۔ نبی ﷺ نے ان دونوں کو انکار کر دیا۔ پھر ان دونوں کو فرمایا: کیا جو تم نے مجھ سے مانگا ہے میں تم دونوں کو اس سے بہتر بات نہ بتا دوں؟ ان دونوں نے کہا کیوں نہیں؟۔ فرمایا وہ چند کلمات ہیں جو مجھے جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔ تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ (۱۰) تسبیح کہو۔ دس مرتبہ تحمید اور دس مرتبہ تکبیر۔ اور جب تم دونوں اپنے بستر پر جاؤ تو تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ اور فرمایا اللہ کی قسم! جب سے یہ (کلمات) رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے ہیں میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔[3]

۱۳- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن غنم سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے نماز مغرب اور فجر سے سلام پھیرنے کے بعد اور پاؤں موڑنے سے پہلے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** . دس (۱۰) مرتبہ پڑھا۔ اس کے لیے ہر دفعہ کے بدلے دس نیکیاں لکھی جائے گی۔ اس کی دس برائیاں مٹا دی جائے گی۔ اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ سا کے لیے ہر ناپسندیدہ بات سے پناہ ہو گی۔ اور شیطان مردود سے پناہ ہو گی۔ اور وہ کسی ایسی گناہ نہ ہو گا جو اسے پالے[4] سوائے شرک کے۔

---

[1] یعنی انہیں اپنے ہاتھ سے گنتے تھے۔

[2] جامع ترمذی حدیث نمبر (۳۴۱۰)۔

[3] سنن ابوداؤد احادیث نمبر (۵۰۶۳، ۵۰۶۴، ۵۰۶۵)۔

[4] اس کو پالے سے مراد یہ ہے کہ اسے ہلاک کر دے۔

وہ بلحاظ عمل سب لوگوں سے افضل ہوگا۔ ہاں ایسا شخص اس پر فضیلت پائے گا جو اس کے کہنے سے افضل (زیادہ) کہہ لے[1]

۱۴- حضرت مسلم بن حارث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم صبح کی نماز پڑھ لو۔ تو لوگوں میں سے کسی سے بات کرنے سے قبل ساتھ مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھ لو۔ اگر تم اس دن مر جاؤ اللہ عزوجل تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھ دیں گے۔ اور جب تم مغرب کی نماز پڑھ چکو۔ تو لوگوں میں سے کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ اور اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھ لو۔ اگر تم اس رات میں فوت ہو جاؤ تو اللہ عزوجل تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھ دیں گے۔ (احمد' ابوداؤد)

۱۵- ابو حاتم نے روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوتے وقت کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ' وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ جَعَلْتُ فِيْهَا مَعَاشِيْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ' وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نَقْمَتِكَ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ' لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ' وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ' وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ' مِنْكَ الْجَدُّ))[2]

ترجمہ: اے اللہ میرے لیئے میرا دین درست کر دے جو میرے معاملے کی حفاظت ہے۔ میری دنیا درست کر دے جس میں تو نے میری گزران رکھی ہے۔ اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری معافی کے ساتھ تیرے انتقام سے' تیرے ساتھ تجھ سے پناہ

---

1. جامع ترمذی حدیث نمبر (۳۴۷۴)۔
2. مسند البزار حدیث نمبر (۳۱۹۲)۔

چاہتا ہوں۔ جو تو عطا کرے کوئی روکنے والا نہیں۔ جس سے تو روک دے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور کسی غنی والے کو تجھ سے غنی نفع نہ دے گی۔

۱۶- بخاری اور ترمذی نے روایت ذکر کی ہے۔ حضرت سعد بن ابو وقاص اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھایا کرتے تھے جیسے معلم بچوں کو کتابت سکھاتا ہے وہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ (ہر) نماز کے بعد ان کے ذریعہ سے پناہ مانگتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ' وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ' وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا' وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔)) [1]

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے ساتھ بخل سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیرے ساتھ بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیرے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں ذلیل ترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤ۔ میں تیرے ساتھ دنیا کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیرے ساتھ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔

۱۷- ابوداؤد اور حاکم نے روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ' اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ' اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ' اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔))

ترجمہ: اے اللہ مجھے میرے بدن میں عافیت دے' اے اللہ مجھے میرے سننے میں عافیت دے۔ اے اللہ مجھے میرے دیکھنے میں عافیت دے۔

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۲۸۲۲)۔

اے اللہ میں تیرے ساتھ کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ عذابِ قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

۱۸- امام احمدؒ' ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے داؤدؒ الطفاوی جو کہ ضعیف راوی ہے اس کی سند سے حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ذکر کی ہے۔ نبی ﷺ اپنی (ہر) نماز کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّکَ الرَّبُّ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ' اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ' اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ' اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ کُلُّھُمْ اِخْوَةٌ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ' اجْعَلْنِی مُخْلِصًا لَکَ وَاَھْلِیْ فِیْ کُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ' یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ' اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ' نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ' حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ۔))[1]

ترجمہ: اے اللہ ہمارے پروردگار۔ ہر چیز کے پروردگار۔ میں گواہ ہوں کہ تو رب ہے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہ ہے۔ اے اللہ ہمارے پروردگار' ہر چیز کے پروردگار۔ میں گواہ ہوں کہ (حضرت) محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ اے اللہ ہمارے پروردگار! ہر چیز کے پروردگار میں گواہ ہوں کہ (مؤمن) بندے سب بھائی (بھائی) ہیں۔ اے اللہ ہمارے پروردگار' ہر چیز کے پروردگار مجھے دنیا و آخرت کی ہر گھڑی اپنے لئے مخلص بنا دے اور میرے اہل خانہ[2] کو بھی۔ اے

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۵۰۸)۔

[2] یعنی میرے اہل خانہ کو بھی اپنے لئے مخلص کر دے۔

جلال و بزرگی والے! تو سن اور قبول فرما۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

۱۹- احمدؒ، ابن شیبہؒ[۱] اور ابن ماجہؒ نے حضرت ام سلمہؓ سے ایسی سند سے روایت ذکر کی ہے جس میں ایک مجہول (راوی) ہے۔ نبی ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے سلام پھیرنے کے بعد کہتے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَعَملاً مُتَقَبَّلاً))۔[۲]

---

۱ کتاب کے اصل نسخوں میں ابن شیبہ ہے جبکہ درست ابن ابی شیبہ ہے۔ از مترجم۔

۲ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۹۲۵)۔

نفل[1]

۱- اس کی مشروعیت:

ہوسکتا ہے کہ انسان سے فرائض میں کچھ کمی رہ جائے اس کو پورا کرنے کے لیے نفل کو مشروع کیا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز میں جو فضیلت ہے وہ دیگر عبادت میں نہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

> روز قیامت لوگوں کے اعمال پر جس کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہے۔ ہمارا رب فرشتوں سے فرمائے گا جبکہ وہ خود بہتر جانتا ہے: تم میرے بندے کی نماز دیکھو۔ اس نے اس کو پورا کیا یا اس کو کم کیا؟ اگر وہ پوری ہوئی تو اس کے لیے پوری لکھی جائے گی۔ اگر اس نے اس میں سے کچھ کم کیا؟ اگر وہ پوری ہوئی تو اس کے لیے پوری لکھی جائے گی۔ اگر اس نے اس میں سے کچھ کم کیا۔ وہ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کا کوئی نفل ہے؟ اگر اس کا نفل ہو وہ فرمائے گا میرے بندے کے لیے اس کے فرض کو اس کے نفل سے پورا کر دو۔ پھر اعمال پر مؤاخذہ اسی طرح ہوح ہوگا[2]

---

[1] اصل لفظ تطوع ہے جو غیر فرض نماز کا نام ہے وہ سنت ہو یا نفل۔

[2] صحیح سنن ترمذی (جلد نمبر ۱ حدیث نمبر ۳۳۷)۔

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ نے اپنے بندے کو کسی چیز کی اجازت نہیں دی جو ان دو رکعت سے افضل ہو جو وہ ادا کرتا ہے۔ جب تک بندہ اپنی نماز میں رہے اس پر نیکی چھڑکی[1] جاتی ہے۔'' الحدیث (احمد، ترمذی اور سیوطی نے اسے صحیح کہا ہے)۔

امام مالک نے مؤطا میں فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''سیدھے رہو اور ہرگز استطاعت نہ پاؤ گے۔ تم جان لو کہ تمہارے اعمال میں بہتر نماز ہے اور وضوء کی پابندی صرف مؤمن ہی کرتا ہے۔''

امام مسلم نے حضرت ربیعہ بن مالک اسلمی سے روایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تو مانگ'' میں نے کہا میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا کہا کچھ اور بھی؟ میں نے کہا بس یہی ہے فرمایا تو اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری مدد کر۔

۲- اس نماز کو گھر میں پڑھنے کا استحباب:

۱- امام احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے روایت بیان کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنی مسجد میں نماز پڑھے تو وہ اپنی نماز سے اپنے گھر کے لیے بھی حصہ رکھ لے۔ بے شک اللہ عزوجل اس کی نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر کرنے والے ہیں۔''[2]

۲- مسند احمد میں حضرت عمر سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کا اپنے گھر میں نفل نماز پڑھانا روشنی ہے تو جو چاہے وہ اپنے

---

[1] حدیث میں وارد لفظ یذر کا مطلب ینشرو ہے یعنی چھڑکی جاتی ہے۔

[2] صحیح مسلم کتاب المسافرین۔

گھر کو روشن کرلے۔"

۳- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھر کے [illegible] اور ان کو قبریں[1] نہ بناؤ۔"[2]

۴- ابوداؤد نے باسناد صحیح حضرت زید بن ثابتؓ سے بیان کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز سے افضل ہے۔ سوائے فرض کے۔" ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ گھر میں نفل نماز مستحب ہے۔ اور آدمی کی یہ (نفل) نماز گھر میں مسجد سے بھی افضل ہے۔

نووی فرماتے ہیں:

"گھروں میں نفل کی ترغیب اس لیے ہے کہ یہ مخفی رہے اور ریاء سے اعمال کو ضائع کر دینے والے عوامل سے دور رہے۔ گھر میں اس سے برکت ہوگی رحمت اور فرشتوں کا نزول ہوگا اور شیطان وہاں سے بھاگے گا۔"

۳- نفل میں کثرتِ سجود پر لمبے قیام کی افضلیت:

سوائے ابوداؤد کے سب نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ قیام کرتے اور نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں یا آپ کی پنڈلیاں سوج جاتیں۔ کوئی آپ سے کہتا تو آپؐ فرماتے: کیا میں شکرگزار بندہ نہ ہو جاؤں؟[3]

---

۱ کیونکہ قبروں/قبرستان میں نماز نہیں ہوتی۔

۲ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر۔

۳ المختصر للزبیدی صحیح بخاری حدیث نمبر (۵۹۵)

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن حبشی الخثعمی سے بیان کیا ہے۔ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ''لمبا قیام''۔ پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: ''غریب کی محنت (سے)۔'' پوچھا گیا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جس نے ان چیزوں کو چھوڑا جو اللہ نے اس پر حرام کیں۔ پوچھا گیا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس نے اپنے مال اور جان کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کیا۔ پوچھا گیا کون سا قتل عزت والا ہے؟ فرمایا جس کا خون بہا دیا جائے اور اس کا گھوڑا مار دیا جائے۔ (یعنی جہاد میں۔از۔مترجم)۔

۴۔ بیٹھ کر نفل نماز کا جواز:

کھڑے ہونے کی طاقت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر نفل درست ہے۔ جیسا کہ یہ بھی درست ہے کہ آدمی کچھ حصہ بیٹھ جائے اور کچھ کھڑا رہے گو کہ یہ ایک ہی رکعت میں ہو۔ یعنی کچھ حصہ کھڑے ہو کر ادا کر دے اور کچھ بیٹھ کر۔ اس میں پہلے کھڑا ہو جائے یا بعد میں۔ یہ سب بلا کراہت جائز ہے۔ وہ جس طرح چاہے بیٹھ سکتا ہے جبکہ افضل طریقہ چار زانو بیٹھنا ہے۔ امام مسلم نے حضرت علقمہ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں میں جب بیٹھے ہوتے تو کیسے کرتے تھے؟ فرماتی ہیں آپؐ ان میں قرأت کرتے جب رکوع کا ارادہ ہوتا کھڑے ہوتے اور رکوع کرتے۔ امام احمدؒ اور اصحاب سنن نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہوں حتی کہ جب عمر[1] میں داخل ہوئے تو آپؐ نماز میں بیٹھ جاتے تھے اس میں قرأت کرتے حتی کہ جب چالیس یا تیں آیات رہ جاتیں تو ان کو کھڑے ہو کر پڑھتے۔[2] پھر سجدہ کرتے۔

---

۱ یعنی عمر بڑی ہو گی۔

۲ المختصر صحیح مسلم للالبانی حدیث نمبر (۳۷۴)۔

۵-نفل کی اقسام:

نفل کی تقسیم نفل مطلق اور نفل مقید پر ہے۔ نفل مطلق میں محض نماز کی نیت پر اکتفاء ہو گا۔ نوویؒ فرماتے ہیں: اگر آدمی نفل نماز شروع کر دے اور تعداد کی نیت نہ کرے تو اس کی ایک رکعت پر سلام پھیر لینے یا زیادہ پڑھ لینے کی اجازت ہے وہ اس کی دو' تین' سو' ہزار وغیرہ رکعات کر سکتا ہے۔ اگر وہ رکعات کی تعداد معلوم رکھے بغیر نماز پڑھ چکے تو بلا اختلاف درست ہو گی ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے۔ ''الاملاء'' میں امام شافعی سے اس پر نص مروی ہے۔ بیہقی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بڑی تعداد میں نماز پڑھ لی۔ جب سلام پھیرا تو حنف بن قیس رحمہ اللہ نے ان سے کہا: آپ جانتے ہیں کہ آپ نے جفت پر سلام پھیرا یا طاق پر؟ فرمایا اگر میں نہیں جانتا تو بے شک اللہ جانتا ہے۔ میں نے اپنے دوست ابوالقاسم ﷺ سے سنا پھر رونے لگے۔ پھر فرمایا میں نے اپنے دوست ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

> جو کوئی بندہ اللہ کے لیے کوئی سجدہ کرے اللہ اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔ (مسند دارمی بسند صحیح۔ لیکن ایک راوی کی عدالت میں اختلاف ہے)

نفل مقید وہ ہیں جنہیں فرائض کے بعد مشروع کیا گیا ہے۔ ان کو سنن راتبہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں فجر' ظہر' عصر' مغرب' عشاء وغیرہ کی سنتیں شامل ہیں۔ ان سب کی وضاحت ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

سنت فجر

سنت فجر کی پابندی کی فضیلت میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ہم انہیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ فجر سے قبل کی دو رکعتوں کے متعلق فرمایا:

"وہ مجھے سب دنیا سے بڑھ کر محبوب ہیں۔"[1]

۲- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم فجر کی دو رکعتیں نہ چھوڑو گو کہ تمہیں گھوڑے بھگائیں۔"(احمد' ابوداوٗد' بیہقی' طحاوی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جیسا بھی سخت عذر ہو تم فجر کی دو رکعتیں نہ چھوڑو گو کہ دشمن کا مقابلہ ہو۔

۳- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں:

"نوافل میں سے کسی پر رسول اللہ ﷺ اتنا سخت معاہدہ[2] نہ کرتے جتنا صبح سے قبل کی دو رکعت پر کرتے۔"(متفق علیہ' احمد' ابوداوٗد)

۴- انہی سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رکعتی الفجر۔

[2] معاہدہ کا معنی مواظبت یعنی ہمیشگی ہے۔

''فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔[۱]

۵- احمدؒ اور مسلمؒ میں انہی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

''میں نے خیر میں آپ کو کسی بات میں اتنی جلدی کرتے نہ دیکھا جتنا فجر کی دو رکعتوں میں کرتے تھے۔''[۲]

۲- اس کی تخفیف:

نبی ﷺ کی سیرت سے معروف یہ ہے کہ آپ فجر کی دو رکعتوں کی قرأت میں تخفیف کرتے تھے:

۱- حضرت حفصہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتیں صبح سے قبل میرے گھر میں پڑھتے۔ وہ ان دونوں میں بہت تخفیف کرتے۔''[۳]

نافع فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہؓ (یعنی ابن عمر) ان دونوں میں ایسے ہی تخفیف کرتے تھے۔ (احمدؒ متفق علیہ)۔

۲- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سے قبل دو رکعتیں پڑھتے تو ان میں تخفیف کرتے حتیٰ کہ میں شک کرتی کہ آپ نے ان میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں؟[۴]

۳- اور انہی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں نماز فجر سے قبل رسول اللہ ﷺ کا قیام اس

---

[۱] جامع ترمذی صحیح حدیث نمبر (۳۴۰)۔

[۲] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ایضاً۔

[۳] صحیح بخاری کتاب الاذان باب الاذان بعد الفجر۔

[۴] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۸۴)۔

قدر ہوتا جتنا آپ سورۂ فاتحہ پڑھتے۔(احمد‘ نسائی‘ بیہقی‘ مالک‘ طحاوی)۔

۳-اس میں کیا پڑھا جائے:

فجر کی دو رکعت میں نبی ﷺ سے جو کچھ پڑھنا مروی ہے وہ مستحب ہے۔ آپ سے مندرجہ ذیل مروی ہے:

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور دونوں کو آہستہ پڑھتے۔[1] آپ ان دونوں کو فاتحہ کے بعد پڑھتے۔ کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ گزر چکا۔

۲- انہی سے مروی ہے۔ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"دو سورتیں جو ہیں وہ دونوں بہت اچھی ہیں۔" آپ ان دونوں کو فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں پڑھتے تھے (یعنی) قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ. (احمد‘ ابن ماجہ)

۳- حضرت جابر سے مروی ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں پہلی رکعت میں پڑھا قل یا یھاالکافرون حتی کہ سورت ختم ہوگئی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا یہ ایسا بندہ ہے جس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ دوسری میں اس نے قل ھو اللہ احد کو پڑھا حتی کہ سورت ختم ہوگئی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا:

یہ ایسا بندہ ہے جو اپنے رب پر ایمان لایا۔ طلحہ فرماتے ہیں: لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان دو سورتوں کو ان دو رکعتوں میں پڑھا کروں۔ (ابن حبان‘ طحاوی)

۴- حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں: قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور جو آل عمران میں ہے تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۸۹)۔

وَبَيْنَكُمْ' پڑھتے تھے۔[1] یعنی آپ رکعت میں فاتحہ کے بعد اس آیت کو پڑھتے۔

﴿ قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (سورۃ البقرہ:۱۳۶)

ترجمہ: تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو عطا ہوئیں ان پر۔ اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ) کے فرمانبردار ہیں۔

جبکہ دوسری رکعت میں یہ پڑھتے:

﴿قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. ﴾ (سورۃ آل عمران:۶۴)

ترجمہ: کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔

۵- انہی سے ابوداؤد کی روایت ہے[2] کہ آپ پہلی رکعت میں قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اور دوسری میں یہ پڑھتے:

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر(۱۶۹۱)۔ [2] صحیح مسلم حدیث نمبر(۱۶۹۲)۔

﴿فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.﴾

(سورۃ آل عمران:۵۲)

ترجمہ: جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے کفر دیکھا تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کے لیے میرا مددگار ہو۔ حواری بولے ہم اللہ (کے لیے) مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

۶- اکیلی سورۂ فاتحہ پر اکتفاء بھی جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا بیان گزر چکا کہ آپ کا قیام اس قدر ہوتا جتنا آپ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۴- اس سے فراغت کے بعد دعاء:

ان ذکار میں نووی فرماتے ہیں: ہم نے ابن السنی کی کتاب میں ابوالملیح سے روایت ذکر کی ہے۔ جن کا نام عامر بن اسامہ ہے۔ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قریب دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ پھر سنا وہ بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ ﷺ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ یہ تین مرتبہ پڑھا۔ اس میں ہم نے حضرت انس کی روایت بھی ذکر کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے بروز جمعہ صبح کی نماز سے قبل یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیں گے گو کہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں [1]

۵- اس کے بعد لیٹنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اپنی

---

[1] کتاب الاذکار للنووی۔

[2] فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون و سورۂ اخلاص پڑھنی دوسری روایت سے ثابت ہے یہ صرف حضرت عائشہؓ کا ایک خیال تھا۔ (مصحح)

دائیں کروٹ پر لیٹتے۔[1] سب نے حضرت عائشہؓ سے یہ بھی بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں جب رسول اللہ فجر کی دو رکعتیں پڑھ لیتے تو اگر میں سو رہی ہوتی آپ لیٹ جاتے اور اگر میں بیدار ہوتی آپ میرے ساتھ باتیں کرتے۔[2] اس کے حکم میں بہت اختلاف کیا گیا ہے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیے مستحب ہے جس نے سنتیں اپنے گھر میں پڑھی ہوں نہ کہ جو مسجد میں پڑھے۔ فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں۔ بعض سلف کا مذہب ان کا گھر میں استحباب ہے نہ کہ مسجد میں ابن عمرؓ سے بھی یہی بیان ہے۔ ہمارے بعض شیوخ نے بھی اس بات کو قوی بتلایا ہے کہ نبی ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ایسا مسجد میں کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح مروی ہے کہ آپ اس شخص کو کنکری مارتے جو مسجد میں ایسا کرتا (ابن ابی شیبہ) انتہیٰ۔ امام احمد سے اس متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں ایسا نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اچھا ہے۔

۶- اس کی قضاء:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھیں حتی کہ سورج طلوع ہو جائے تو ان کو پڑھ لے۔[3] نووی فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے۔ حضرت قیس بن عمرؓ سے مروی ہے وہ صبح کے لیے نکلے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو صبح (کی نماز) میں پایا۔ انہوں نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اٹھے۔ فجر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ نبی ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ فرمایا: ''یہ کیسی نماز ہے''؟ انہوں نے آپ کو خبر دی تو نبی ﷺ خاموش رہے[4] اور کچھ نہ کہا۔ (احمد، ابن خزیمہ، ابن

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۶۰)۔ [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۶۱)۔

[3] صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۴۷)۔

[4] خاموشی رضا مندی کی دلیل ہے۔ اس سے معلوم ہوا تو کہ جس کسی کی سنتیں رہ جائیں اور فرض جماعت میں مل گیا ہے تو ان سنتوں کو بعد میں ادا کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

حبان اور سوائے نسائی کے اصحاب سنن۔[1] عراقی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے)۔

امام احمد اور شیخین نے حضرت عمرانؓ بن حصین سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ رات کو سفر پر تھے۔ سب لوگ نماز فجر سے سوئے رہے۔ وہ سورج کی گرمی سے بیدار ہوئے۔ وہ کچھ چلے حتی کہ سورج[2] بلند ہو گیا پھر آپؐ نے مؤذن کو حکم دیا۔ اس نے اذان کہی تو فجر سے قبل دو رکعت پڑھ لیں۔ پھر اقامت کہی پھر نماز فجر پڑھی۔ ان احادیث کا ظہر یہ بتاتا ہے کہ طلوع شمس سے قبل اور اس کے طلوع کے بعد بھی اس کی قضاء ہوسکتی ہے۔ اس کا چھوٹ جانا کسی عذر سے ہو یا بغیر عذر کے۔ وہ اکیلی رہ گئی ہوں یا صبح کی نماز کے ساتھ۔

۞۞۞

---

[1] صحیح سنن ابوداؤد حدیث (١١٦٨)۔

[2] حدیث میں وارد الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ سب آگے کو چل دیئے حتی کہ سورج بلند ہو گیا۔

سنت ظہر

ظہر کی سنتوں کے حوالہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعات ہیں یا چھ یا آٹھ۔ ان کا تفصیلی بیان آپ کے پیش خدمت ہے۔

چار والی روایات:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے دس رکعات یاد کی ہیں۔ ظہر سے قبل دو رکعتیں۔ اس کے بعد دو رکعتیں۔ مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں۔ عشاء کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں۔ اور صبح کی نماز سے قبل دو رکعتیں۔[۱]

۲۔ مغیرہ بن سلیمانؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ کی نماز ایسی تھی کہ ظہر سے قبل دو رکعت' اور اس کے بعد دو رکعت' اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت' اور صبح سے قبل دو رکعت نہ چھوڑتے تھے۔'' (احمد بسند جید)۔

چھ والی روایات:

۱۔ حضرت عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا۔ وہ فرماتے لگیں آپ ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔''[۲]

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۷۲)۔ ۲۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۵۱)۔

۲۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے دن اور رات میں بارہ (۱۲) رکعت نماز پڑھی۔ اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے چار ظہر سے قبل' دو اس کے بعد۔ دو رکعت مغرب کے بعد۔ دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔''[1]

آٹھ والی روایات:

۱۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد چار پڑھیں۔ اللہ اس کے گوشت کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں۔[2]

۲۔ حضرت ابو ایوبؓ انصاری سے مروی ہے کہ ظہر سے قبل چار رکعات پڑھتے آپ سے کہا گیا آپ اس نماز پر ہمیشگی کرتے ہیں۔ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ ایک ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ میں نے پسند کیا کہ اس گھڑی میں میرا عمل صالح (اللہ کی طرف) اٹھایا جائے۔[3]

ظہر سے قبل چار کی فضیلت:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حال میں بھی ظہر سے قبل چار اور فجر سے قبل دو رکعت نہ چھوڑتے تھے۔[4] اور انہی سے مروی ہے کہ آپ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے ان میں قیام لمبا کرتے اور ان میں رکوع و

---

[1] جامع ترمذی حدیث نمبر: (۴۱۵)

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۶۹) اور جامع ترمذی حدیث نمبر (۴۲۷)۔

[3] جامع ترمذی ابواب الصلوۃ عند الزوال۔

[4] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۸۲)۔

سجود اچھے کرتے۔

فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اسے دو حالتوں پر محمول کیا جائے یعنی کبھی آپ دو پڑھتے اور کبھی چار پڑھتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ مسجد میں دو رکعت پر اکتفاء کرتے جبکہ اپنے گھر میں چار پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ جب گھر میں ہوتے دو رکعت پڑھتے پھر مسجد کی طرف جاتے اور وہاں بھی پڑھتے۔ ابن عمرؓ آپ کا گھر کی بجائے مسجد والا عمل دیکھا جبکہ حضرت عائشہؓ دونوں حالتوں پر مطلع ہوئیں۔ پہلی بات کہ حضرت عائشہ کی یہ حدیث بھی تقویت دیتی ہے کہ جسے امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے پھر نکلتے۔ ابوجعفر الطبری فرماتے ہیں چار آپ کے اکثر احوال میں تھیں جبکہ دو قلیل میں۔

اگر اس سے قبل یا بعد چار رکعت پڑھے تو افضل یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے۔ یہ بھی جائز ہے کہ انہیں ایک سلام کے ساتھ اکٹھا پڑھ لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''دن اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔'' (ابوداؤد بسند صحیح)

ظہر کی سنتوں کی قضاء:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اگر ظہر سے قبل چار رکعت نہ پڑھتے تو ان کو اس کے بعد پڑھ لیتے۔[1]

ابن ماجہ نے انہی سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ سے جب[2] ظہر سے قبل چار رکعت چھوٹ جاتیں تو انہیں ظہر کے بعد دو رکعتوں کے بعد پڑھتے یہ ہے پہلے والی مؤکدہ سنتوں کی قضاء۔ رہی بعد والی مؤکدہ سنتوں کی قضاء تو اس

---

[1] صحیح ترمذی حدیث نمبر (۳۵۰)۔

[2] پہلے والی سنتوں کا وقت فرض نماز کے وقت کے آخر تک چلا جاتا ہے۔

میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے جسے امام احمدؒ نے بیان کیا ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ آپ کے پاس مال آ گیا۔ آپ بیٹھے اسے تقسیم کرنے لگے حتی کہ مؤذن عصر کے لیے آپ کے پاس آ گیا۔ آپ نے عصر پڑھی پھر میری طرف آئے وہ میرا دن تھا آپ نے دو مختصر رکعت پڑھیں ہم نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ دو رکعتیں کیا ہیں آپ کو ان کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ یہ دو رکعتیں میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا مجھے اس مال کی تقسیم نے اس سے مشغول کر دیا حتی کہ مؤذن عصر کے لیے آ گیا۔ لہٰذا میں نے ان کو چھوڑنا ناپسند کیا[۱][۲]۔

❁❁❁

---

۱ بعض روایات میں ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! جب یہ چھوٹ جائیں تو آپ انہیں پورا کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے۔

۲ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۵۹)۔

سنت مغرب

نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت نماز مسنون ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ سے گزر چکا کہ یہ ان نمازوں میں سے ہے جنہیں نبی ﷺ چھوڑتے نہ تھے:

اس میں کیا مستحب ہے:

مغرب کی سنتوں میں مستحب ہے کہ ان میں فاتحہ کے بعد قل یایها الکافرون اور قل هو الله احمد پڑھی جائیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> جتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سنا میں شمار نہیں کرسکتا کہ آپ مغرب سے بعد اور فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں قل یایهاالکافرون اور قل هو الله احد پڑھا کرتے تھے۔[1]

اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ یہ گھر میں ادا کی جائیں۔ حضرت محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوعبدالاشہل (قبیلہ) میں گئے ان کو مغرب کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا فرمایا یہ دو رکعت اپنے گھروں میں ادا کرو۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی) یہ گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ ان دونوں کو اپنے گھر میں ادا کرتے تھے۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۶۶)۔

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۶۵)۔

سنت عشاء

ایسی احادیث گزر چکی ہیں جن میں عشاء کے بعد دو رکعت مسنون ہونے کی دلیل ہے۔

جو کہ کچھ سنتیں اور نوافل گزرے ہیں ان کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ کچھ اور ضروری سنتیں باقی ہیں جن کی ادائیگی بغیر تاکید کے مستحب ہے۔ ہم انہیں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱۔عصر سے قبل دو یا چار رکعت:

اس کے متعلق چند احادیث ہیں جن میں کلام بھی ہے لیکن وہ اپنے کثرتِ طرق کی وجہ سے ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں۔

ان میں سے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے قبل چار رکعت پڑھیں۔''[۱]

ان میں سے ایک حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے اور ہر دو رکعتوں کے مابین مغرب ملائکہ' نبیوں اور ان کے تابع مؤمنون اور مسلمانوں پر سلام کے ساتھ فاصلہ کرے۔[۲]

رہا صرف دو رکعت پر اکتفاء۔ تو اس کی دلیل آپ ﷺ کے اس فرمان کا عموم

---

۱ صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (۱۵۴)۔

۲ جامع ترمذی حدیث نمبر (۴۲۹)۔

ہے کہ ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔''[1]

۲۔مغرب سے قبل دو رکعت:

بخاری نے حضرت عبداللہؓ بن مغفل سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مغرب سے قبل نماز پڑھو' مغرب سے قبل نماز پڑھو۔'' پھر تیسری مرتبہ فرمایا: ''اس کے لیے جو چاہے'' اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت (مؤکدہ) بنا لیں گے۔[2] ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب سے قبل دو رکعت پڑھیں۔ جبکہ مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم غروبِ شمس سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے تو آپ نے نہ ہمیں حکم فرمایا اور نہ ہم کو منع کیا۔[3] فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں: خلاصہ دلائل اس بات کی راہنمائی کرتا ہے کہ ان کو بھی سنت فجر کی طرح مختصر پڑھنا مستحب ہے۔

۳۔عشاء سے قبل دو رکعت:

جسے سب نے حضرت عبداللہؓ بن مغفل سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر دو اذان کے مابین نماز ہے۔ ہر دو اذان کے مابین نماز ہے'' پھر تیسری مرتبہ فرمایا: اس کے لیے جو چاہے۔ ابن حبان میں حضرت ابن زبیرؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی فرض نماز نہیں مگر اس سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔''

نماز ختم کرنے کے بقدر فرض اور نفل کے مابین فاصلے کا استحباب:

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ایک آدمی اٹھا نماز پڑھنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا تو کہا بیٹھ جا۔ سوائے اس کے نہیں کہ اہل کتاب ہلاک ہوئے کہ ان کی نماز میں کوئی فاصلہ نہ تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن الخطاب نے اچھا کہا''۔ (احمد بسند صحیح)

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۹۴۰)۔ [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۸۳)۔
[3] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۹۳۸)۔

وتر

۱-اس کی فضیلت اور اس کا حکم:

وتر سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوق دلایا اور اس کی ترغیب دی ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ''تمہاری فرض نماز کی طرح وتر حتمی[1] نہ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے پھر فرمایا:

''اے اہل قرآن! وتر پڑھو بے شک اللہ وتر ہے[2] وتر کو پسند کرتا ہے۔''[3]

اور جو مذہب امام ابوحنیفہ کا وتر کے وجوب کا ہے تو وہ مذہب ضعیف ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں: میں کوئی ایسا (عالم) نہیں جانتا جس نے اس پر ابو حنیفہ کی موافقت کی ہو۔

احمدؒ ابوداؤدؒ نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ بنی کنانہ کے ایک شخص المخدجی کو انصار کے ایک شخص جس کی کنیت ابو محمد ہے نے خبر دی کہ وتر واجب ہے المخدجی حضرت عبادۃ بن صامتؓ کی طرف گئے انہیں بتایا: ابو محمد کہتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔

---

[1] حتمی یعنی لازم نہ ہے۔

[2] یعنی وہ ذات پاک ایک ہے۔ وہ وتر کو پسند کرتا اور اس پر ثواب دیتا ہے۔ نافع فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سوائے وتر کے کچھ (نفل) نہ پڑھتے تھے۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۱۶)۔

تو حضرت عبادہؓ بن صامت نے فرمایا ابو محمد نے جھوٹ[۱] کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''پانچ نمازیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں۔ جو ان کو ادا کرے ان میں سے کسی کو ان کا حق کم جان کر ضائع نہ کرے۔ اس کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور جس نے ان کو ادا نہ کیا اس کا اللہ کے ہاں کوئی عہد نہیں۔ اگر چاہے اسے عذاب دے اور اگر چاہے اسے بخش دے۔[۲]

بخاری اور مسلم میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔'' ایک اعرابی نے کہا کیا مجھ پر کوئی اور بھی ہے؟ فرمایا نہیں۔ ہاں یہ تو نفل پڑھے۔

۲- اس کا وقت:

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر کا وقت صرف نماز عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہ فجر تک چلا جاتا ہے۔ حضرت ابو تمیم الجیشانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک جمعہ کو لوگوں کو خطبہ دیا۔ فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک اضافی نماز عطا فرمائی ہے جو کہ وتر ہے تم اسے نماز عشاء سے نماز فجر کے درمیان پڑھو۔[۳]

ابو تمیم کہتے ہیں حضرت ابو ذر نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مسجد میں حضرت ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کی طرف چل دیئے۔ کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو کچھ عمرو نے کہا؟ ابو بصرہ نے کہا میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (احمد باسنادِ صحیح)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

---

[۱] ابو محمد نے جھوٹ کہا یعنی غلط کہا۔

[۲] سنن ابو داؤد حدیث نمبر (۱۴۲۰)۔

[۳] سنن ابو داؤد حدیث نمبر (۱۴۱۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اول' درمیان اور آخر حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے متعلق پوچھا؟ فرمایا کبھی آپؐ رات کے اول میں وتر پڑھتے اور کبھی آخر میں وتر پڑھتے۔میں نے کہا آپ کی قرأت کیسی تھی۔کیا قرأت پوشیدہ رکھتے یا جہر کرتے؟ فرمایا ہر طرح کرتے تھے۔کبھی پوشیدہ رکھتے اور کبھی جہر کرتے۔کبھی غسل کر کے سو جاتے اور کبھی وضوء کر کے سو جاتے۔(یعنی جنابت کے حوالہ سے)۔[2]

۳۔جس کو گمان ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار نہ ہو سکے گا اس کے لیے اس کو جلدی پڑھنا اور جس کو گمان ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار ہو سکے گا اس کے لیے اس کو مؤخر کرنا مستحب ہے: اس شخص کے لیے رات کے اول میں وتر میں جلدی مستحب ہے جس کو خدشہ ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار نہ ہو سکے گا۔اسی طرح اس شخص کے لیے اس کو آخر رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے جس کو گمان ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار ہو سکے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جس کو گمان ہو کہ وہ آخر (یعنی رات) کو بیدار نہ ہو سکے گا وہ اول میں ہی وتر پڑھ لے اور تم میں سے جس کو گمان ہو کہ وہ آخر کو بیدار ہو سکے گا تو وہ آخر میں وتر پڑھے۔کیونکہ آخر رات کی نماز حاضر کی گئی ہے۔[3] اور وہ افضل ہے۔[4]

اور انہی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو فرمایا:

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۳۵)۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۳۷)۔

[3] یعنی اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

[4] جامع ترمذی حدیث نمبر (۴۵۵)۔

تم وتر کب پڑھتے ہو؟ کہا اول رات میں عشاء[۱] کے بعد۔ فرمایا تو تم عمرؓ؟
کہا آخر رات کو۔ فرمایا اے ابو بکرؓ تو نے بھروسہ[۲] کو اپنایا ہے اور اے عمرؓ
تو نے قوت[۳] کو اپنایا ہے۔''[۴]

رسول اللہ ﷺ کے معمول کی انتہاء یہ تھی کہ آپ بوقتِ سحر وتر پڑھتے تھے کیونکہ یہ افضل ہے جیسے کہ گزر چکا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رات کے ہر حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے۔ رات کے اول' درمیان اور آخر میں آپ کے وتر کی انتہاء سحری پر ہے۔[۵]

اس کے باوجود آپ نے اپنے بعض اصحاب کو احتیاط اور سمجھ داری کا دامن تھامتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ وہ وتر کے بغیر نہ سوئیں۔ حضرت سعد بن ابو وقاصؓ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز عشاء ادا کرتے پھر ایک وتر پڑھتے اس سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ ان سے کہا گیا اے ابو اسحاق! آپ ایک وتر پڑھتے ہیں اس سے زیادہ نہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو وتر پڑھے بغیر نہ سوئے وہ سمجھ دار ہے۔'' (احمد اور اس کے رجال ثقات ہیں)۔

۴- تعداد رکعات وتر:

ترمذی فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے وتر تیرہ رکعت' نو' سات' پانچ' تین اور ایک مروی ہے۔ اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں جو کچھ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ تیرہ رکعت وتر پڑھتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ رات کی نماز مع وتر تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی منجملہ ان کے وتر بھی ہے۔ تو رات کی نماز کی نسبت وتر کی طرف کر دی گئی۔

۱۔ عتمہ سے مراد نمازِ عشاء ہے۔ ۲۔ یعنی احتیاط اور سمجھ داری پر۔
۳۔ یعنی آخر رات کو قیام کے عزم پر۔
۴۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۳۴)۔
۵۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۳۵)۔

وتر کو دو رکعت ادا کرنا بھی جائز ہے۔[1] پھر ایک تشہد اور سلام کے ساتھ ایک رکعت ہو گی۔ جیسا کہ کل نماز بھی دو تشہدوں اور ایک سلام سے جائز ہے۔ یعنی تمام رکعات کو ایک دوسری کے ساتھ ملا دے۔ اس میں تشہد نہ ہو گا۔ ہاں آخر سے قبل والی رکعت میں تشہد ہو گا۔ پھر آدمی آخری رکعت کے لیے اٹھے گا اسے پڑھے گا اس میں تشہد ہو گا اور سلام ہو گا۔

سب نماز کو آخری رکعت کے ایک تشہد اور سلام کے ساتھ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ یہ سب طریقے جائز ہیں۔ نبی ﷺ سے مروی ہیں۔

ابن القیم فرماتے ہیں: صحیح، صریح اور محکم سنت میں پانچ متصل اور سات متصل وتر آئے ہیں۔ جیسے حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سات اور پانچ وتر پڑھتے۔ ان کے مابین کسی سلام یا کلام کا فاصلہ نہ کرتے تھے۔[2] اور جیسے کہ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے۔ ان میں سے پانچ وتر بناتے۔ ان میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے۔[3] حضرت عائشہؓ کی ہی حدیث ہے کہ آپ ﷺ رات کو نو (۹) رکعت پڑھتے۔ ان میں صرف آٹھویں میں بیٹھتے۔ اللہ کا ذکر کرتے۔ اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا کرتے۔ پھر اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے پھر نویں رکعت پڑھتے۔ پھر بیٹھتے تشہد پڑھتے پھر ایسا سلام کہتے۔ جو ہم کو سناتے پھر سلام کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے۔ تو یہ گیارہ رکعت ہو گئیں۔ جب آپ ﷺ سن رسیدہ ہوئے۔ آپ پر گوشت چڑھ گیا۔ آپ سات رکعت وتر پڑھتے۔ ان میں صرف چھٹی اور ساتویں میں بیٹھتے اور سلام صرف ساتویں میں پھیرتے۔[4]

---

[1] یعنی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے۔

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۹۲)

[3] صحیح مسلم (۶/۱۷)

[4] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۳۴۲)

ایک روایت ہے آپ سات رکعت نماز پڑھتے۔ ان میں سے صرف آخری میں بیٹھتے۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)۔ یہ تمام احادیث صحیح اور صریح ہیں۔ ان کا کوئی معارض نہ ہے۔ سوائے آپ ﷺ کے اس فرمان کے ''رات کی نماز دو' دو رکعت ہے۔''[۱] یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن جس نے ارشاد فرمایا ہے انہوں نے ہی سات اور پانچ وتر پڑھے ہیں۔ آپ کی سب سنتیں برحق ہیں وہ ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں۔ نبی ﷺ نے رات کی نماز کے متعلق ایک سائل کو جواب دیا تھا کہ وہ دو' دو رکعت ہے۔ اس نے آپؐ سے وتر کے متعلق نہ پوچھا تھا۔ وتر اس اکائی کا نام ہے جو اپنے سے پچھلی سے الگ ہو۔ پانچ' سات اور نو جو مغرب کی طرح متصل ہوں۔ ان کا نام بھی تین متصل کی طرح ہوگا۔ اگر پانچ اور سات دو سلاموں کے ساتھ الگ ہو جائیں جیسے گیارہ ہوتی ہیں تو وتر اس رکعت کا نام ہوگا۔ جو اکیلی الگ کی گئی ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب صبح کا ڈر ہو تو آدمی ایک وتر پڑھ لے وہ جو کچھ پڑھ چکا اس کے لیے وتر ہو جائے گا۔'' لہٰذا: آپ ﷺ کا فعل اور آپ کا قول متفق ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی۔

۵- وتر میں قرأت:

وتر میں فاتحہ کے بعد قرآن کے کسی بھی حصہ کی قرأت جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قرآن کا کوئی بھی حصہ چھوڑا ہوا نہ ہے۔ تم جس حصہ کے ساتھ بھی چاہو وتر پڑھ لو۔ لیکن اگر آدمی تین وتر پڑھے تو مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **سبح اسم ربک الاعلى** دوسری میں **قل یایها الکافرون** اور تیسری میں **قل هو الله احد** اور معوذتین پڑھے۔ کیونکہ احمد' ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جسے ترمذی نے حسن کہا ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں **سبح اسم ربک الاعلى**۔ دوسری میں **قل یایها الکافرون** اور تیسری

---

[۱] صحیح بخاری حدیث نمبر (۹۹۰)۔

میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔[1]

۲- وتر میں قنوت:

وتر میں تمام سال قنوت مشروع ہے۔ کیونکہ احمد اور اصحاب سنن وغیرہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے کچھ کلمات سکھائے جو میں وتر میں پڑھا کروں۔ (وہ یہ ہیں)

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِی شَرَّمَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، وَاِنَّهُ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ))[2]

ترجمہ: اے اللہ مجھے ہدایت دے ان میں جنہیں تو نے ہدایت دی۔ اور مجھے عافیت دے ان میں جنہیں تو نے عافیت دی۔ اور تو میرا والی بن جا ان میں جن کا تو والی بنا اور میرے لیے برکت دے اس چیز میں جو تو نے عطا کی ہے۔ اور مجھے بچا اس چیز کے شر سے جس کا تو نے فیصلہ کیا۔ بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا شان یہ ہے جس کا تو دوست بنے وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ عزت نہیں پاتا۔ تو بابرکت ہے اے ہمارے رب اور تو بلند ہے۔ اور اللہ رحمت نازل فرما نبی محمد پر۔

ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ فرماتے ہیں نبی ﷺ سے قنوت کے متعلق اس سے اچھی کوئی حدیث معروف نہ ہے۔ نووی فرماتے ہیں اس کی اسناد صحیح ہیں۔ ابن حزم نے اس کی صحت کے متعلق توقف کیا ہے لہٰذا فرماتے ہیں یہ حدیث گو

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۲۴) [2] سنن ترمذی حدیث نمبر (۴۶۴)

ان میں سے نہیں جن سے حجت پکڑ لی جائے لیکن ہم اس کے متعلق نبی ﷺ سے اس کے علاوہ حدیث نہیں پاتے۔ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث رائے سے زیادہ پسند ہے۔ ابن حنبل فرماتے ہیں یہ حضرت ابن مسعودؓ ابو موسیٰؓ، ابن عباسؓ، براءؓ، انس رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، ثوری ابن المبارک رحمہم اللہ اور ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

نوویؒ فرماتے ہیں یہ صورت دلیل میں قوی ہے۔ شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ قنوت وتر میں صرف رمضان کے آخری نصف حصہ میں ہوگی۔ کیونکہ ابو داؤد نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ پر جمع کیا۔ وہ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے تھے اور قنوت صرف رمضان کے باقی نصف میں پڑھتے[1] محمد بن نصرؒ سے مروی ہے انہوں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے وتر میں قنوت کے آغاز کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لشکر بھیجا۔ وہ کسی سخت مشکل میں پھنس گئے آپ کو ان پر ڈر پیدا ہوا۔ جب رمضان کا آخری نصف ہوا تو آپ قنوت میں ان کے لیے دعا کرنے لگے۔

۷۔قنوت کا مقام:

قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے قبل قنوت جائز ہے۔ اسی طرح رکوع سے اٹھنے کے بعد بھی جائز ہے۔ حضرت حمید سے بھی مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے قنوت کے متعلق پوچھا وہ رکوع سے قبل ہے یا رکوع کے بعد؟ فرمایا ہم یہ رکوع سے قبل بھی کرتے تھے اور بعد بھی۔[2] (ابن ماجہ، محمد بن نصر)

فتح الباری میں حافظ فرماتے ہیں اس کی اسناد قوی ہیں۔ اگر رکوع سے قبل قنوت پڑھے تو قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رفع یدین کر کے تکبیر کہے۔ اسی طرح

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۲۹)۔

۲ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۸۳)۔

قنوت سے فارغ ہونے کے بعد بھی تکبیر کہے۔ یہ بعض صحابہ سے مروی ہے۔ بعض علماء نے قنوت کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مستحب سمجھا ہے جبکہ بعض نے مستحب نہیں سمجھا۔ رہا ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا۔ تو بیہقی فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور جو کچھ سلف رضی اللہ عنہم کرتے تھے اسی پر اکتفاء کرے یعنی ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔ ان کو نماز میں منہ پر نہیں پھیرنا۔

۸-اس کے بعد دعاء:

نمازی کے لیے مستحب ہے کہ وتر سے سلام پھیرنے کے بعد وہ تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کہے۔ تیسری مرتبہ وہ اپنی آواز کو بلند کرے گا پھر کہے رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ. کیونکہ ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابی بن کعب کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ' قل یا ایھاالکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھتے اس کو ذرا کھینچ کر پڑھتے جبکہ تیسری مرتبہ اپنی آواز کو بلند کرتے۔ (یہ نسائی کے الفاظ ہیں)[1]

جبکہ دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ کہتے۔ پھر وہ دعا پڑھتے جسے احمد اور اصحاب سنن نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے وتر کے آخر میں یہ پڑھا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ' وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ' لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ' اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ))۔

ترجمہ: ''اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور تیرے ساتھ تجھ سے میں

1. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۳۰)

تجھ پر ثناء شمار نہیں کر سکتا جیسے تو نے خود اپنے نفس کی ثنا کی ہے۔''

۹-ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں:

جو وتر پڑھ چکا پھر اس کے ذہن میں نماز پڑھنے کا ارادہ بنے اس کے لیے (نفل) نماز پڑھ لینا جائز ہے جبکہ وہ وتر کو نہ دہرائے گا۔ کیونکہ ابوداؤد' نسائی اور ترمذی کی روایت ہے جسے ترمذی نے حسن کہا ہے: حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔''[1]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایسا سلام پھیرتے جو ہم کو سناتے پھر سلام کے بعد بیٹھے بیٹھے آپ دو رکعت پڑھے۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ وتر کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے تھے۔[2]

۱۰-اس کی قضاء:

جمہور علماء کا مذہب وتر کی قضاء کا مشروع ہونا ہے۔ کیونکہ بیہقی اور حاکم میں روایت ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی صبح کرے اس نے وتر نہ پڑھے ہوں تو وہ وتر پڑھ لے۔''[3]

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے وتر سے سو گیا یا اسے بھول گیا تو وہ پڑھ لے جب اسے یاد آ ئے۔''[4]

---

[1] صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۸۷) [2] جامع ترمذی حدیث نمبر (۴۷۱)

[3] صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۸۷)

[4] اللؤلؤ والمرجان (جلد نمبر ۱/ حدیث نمبر ۳۹۷)

احمد اور طبرانی میں حسن سند کے ساتھ روایت ہے رسول اللہ ﷺ صبح کرتے تو وتر پڑھتے۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ کس وقت اس کی قضاء ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک ممانعت کے اوقات کے علاوہ اس کی قضاء ہوگی۔ شافعیہ کے نزدیک دن یا رات کے کسی بھی وقت میں اس کی قضاء ہوسکتی ہے۔ جبکہ امام مالک اور احمد کے نزدیک فجر کے بعد جب تک صبح کی نماز نہ پڑھی جائے۔

پانچوں نمازوں میں قنوت:

مشکلات کے وقت پانچوں نمازوں میں جہری قنوت کرنا مشروع ہے۔ لہٰذا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں پیغمبر ﷺ نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر مغرب، عشاء اور صبح ہر نماز میں قنوت پڑھی۔ یعنی نماز کے بعد[1] جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ آخری رکعت میں کہہ لیتے تو ان کے خلاف بددعا کرتے یعنی بنوسلیم کے قبیلہ پر اور رعل، ذکون اور عصیہ[2] پر جبکہ آپ کے جو پیچھے ہوتے وہ آمین کہتے۔[3] احمد یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے ان کی طرف اسلام کی دعوت دینے والے پیغامبر بھیجے۔ انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ عکرمہ فرماتے ہیں یہ قنوت کا آغاز تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعا کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ بعض دفعہ آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. جب کہہ لیتے تو کہتے:

---

1. کتاب کے اصل نسخہ میں یونہی ہے جبکہ مناسب الفاظ نماز کے بعد کی بجائے رکوع کے بعد ہیں۔ از مترجم۔
2. رعل، ذکوان اور عصیہ بنوسلیم کے قبائل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ انہوں پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی ہمارے پاس ایسے لوگ بھیجیں جو ہم کو دین کا علم سکھائیں آپ نے ان کی طرف ستر اصحاب بھیجے۔ انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ تو یہ قنوت کا سبب ہوا۔
3. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۴۳)

((اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ' وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ' وَعِيَاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ ' وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِىْ يُوْسُفَ))

ترجمہ: اے اللہ ولید بن ولید' سلمہ بن ھشام' عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور بنائے گئے مومنوں کو نجات دے اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ[1] سخت کر دے اوران پر قحط سالی دے جیسے حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط سالی[2] ہوئی۔

فرمایا آپ اس کو جہر کرتے۔ جبکہ بعض نمازوں میں اور نمازِ فجر میں یہ بھی کہتے: ''اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت کر''۔ یہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ حتی کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ ﴾. (سورة:)

ترجمہ: آپ کے لیے معاملہ میں کچھ اختیار نہیں یا وہ ان کو توبہ قبول کرے یا وہ ان کو عذاب دے پس بے شک وہ ظالم ہیں۔[3]

صبح کی نماز میں قنوت:

صبح کی نماز میں قنوت سوائے مشکلات کے غیر مشروع ہے۔ مشکل اوقات میں اس میں اور تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے گی جیسے کہ گزر چکا۔ احمد' نسائی' ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے جسے ترمذی نے صحیح بھی کہا ہے۔ حضرت ابو مالک اشجعی

---

1. حدیث میں آمدہ لفظ وطاۃ کا مطلب دبانا اور سخت گرفت کرنا ہے۔
2. یہ قحط سالی قرآن کریم میں مذکور ہے۔
3. صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۵۹۰)

فرماتے ہیں کہ میرے باپ[1] نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سولہ (۱۶) سال کی عمر میں نماز پڑھی۔ نیز حضرت ابو بکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی۔ میں نے کہا کیا وہ قنوت پڑھتے تھے؟ کہا نہیں! اے میرے بیٹے یہ نیا طریقہ ہے۔[2] ابن حبان' خطیب اور ابن خزیمہ نے روایت بیان کی ہے جسے انہوں نے صحیح بھی کہا ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے۔ ہاں صرف اس وقت جب کسی قوم کے حق میں یا کسی قوم کے خلاف دعا کرتے۔[3] حضرت زبیرؓ اور خلفائے ثلاثہ سے مروی ہے کہ وہ نمازِ فجر میں قنوت نہ پڑھتے تھے۔ یہی حنفیہ' حنابلہ' ابن المبارک' ثوری اور اسحاق کا مذہب ہے۔ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قنوت سنت ہے۔ کیونکہ سوائے ترمذی کے سب نے ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا گیا: کیا نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی؟ کہا جی ہاں۔ پوچھا گیا: رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟ فرمایا رکوع کے بعد۔[4] اور جو روایت احمدؒ بزار' دار قطنی' بیہقی اور حاکم میں ہے جسے انہوں نے صحیح بھی کہا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیشہ فجر میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ دنیا کو چھوڑ گئے۔ اس سے استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ جس قنوت کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ وہ مشکلات کے وقت کی قنوت ہے۔ یہ بات بصراحت بخاری اور مسلم کی روایت میں آئی ہے۔

رہی دوسری حدیث تو اس کی سند میں ابو جعفر الرازی ہے جو کہ قوی نہ ہے۔ اس

---

1. کتاب کے اصل نسخوں میں ابی شد کے ساتھ لکھا ہے۔ جو کہ درست نہ ہے۔ ہم نے درست الفاظ کی رو سے ترجمہ لکھا ہے۔
2. جامع ترمذی حدیث نمبر (۴۰۲)
3. یہ لفظ ابن حبان کے ہیں۔ جبکہ دوسروں کے الفاظ میں "صبح کی نماز" کا ذکر نہیں ہے۔
4. سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۸۳-۱۱۸۴)

کی یہ حدیث حجت پکڑنے کے درجہ میں نہ ہے۔ کیونکہ یہ بات معقول نہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر میں اپنی ساری زندگی قنوت پڑھتے رہے پھر اسے آپ کے بعد خلفاء نے چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ حضرت انسؓ بذات خود بھی صبح میں قنوت نہ پڑھتے تھے۔ جیسا کہ یہ آپ سے ثابت ہے۔ اگر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس میں مذکور قنوت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ﷺ رکوع کے بعد دعا اور ثناء کے لیے لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ دنیا کو چھوڑ گئے۔ یہ قنوت کے معانی میں سے ایک معنی ہے اور یہی یہاں زیادہ مناسب ہے۔ آپ اس بات کو جس درجہ میں بھی سمجھ لیں پھر بھی یہ ایسا اختلاف ہے جس فعل اور ترک دونوں مباح ہیں۔ اور بے شک بہترین سیرت حضرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔

قیام اللیل

۱- اس کی فضیلت:

۱- اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس کا حکم فرمایا: لہذا فرمایا:

﴿ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹)

ترجمہ: اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ شب خیزی) آپ کے لیے (سبب) زیادت ہے۔ قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں داخل کرے۔

یہ حکم گو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن عام مسلمان بھی اس میں اس وجہ سے شامل ہیں کہ ان کو آپ ﷺ کی اقتداء طلب کی گئی ہے۔

۲- اس نے واضح فرمایا کہ رات کے قیام کی پابندی کرنے والے ہی نیک ہیں وہ اس کی رحمت اور خیر کے مستحق ہیں لہذا فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّعُيُونٍ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (سورۃ الذاریات: ۱۵-۱۸)

ترجمہ: بے شک پرہیز گار بہشتوں اور چشموں میں ہونگے۔ جو جو (نعمتیں) ان کا پروردگار انہیں دیتا ہوگا ان کو لے رہے ہونگے بے شک

وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔

۳- اللہ نے ان کی مدح اور تعریف کی ہے اور منجملہ اپنے نیک بندوں کے ان کو شمار کیا ہے: لہذا فرمایا:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۳-۶۴)

ترجمہ: اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

۴- اللہ نے اپنی آیات پر ایمان رکھنے میں ان کے حق میں گواہی دی۔ لہذا فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيَاتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

(سورۃ سجدہ: ۱۵-۱۷)

ترجمہ: ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے

پکارتے اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

۵- اللہ نے ان کے اور دیگر لوگوں کے مابین برابری کی نفی کی ہے یعنی وہ لوگ جن میں یہ صفت نہ ہو۔ لہٰذا: فرمایا:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سُجِّداً وَّقَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ. قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوْ الْاَلْبَابِ. ﴾ (سورۃ الزمر:۹)

ترجمہ: (بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کہہ دیجئے بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں۔ جو عقلمند ہیں۔

یہ ان میں سے چند آیات ہیں جو اس بابت کتاب اللہ میں ہیں۔ رہی رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) تو اس میں سے کچھ پیش خدمت ہے:

۱- حضرت عبداللہؓ بن سلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو شروع میں لوگ تیزی سے آپ کی طرف آنے لگے۔ ان لوگوں میں سے میں بھی تھا جب میں نے آپ کے چہرے پر نگاہ دوڑائی اور اسے غور سے دیکھا تو میں پہچان گیا کہ یہ چہرہ کذاب کا چہرہ نہیں۔ فرماتے ہیں سب سے پہلی بات جو میں نے آپ سے سنی وہ یہ تھی: فرمایا:

ترجمہ: اے لوگو! تم سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں تم اپنے رب کی جنت میں بسلامت

داخل ہو جاؤ گے۔'' [۱]

۲- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم رات کے قیام کو لازم پکڑو۔ بے شک یہ تم سے پہلے کے نیک لوگ کی عادت ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کے حضور قرب کا ذریعہ ہے' یہ غلطیوں کو مٹانے والی (عبادت) ہے۔ یہ گناہوں سے روکنے والی ہے اور یہ جسم سے بیماری کو نکال پھینکنے والی ہے۔'' [۲]

۳- حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: حضرت جبرئیل نبی ﷺ کے پاس آئے کہا: اے محمد آپ جیسے چاہیں زندگی گزاریں بے شک آپ فوت ہونے والے ہیں۔ آپ جیسے چاہے عمل کریں بے شک آپ کو اس پر جزاء دی جائے گی۔ آپ جس کو چاہیں قبول کریں بے شک آپ اسے چھوڑنے والے ہیں۔ اور جان لیجیے کہ مومن کا شرف قیام اللیل ہے جبکہ اس کی عزت اس کی لوگوں سے بے پروائی (میں) ہے۔''

۴- حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ ان سے ہنستا ہے اور ان کو خوشخبری دیتا ہے: (ایک) وہ کہ جب جماعت شکست کھا گئی اس نے اس کے پیچھے اپنی جان کے ساتھ اللہ عزوجل کے لئے لڑائی کی یا تو وہ قتل کر دیا جائے گا یا اللہ بزرگ و برتر اس کی مدد کرے گا اور اس کو کافی ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ فرماتے ہیں میرے اس بندے کو دیکھو کیسے اس نے اپنی جان کے ساتھ میرے لئے صبر کیا۔ (دوسرا) وہ شخص جس کے لیے خوبصورت عورت (بیوی) اور نرم بستر ہو تو وہ رات کا قیام کرے اللہ فرماتے ہیں: اس نے اپنی شہوت کو چھوڑا ہے اور میرا ذکر کرتا ہے اگر یہ چاہے تو لیٹ جائے۔ اور (تیسرا) وہ

---

[۱] سنن ترمذی حدیث نمبر (۲۴۸۵)

[۲] سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۵۴۹)

شخص جو سفر میں ہے اس کے ساتھ مسافروں کا ایک قافلہ ہے۔ وہ رات کو جاگتے (سفر کرتے) رہے پھر سو گئے تو یہ بوقت سحر تنگی اور تکلیف میں بھی قیام کرتا ہے۔[1]

۲- اس کے آداب:

جو شخص قیام اللیل کا ارادہ کرے اس کے لیے درج ذیل امور مسنون ہیں:

۱- کہ وہ سوتے وقت رات کو قیام کی نیت کر لے۔ حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے بستر پر جائے اور وہ نیت رکھتا ہو کہ وہ اٹھے گا اور رات کو نماز پڑھے گا اس پر اس کی آنکھ غالب آ گئی حتی کہ صبح ہو گئی۔ اس کے لیے لکھ دیا جائے گا جو اس نے نیت کی۔ اور اس کی نینداس پر اس کے رب کی طرف سے صدقہ ہو گی۔''[2]

۲- بیدار ہوتے وقت آدمی اپنے چہرے سے نیند کو جھاڑے' مسواک کرے اور آسمان کی طرف دیکھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے مروی دعا پڑھتے ہوئے یہ کہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ' اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ' اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْماً وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ))

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا تو پاک ہے۔ میں تجھ سے اپنے گناہوں کا استغفار کرتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔ مجھے ہدایت عطا کرنے کے بعد میرے دل کو ٹیڑھا نہ کرنا۔ مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرما بے

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۱۶)

[2] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۷۸۸)

شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ اس اللہ کے لیے تعریف ہے جس نے ہمین مارنے کے بعد ہم کو زندہ کر دیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

پھر آپ سورۃ آل عمران کے آخر سے دس آیات پڑھتے یعنی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ سے آخر سورۃ تک۔[1]

پھر آپ پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، مَا اَسْرَرْتُ، وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔))

ترجمہ: اے اللہ تیرے لئے تعریف ہے۔ تو آسمانوں، زمین اور جو ان میں ہیں ان کا نور ہے۔ تیرے لئے تعریف ہے۔ تو آسمانوں، زمین اور جو ان میں ہیں کو قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لئے تعریف ہے۔ تو حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے۔ (سب) نبی حق ہیں، محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ میں تیرے لئے مسلمان ہوا۔ تجھ پر ایمان لایا۔ تجھ پر توکل کیا۔ تیری طرف میں جھکا، تیرے (حق) ذریعہ سے میں نے جھگڑا کیا، تیری طرف میں

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۲۱)

فیصلہ لایا تو میرے لئے بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور جو پیچھے کیا' جو کچھ میں نے پوشیدہ کیا اور جو اعلانیہ کیا۔ تو اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہ ہے۔[1]

۳- آدمی صلاۃ اللیل کو دو مختصر رکعتوں سے شروع کرے۔ پھر ان کے بعد جیسے چاہے نماز پڑھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے تو شروع دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ کرتے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی رات کو اٹھے تو اپنی نماز کو دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ شروع کرے۔'' (یہ دونوں روایتیں مسلم کی ہیں)

۴- وہ اپنے گھر والوں کو جگائے۔ لہٰذا: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھا اس نے نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھی اس نے نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔[2] انہی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب مرد رات کو اپنی بیوی کو جگائے دونوں نے نماز پڑھی یا دونوں نے اکھٹی دو رکعت پڑھیں وہ اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔'' (ان دونوں کو ابوداؤد وغیرہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک رات بیدار ہوئے فرمایا: ''سبحان اللہ۔ آج رات کتنے فتنے اتارے گئے آج رات کتنے خزانے اتارے

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۲۰)

[2] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۱۱)

گئے۔ کون کمروں (میں سونے) والیوں کو جگائے گا کتنی ہی دنیا میں پہننے والی ہیں جو روزِ قیامت ننگی ہونگی۔ (بخاری)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟'' کہتے ہیں وہ کہنے لگیں[1] اے اللہ کے رسولؐ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں اگر وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو اٹھا دے۔ جب میں نے یہ کہا تو آپ چلے گئے۔ پھر میں نے جاتے ہوئے آپ سے سنا آپ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے تھے۔

''انسان سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والی چیز ہے۔''[2]

۵- اگر اونگھ کا غلبہ ہو تو چھوڑ دے اور لیٹ جائے تا آنکہ اس سے نیند جاتی رہے۔ لہٰذا: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی رات کو اٹھے۔ اس کی زبان پر قرآن مشکل لگ رہا ہو۔ وہ نہ جانتا ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو وہ لیٹ جائے۔''[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے یہ زینبؓ کی ہے وہ نماز پڑھتی ہے۔ جب سست ہو جائے یا تھک جائے۔ وہ اس کو تھام لیتی ہے۔ فرمایا: اس کو کھول دو۔ تم میں سے (ہر) ایک اپنی چستی میں نماز پڑھے۔ جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو لیٹ جائے۔[4]

۶- وہ اپنے نفس پر مشقت نہ ڈالے۔ بلکہ رات کو اس قدر قیام کرے جتنی اس میں

---

[1] اصل کتاب میں عبارت یونہی ہے لیکن در حقیقت یہ حضرت فاطمہؓ کی بجائے حضرت علیؓ نے کہا تھا جیسا کہ اگلے الفاظ سے بھی پتہ چل رہا ہے۔ از مترجم۔

[2] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۱۳) [3] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۸۳۶)

[4] صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۸۳۱)

طاقت ہو اس پر ہمیشگی کرے اور اسے سوائے ضرورت کے ترک نہ کرے۔ لہٰذا حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اعمال کو اختیار کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم اللہ نہیں اُکتاتا[1]''حتی کہ تم اکتا جاؤ گے۔''[2]

ان دونوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل کون سا ہے؟ فرمایا:''جو ہمیشہ ہو گو وہ کم ہو۔''[3] مسلم نے انہی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہمیشگی والا ہوتا تھا اور جب آپ کوئی عمل کرتے تو اس کو ثابت رکھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے عبداللہ تو فلاں کی طرح نہ ہو جا جو رات کو قیام کرتا تھا تو اس نے قیام اللیل کو چھوڑ دیا۔''[4]

ان دونوں نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سوتا رہتا ہے فرمایا یہ ایسا آدمی ہے جس کے''کانوں''میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے یا فرمایا''کان''میں۔[5] ان دونوں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے باپ کو فرمایا''عبداللہ اچھا آدمی ہے کاش رات کو قیام کرتا ہو۔ سالم کہتے ہیں: اس کے بعد عبداللہ رات کو کم ہی سویا کرتے تھے۔

۳-اس کا وقت:

رات کی نماز شروع رات میں بھی جائز ہے۔ درمیان میں بھی اور آخر میں بھی

---

[1] حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ثواب بند نہیں کرتا حتی کہ تم عبادت بند کر دو گے۔
[2] صحیح مسلم حدیث نمبر(۱۸۳۳) [3] صحیح مسلم حدیث نمبر(۱۸۴۰)
[4] صحیح بخاری حدیث نمبر(۱۱۵۲)
[5] سنن نسائی حدیث نمبر(۱۶۰۹)

بشرطیکہ نماز عشاء کے بعد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر ہم آپؐ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو ہم آپ کو دیکھ سکتے تھے اور اگر ہم آپ کو رات میں سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو ہم دیکھ سکتے تھے۔ آپ (کسی) ماہ میں (نفلی) روزے رکھتے جاتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ اس کا کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور آپ روزہ چھوڑتے جاتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ اس کا کوئی روزہ نہ رکھیں گے۔[1] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا کوئی وقت معین نہ تھا۔ بلکہ جب آپ کے لیے قیام میسر ہوتا یہ اس حساب سے تھا۔

۴- اس کا افضل وقت:

افضل یہ ہے کہ اسے (رات کی) آخری تہائی تک مؤخر کر دیا جائے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہمارا عزت وجلال والا رب ہر رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے جس وقت رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے تو وہ فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے پس میں اس کے لیے قبول کرلوں۔ کون مجھ سے مانگتا ہے پس میں اسے عطا کر دوں۔ کون مجھ سے بخشش کا طلب گار ہے پس میں اسے بخش دوں۔[2]

۲- حضرت عمرو بن عنبہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"رب کے سب سے قریب بندہ پچھلی رات کے درمیان میں ہوتا ہے اگر تجھ میں استطاعت ہو کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جو اس وقت

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۶۲۸)

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۴۵)

اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔تو تو ہو جا۔"[1] (حاکم اور وہ فرماتے ہیں کہ مسلم کی شرط پر ہے ترمذی اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے۔ نیز اسے نسائی اور ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے۔)

۳- ابو مسلم نے حضرت ابوذرؓ سے کہا رات کا کون سا قیام افضل ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا جیسے تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔تو آپؐ نے فرمایا غابر[2] رات کا درمیان۔(احمد باسناد جید)

۴- حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا ہاں پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور اللہ کے ہاں پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ وہ نصف رات سوتے تھے۔ ایک تہائی قیام کرتے تھے اور رات کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے۔[3] آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے۔"[4]

۵- اس کی تعداد رکعات:

رات کو نماز کے لیے کوئی مخصوص عدد اور کوئی معین حد نہ ہے۔ یہ نماز ادا ہو جاتی ہے گو نماز عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ہی ہو۔[5]

۱- حضرت سمرہؓ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم رات کو نماز پڑھیں کچھ کم ہو یا زیادہ۔ اور ہم اس کے آخر میں وتر کر لیں۔(طبرانی' بزار)

---

[1] جامع ترمذی (۵/۵۶۹-۵۷۰)

[2] غابر کا معنی باقی رات یا نصف رات ہے۔

[3] اس کو آسانی سے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو چھ حصوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ از مترجم۔

[4] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۳۱)

[5] گویا مؤلف کے ہاں وتر اک نفل نماز ہے اور صلاۃ اللیل میں شامل ہے۔ از مترجم۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسے نبی ﷺ تک مرفوع بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: ''میری اس مسجد میں نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ مسجد الحرام میں نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ ارض رباط[1] میں نماز دو ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور ان سب سے زیادہ وہ دو رکعتیں ہیں جنہیں بندہ رات کے درمیان میں پڑھے۔ (ابو الشیخ' ابن حبان در کتاب الثواب اور اس پر منذری نے الترغیب والترہیب میں سکوت کیا ہے)[2]

۳۔ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کے درمیان میں نماز ضروری ہے گو کہ بکری کے دوہنے[3] کے برابر ہو۔ اور جو نمازِ عشاء کے بعد ہے وہ رات سے ہی ہے۔'' (طبرانی۔ سوائے محمد بن اسحاق کے اس کے رواۃ ثقات ہیں)۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے قیام اللیل کا ذکر کیا۔ کسی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا نصف' اس کی تہائی' اس کی چوتھائی' اونٹنی دھونے کے[4] وقفہ کے برابر ہے۔ بکری دھونے کے وقفہ کے برابر ہے۔''

۵۔ انہی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے رات کی نماز کا حکم فرمایا اور اس کی ترغیب دی ہے حتی کہ فرمایا تم رات کی نماز کو لازم کر لو گو کہ ایک رکعت ہو۔ (طبرانی کبیر اور اوسط)

---

[1] ارضِ رباط وہ جگہ ہے جہاں مجاہدین انتظار کرتے ہوں۔

[2] صحیح ابن حبان۔

[3] یعنی اتنا وقت کہ جتنے میں بکری کو دھولیا جائے۔

[4] حدیث میں وارد لفظ فواق کے متلق منذری فرماتے ہیں۔ یہ یہاں اس وقفہ کے اندازہ کے معنی میں ہے کہ دھوتے وقت جب آپ اپنے ہاتھ کو تھن/ پستان سے ہٹائیں اور پھر پکڑ یں۔

افضل طریقہ یہ ہے کہ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت پر ہمیشگی کی جائے۔ ان کو اکٹھا پڑھنے یا جدا جدا پڑھنے کا آدمی کو اختیار ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور نہ اس کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپؐ چار پڑھتے پس تو ان کی خوبی اور لمبائی نہ پوچھ۔ پھر چار پڑھتے پس تو ان کی خوبی اور لمبائی نہ پوچھ۔ پھر تین پڑھتے۔ میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں؟ فرمایا اے عائشہ بے شک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں جبکہ میرا دل نہیں سوتا۔[1]

ان دونوں نے حضرت قاسم بن محمدؒ سے بھی بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی۔ جبکہ آپ ایک سجدہ (رکعت) وتر پڑھتے تھے۔

۶۔ قیام اللیل کی قضاء:

مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ سے جب درد وغیرہ کی وجہ سے رات کی نماز چھوٹ جاتی آپ دن کو بارہ رکعت پڑھتے تھے۔[2] اور سوائے بخاری کے سب نے یہ روایت حضرت عمرؓ سے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنے ورد سے یا اس کے کچھ حصہ سے سویا رہا تو اس کی فجر اور ظہر کی نمازوں کے درمیان پڑھ لیا۔ اس کے لیے ایسے لکھا جائے گا جیسے اس نے اسے رات کو پڑھا ہو۔''[3]

❁❁❁

---

۱ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۷۲۳)

۲ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۷۹۰)

۳ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۷۹۱)

قیامِ رمضان

۱- قیامِ رمضان کی مشروعیت:

قیامِ رمضان یا نمازِ تراویح[1] مردوں اور عورتوں[2] کے لیے سنت ہے جو نمازِ عشاء کے بعد اور وتر سے پہلے دو دو رکعت ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد بھی اسے ادا کرنا جائز ہے لیکن یہ افضل طریقہ کے خلاف ہے اس کا وقت آخر رات تک چلتا ہے۔ سب نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے لیکن اس میں سختی کے ساتھ حکم نہ دیتے تھے۔ آپ فرماتے جس نے ایمان اور احتساب[3] کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[4] سوائے ترمذی کے سب نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں نبی ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی۔ آپ کی نماز کے ساتھ بہت سے لوگوں نے نماز پڑھی۔ پھر اگلی رات آپ نے نماز پڑھی تو وہ زیادہ ہو گئے۔ پھر تیسری رات

---

[1] یہ ترویحہ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں چار رکعت کے بعد آرام طلبی پر بولا جاتا ہے۔ پھر اس کا اطلاق ہر چار رکعت پر ہونے لگا۔

[2] حضرت عرفجہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ قیامِ رمضان کا حکم دیتے تھے۔ وہ مردوں کے لیے ایک امام اور عورتوں کے لیے ایک اور امام مقرر کرتے تھے۔ میں عورتوں کا امام تھا۔

[3] ایمان کا مطلب تصدیق ہے۔ جبکہ احتساب یہ ہے کہ اللہ کی رضا مقصود ہو۔

[4] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۰۳)

اکھٹے ہو گئے لیکن آپؐ ان کی طرف نہ نکلے۔ جب آپؐ نے صبح کی فرمایا تو میں نے تمہارا عمل دیکھا تو مجھے تمہاری طرف نکلنے سے محض اس خدشہ نے روکا تھا کہ یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور یہ رمضان کی بات ہے۔[۱]

۲-اس کی تعداد رکعات:

سب نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ رمضان میں اور نہ اس کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔[۲] ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعتیں اور ایک وتر پڑھایا۔ پھر انہوں نے اگلی رات آپ کا انتظار کیا لیکن آپؐ ان کی طرف نہ آئے۔ ابو یعلی اور طبرانی نے بسندِ حسن انہی سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعبؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ کہا اے اللہ کے رسولؐ! مجھ سے آج رات ایک بات ہو گئی یعنی ہمارے گھر کی عورتیں کہنے لگیں تم قرآن پڑھتے ہو اور ہم قرآن نہیں پڑھتیں۔ تو ہم تمہاری نماز کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھا دیں اور وتر بھی تو یہی پسندیدہ سنت ہو گئی اور آپؐ نے کچھ نہ کہا۔[۳]

یہ وہ مسنون طریقہ ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی آپ سے صحیح مروی نہیں ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ حضرت عمرؓ عثمان اور علی کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعت پڑھتے تھے۔ یہی جمہور رفقہاء حنیفہ' حنابلہ اور داؤد کی رائے ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں اکثر اہل علم اس رائے پر ہیں جو بیس (۲۰) رکعت کی رائے حضرت عمرؓ' علیؓ وغیرہ اصحاب نبی ﷺ سے مروی ہے۔

یہی ثوری' ابن المبارک اور شافعی کا قول ہے اور وہ فرماتے ہیں اسی طرح میں

---

۱ سنن نسائی حدیث نمبر (۱۶۰۵)

۲ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۱۱۴۷)

۳ صحیح ابن حبان حدیث نمبر (۹۲۲)

نے مکہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیس (۲۰) رکعت پڑھتے تھے۔[1]

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ مسنون گیارہ رکعت مع وتر ہیں جبکہ باقی مستحب ہیں۔ الکمال ابن الھمام فرماتے ہیں: دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ سنت بیس سے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا پھر اسے اس ڈر سے چھوڑ دیا کہ ہم پر فرض نہ ہو جائے۔ جبکہ باقی مستحب ہیں۔ یہ ثابت ہے کہ یہ (نماز) مع وتر گیارہ رکعت تھی جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ لہذا: ہمارے مشائخ / بزرگوں کے اصول کے مطابق ان میں سے آٹھ مسنون ہونگی۔ جبکہ بارہ (۱۲) مستحب ہونگی۔

۳- اس میں جماعت:

قیام رمضان میں جائز ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے جبکہ انفرادی پڑھنا بھی جائز ہے۔ لیکن اس کی نماز با جماعت جمہور کے نزدیک مسجد میں افضل ہے۔ ایسی روایات گزر چکی ہیں جن سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے مسلمان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ لیکن آنے کی پابندی نہ کی۔ اس ڈر سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔ پھر یوں ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ان کو ایک امام پر جمع کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں: میں رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا۔ لوگ الگ الگ گروہوں' ٹولیوں میں تھے۔ کوئی آدمی خود نماز پڑھ رہا ہے۔ کوئی نماز پڑھا رہا ہے تو اس کی نماز کے ساتھ ایک گروہ بھی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو

---

[1] امام مالک کا مذہب اس کی وتر کے علاوہ چھتیس (۳۶) رکعات ہیں۔ زرقانی فرماتے ہیں: ابن حبان نے ذکر کیا کہ پہلے تراویح گیارہ رکعت تھی۔ لوگ لمبی قرأت کرتے تھے۔ یہ ان پر بوجھل ہوگئی تو انہوں نے قرأت میں تخفیف کر دی اور رکعات کی تعداد بڑھا دی۔ لہذا وہ بغیر جفت اور طاق کے بیس (۲۰) رکعت پڑھنے لگے یعنی درمیانی قرأت کے ساتھ۔ پھر قرأت میں اور تخفیف کر دی اور رکعات بغیر جفت اور طاق کے چھتیس (۳۶) کر دیں۔ اور پھر معاملہ اسی پر چل پڑا۔

ایک قاری پر جمع کر دوں تو امثل[۱] ہوگا۔ پھر حکم فرمایا تو ان کو ابیؓ بن کعب پر جمع کر دیا۔ پھر میں ان کے ہمراہ دوسری رات کو نکلا جبکہ لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھا نیا طریقہ ہے۔[۲] اور جس گھڑی میں یہ سوئے رہتے وہ اس سے افضل ہے جس میں یہ قیام کرتے ہیں۔ ان کی مراد آخر رات[۳] ہے۔ لوگ اول رات میں قیام کرتے تھے۔''[۴]

۴- اس میں قرأت:

قیامِ رمضان کی قرأت میں کوئی چیز مسنون نہیں ہے۔ سلف سے مروی ہے کہ وہ دو سو(۲۰۰) آیات کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ وہ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔ وہ طلوع فجر سے کچھ پہلے ہی نماز سلام پھیرتے تھے۔ تو خادموں سے کھانے میں اس ڈر سے جلدی کرواتے کہ طلوع فجر نہ ہو جائے۔ وہ آٹھ رکعت میں سورۂ بقرہ کے ساتھ قیام کرتے تھے جب اس کو بارہ (۱۲) رکعات میں پڑھا جائے گا تو یہ تخفیف شمار کی جائے گی۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں: امام احمد نے فرمایا: ماہِ رمضان میں لوگوں کے لیے ایسی قرأت کی جائے جو لوگوں پر تخفیف کرے مشقت نہ ڈالے خصوصاً چھوٹی راتوں میں۔[۵] قاضی فرماتے ہیں: مہینہ میں ایک قرآن سے کم پڑھنا مستحب نہیں ہے تاکہ لوگ سارا قرآن سن لیں۔ اور پیچھے والوں پر مشقت کو مکروہ جانتے ہوئے ایک ختم سے زیادہ بھی نہ کیا جائے۔ اچھا اندازہ لوگوں کے حالات کے حساب سے بہتر ہوگا۔ اگر سب لوگ لمبا کرنے پر متفق ہو جائیں تو افضل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا ''ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ قیام کیا حتی کہ ہم کو ڈر پیدا ہوا کہ ہم سے فلاح یعنی سحری نہ چھوٹ جائے۔ قاری دو سو (۲۰۰) آیات پڑھا کرتا تھا۔''

۱۔ امثل یعنی افضل ہے۔ مثالی ہوگا۔ ۲۔ یعنی ان کو ایک امام پر اکٹھا کرنے کا طریقہ۔

۳۔ یعنی یہ نماز آخر رات میں افضل ہے۔ ۴۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۲۰۱۰)

۵۔ جیسے گرمیوں کی راتیں ہوتی ہیں۔

نمازِ چاشت

۱-اس کی فضیلت:

نماز چاشت کی فضیلت میں بکثرت احادیث آئی ہیں ہم ان میں سے چند کو ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے ایک کی ہر انگلی پر صبح کو صدقہ لازم ہوتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے۔ ہر تحمید صدقہ ہے۔ ہر تہلیل صدقہ ہے۔ ہر تکبیر صدقہ ہے' امر بالمعروف صدقہ ہے۔ نہی عن المنکر صدقہ ہے۔ اور ان سب سے دو رکعتیں کفایت[۱] کرتی ہیں جو آدمی بوقت چاشت پڑھتا ہے۔[۲]

۲- احمد اور ابوداؤد میں سے حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں۔ اس پر ان میں سے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا مسجد میں تھوک ہو اس کو دفن کر دے یا کوئی راستے میں پڑی ہوا سے

---

[۱] حدیث میں وارد لفظ یجزیٔ کے یاء پر زبر ہے۔ اس کا معنی کفایت کرنا ہے۔ اگر پیش ہو تو اجزاء کے معنی میں ہوگا۔

[۲] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۷۱)

ہٹا دے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں اس سے کفایت کریں گی۔[1]

شوکانی فرماتے ہیں: ''یہ دونوں حدیثیں نماز ضحیٰ کی عظیم فضیلت' ان کے بڑے درجے اور ان کی مشروعیت کی تاکید پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز یہ کہ یہ دو رکعتیں تین سو ساٹھ (اجزاء) کی طرف سے صدقہ میں کفایت کرتی ہیں۔ جو عمل اس طرح کا ہو وہ اس لائق ہے کہ اس پر ہمیشگی اور پابندی کی جائے۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ بکثرت تسبیح' تحمید' تہلیل' امر بالمعروف نہی عن المنکر اور تھوک کو دفن کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور راستہ سے ایسی چیز ہٹانی چاہیے جو گزرنے والے کو تکلیف دے۔ ایسی تمام نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ انسان پر ہر روز جو صدقات لازم ہیں ہم ان کو پورا کر سکیں۔''

۳۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے ہرگز عاجز نہ آ۔ میں تجھے دن کے آخر میں کفایت کروں گا۔ (حاکم' طبرانی اور اس کے رجال ثقات ہیں)۔ احمد' ترمذی' ابوداؤد اور نسائی بسند جید اسے نعیم الغطفانی سے روایت کیا ہے۔ ترمذی کے الفاظ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں فرمایا: ''اے ابن آدم! تو میرے لئے دن کے شروع میں چار رکعات پڑھ۔ میں تجھے اس کے آخر میں کفایت کروں گا۔''[2]

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ[3] بھیجا انہوں نے غنیمت پائی اور واپسی میں جلدی کی۔ لوگوں نے ان کے جنگ کے قرب[4] کے متعلق گفتگو کی۔ نیز ان کے بکثرت غنیمت لانے اور جلد لوٹ آنے کو بھی موضوع گفتگو بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ان سے قریب جنگ' زیادہ

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۸۵)
۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۹۱)
۳ لشکر کا ایک ٹکڑا۔
۴ جنگ کا جلدی ختم ہونا مراد ہے۔

غنیمت اور قریب ترین رجوع[۱] پر دلالت نہ کروں؟ جس نے وضوء کیا پھر نمازِ چاشت کے لیے مسجد گیا اس کی جنگ زیادہ قریب ہے۔ اس کی غنیمت اکثر ہے اور اس کا لوٹنا بھی قریب ترین ہے۔'' (احمد' طبرانی نیز ابویعلیٰ نے بھی اس طرح کی روایت بیان کی ہے)۔

۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں مجھے میرے دوست (محمد) ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی:

''ہر ماہ میں تین روزے چاشت کی دو رکعتیں اور یہ کہ میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کروں۔[۲]

۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں دیکھا آپ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعت پڑھی جب سلام پھیرا فرمایا میں نے امید اور خوف والی نماز پڑھی ہے۔ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں اس نے مجھے دو عطا کر دیں۔ جب کہ ایک مجھ سے روک دی۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت سنین[۳] میں مبتلا نہ ہو اس نے یہ پورا کر دیا۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ان پر ان کا دشمن غالب نہ آئے اس نے یہ پورا کر دیا۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ انہیں فرقوں میں سے نہ بانٹے اس نے میرے لئے اس پر انکار کر دیا۔[۴]

۲- اس کا حکم:

صلاۃ ضحیٰ ایک مستحب عبادت ہے۔ جو اس کا ثواب حاصل کرنا چاہے وہ اسے ادا کرے ورنہ اس کے چھوڑنے پر کچھ ملامت/ مذمت نہ ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ سے

---

۱ لفظ اوشک قرب کے معنی میں ہے۔ ۲ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۷۸)

۳ سنین کا معنی قحط سالی ہے۔

۴ صحیح ابن خزیمہ طبع بہارت۔

مروی ہے۔فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ نماز چاشت پڑھتے جاتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپؐ اسے نہ چھوڑیں گے۔اور آپؐ اسے چھوڑتے جاتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپؐ یہ نماز نہ پڑھیں گے۔''[۱]

۳-اس کا وقت:

سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہو جانے پر اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال کے وقت ختم ہوتا ہے۔لیکن مستحب یہ ہے کہ اسے سورج بلند ہونے اور گرمی سخت ہونے تک مؤخر کیا جائے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں نبی ﷺ اہل قباء[۲] کی طرف گئے جبکہ وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔آپ نے فرمایا اوابین کی نماز[۳] کا وقت تب ہے کہ جب چاشت کے وقت فصال[۴] کے پاؤں جلنے لگیں۔''[۵]

۴-اس کی تعداد رکعات:

اس کی کم از کم رکعتیں دو ہیں جیسا کہ حضرت ابوذر کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ جو رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے وہ آٹھ رکعتیں ہیں۔اور جو آپؐ کے قول سے ثابت ہے وہ بارہ رکعتیں ہیں۔ایک جماعت جن میں ابوجعفر الطبری، حلیمی اور شافعیہ میں الرویانی شامل ہیں کا مذہب یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوئی حد نہیں ہے۔شرح ترمذی میں عراقی فرماتے ہیں میں صحابہؓ اور تابعین میں سے کسی کو نہیں دیکھتا جو اسے بارہ رکعتوں میں محصور کرے۔ یہی بات سیوطی نے کہی ہے۔

---

۱ جامع ترمذی حدیث نمبر(۴۷۷)

۲ قباء ایک جگہ ہے۔اس کے اور مدینہ کے مابین دو میل کا فاصلہ ہے۔

۳ اوابین یعنی اللہ کی طرف لوٹنے والے۔

۴ رمضت کا مطلب جلیں۔فصال فصیل کی جمع ہے اونٹنی کے بچے کو کہتے ہیں۔یعنی جب اونٹنی کے بچے سورج کی گرمی محسوس کرنے لگیں اور یہ تبھی ہوتا ہے کہ جب سورج بلند ہو جائے۔

۵ صحیح مسلم حدیث نمبر(۱۷۴۶)۔

سعید بن منصور نے حضرت حسنؒ سے بیان کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا جی ہاں۔ ان میں سے کوئی دو رکعت پڑھتا۔ کوئی چار پڑھتا اور کوئی نصف النہار تک چلا جاتا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت اسودؒ بن یزید سے پوچھا میں نمازِ چاشت کتنی پڑھوں؟ فرمایا جتنی تم چاہو۔ حضرت ام ھانیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چاشت کی نفل نماز آٹھ رکعت پڑھی آپؐ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں:

''نبی ﷺ نمازِ چاشت چار رکعت اور مزید بھی جتنی اللہ چاہے ادا کرتے تھے۔''[2]

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۹۰)

۲ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۶۵)

نمازِ استخارہ

جو شخص کسی مباح[1] کام کا ارادہ کرے اور اس پر اس میں خیر کی صورت خلط ملط ہو جائے اس کے لیے دو غیر فرض رکعتیں پڑھنا مسنون ہے۔ گو کہ وہ نمازوں کے ساتھ مقرر کردہ سنتوں میں سے ہو جائیں یا تحیۃ المسجد ہو جائے۔ دن اور رات میں کسی بھی وقت وہ اس (نماز میں) سورۂ فاتحہ کے بعد جہاں سے چاہے قرآن پڑھ لے۔ پھر اللہ کی حمد کرنے اس کے نبی ﷺ کے لیے درود پڑھے۔ پھر وہ دعا پڑھے جسے بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہؐ تمام معاملات میں[2] اس طرح استخارہ سکھاتے جس طرح ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔ آپؐ فرماتے: جب تم میں سے کسی کو معاملہ پریشان کرے وہ غیر فرض دو رکعت ادا کرے پھر کہے۔

((اللهم استخيرك[3] بعلمك واستقدرك بقدرتك وأسألك

---

[1] واجب اور مندوب کا کرنا مطلوب ہے۔ جبکہ حرام اور مکروہ کا ترک مطلوب ہے۔ اس لیے استخارہ صرف مباح معاملہ میں ہی جاری ہوگا۔

[2] شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ عموم کی دلیل ہے۔ آدمی کسی معاملہ کو اس کی چھوٹائی اور غیر اہم ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھے نہ اس میں استخارہ چھوڑے جب معاملہ قریب آئے اسے ہلکا نہ جانے کیونکہ اس پر آگے بڑھنے سے یا اس کو چھوڑ دینے سے عظیم نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے رب سے ہی مانگے حتی کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی۔''

[3] یعنی میں تجھ سے بھلائی اور خیر کا طلب گار ہوں۔

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةَ اَمْرِيْ، اَوْقَالَ: عَاجِلُ اَمْرِيْ وَاٰجِلُهٗ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ۔ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِيْ/فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةَ اَمْرِيْ، اَوْ قَالَ: عَاجِلَ اَمْرِيْ وَاٰجِلَهٗ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ۔))

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں۔ تیری قدرت کے ساتھ تجھ سے طاقت مانگتا ہوں۔ میں تیرے عظیم فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ بے شک تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔ تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا تو علام الغیوب ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام[1] میرے لئے میرے دین' میرے معاش اور میرے معاملے کے انجام میں بہتر ہے یا فرمایا میرے معاملے کی جلدی اور اس کی تاخیر میں[2] (بہتر ہے)۔ تو تو اس کو میرے مقدر میں کر دے۔ اور اس کو میرے لئے آسان کر دے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے لئے میرے دین' میرے معاش اور میرے معاملہ کے انجام میں برا ہے یا فرمایا میرے معاملے میرے دین' میرے معاش اور میرے معاملہ کے انجام میں برا ہے یا فرمایا میرے معاملے کی جلدی اور اس کی تاخیر میں (برا ہے)۔ تو تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھے اس سے ہٹا دے۔ میرے مقدر میں

---

[1] وہ یہاں اپنے کام کا نام لے۔

[2] ان دونوں کو جمع کرے۔ اس سے دنیا اور آخرت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ از مترجم۔

خیر کر دے وہ جہاں بھی ہو پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔'' فرمایا وہ اپنے کام کا نام لے۔یعنی وہ کام کا نام ''اے اللہ اگر یہ معاملہ'' والے الفاظ پر لے گا۔[1]

اس میں کوئی مخصوص قرأت صحیح مروی نہ ہے۔جیسا کہ اس کے تکرار کا استحباب بھی صحیح مروی نہ ہے۔نووی فرماتے ہیں: مناسب یہ ہے کہ آدمی استخارہ کے بعد وہ کام کرے جس پر اسے شرح صدر ہو۔استخارہ سے پہلے والی خواہش کے شرح صدر پر بھروسہ نہ کرے۔ بلکہ استخارہ کرنے والے کو چاہئے کہ اپنی پسند بالکل چھوڑ دے ورنہ وہ اللہ سے استخارہ کرنے والا نہ ہوگا۔وہ خیر کی طلب میں' اپنی ذات سے علم اور قدرت کی نفی میں اور ان دونوں کو اللہ کے لیے ثابت کرنے میں وہ غیر صادق (یعنی جھوٹا) ہوگا۔اگر اس کو اس میں صادق بننا ہے تو اپنی ذات سے طاقت اور قوت نیز اپنی پسند کی نفی کرنی ہوگی۔

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۲۶) اور سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۵۳۸)۔

نمازِ تسبیح

حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کو فرمایا "اے عباسؓ! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں نہ دوں، کیا میں تمہیں عطا نہ کروں، کیا میں تمہیں خاص[1] نہ کروں۔ کیا میں تیرے ساتھ دس (۱۰) کام نہ کروں۔[2] جب تم یہ کر لو گے اللہ تمہارے اگلے پچھلے، پرانے نئے، خطاء عمد، صغیرہ کبیرہ، پوشیدہ اور علانیہ دس (۱۰) گناہ بخش دیں گے دس خصلتیں یہ ہیں (یعنی جو پیچھے گناہ مذکور ہیں۔ مترجم)۔ تم چار رکعت پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھو[3] جب تم پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جاؤ تو تم کھڑے کھڑے پندرہ (۱۵) مرتبہ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہو۔ پھر تم رکوع کرو تو تم رکوع کی حالت میں دس (۱۰) مرتبہ یہ کہو۔[4] پھر تم اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ تو دس مرتبہ یہ کہو۔ پھر تم سجدہ میں جاؤ تو بحالت سجدہ دس مرتبہ کہو۔ پھر تم اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤ تو دس مرتبہ یہ کہو۔ پھر تم سجدہ کرو تو یہ دس مرتبہ کہو۔ پھر تم اپنا سر

۱۔ احبوک کا معنی خاص کرنا ہے۔

۲۔ یعنی تجھے ایسی چیز سکھا دوں جو تیرے دس قسم کے گناہ معاف کر دے۔

۳۔ یعنی کوئی بھی سورت ہو۔ کوئی خاص نہ ہو۔

۴۔ یعنی رکوع والے ذکر/دعا کے بعد۔ اور تمام حالات میں ایسے ہی ہو گا کہ نمازی ہر رکن میں اس رکن والے ذکر کے بعد یہ پڑھے گا۔

سجدہ سے سر اٹھاؤ تو یہ دس مرتبہ کہو۔[1] یہ ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ ہے۔ تم ایسا چار رکعتوں میں کرو۔ اگر تم طاقت پاؤ کہ ہر روز ایک مرتبہ یہ نماز پڑھو تو (ایسا) کر لو۔ اگر طاقت نہ پاؤ تو ہر جمعہ میں ایک مرتبہ۔ اگر نہ کرو تو ہر سال میں ایک مرتبہ۔ اگر نہ کرو تو اپنی عمر (زندگی) میں ایک مرتبہ۔[2] (ابوداؤد' ابن ماجہ' صحیح ابن خزیمہ اور طبرانی)۔ حافظ فرماتے ہیں: یہ حدیث کثیر طرق سے روایت کی گئی ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔ ان میں مناسب ترین عکرمہ کی یہ حدیث ہے۔ اسے (علماء کی) ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ جن میں الحافظ ابو بکر الآجری' ہمارے شیخ ابو محمد عبدالرحیم المصری اور ہمارے شیخ الحافظ ابو الحسن المقدسی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ابن المبارکؒ فرماتے ہیں نمازِ تسبیح کی ترغیب دی گئی ہے اس کو ہر وقت عادت بنا لینا اور اس سے غفلت نہ برتنا مستحب ہے۔

نماز حاجت

امام احمدؒ نے بسندِ صحیح حضرت ابو درداءؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جن نے وضوء کیا' پورا وضوء کیا پھر دو رکعتیں مکمل کر کے پڑھیں۔ جو کچھ اس نے مانگا اللہ اسے وہ جلد یا بدیر عطا فرمائے گا۔''

---

[1] یعنی جلسۂ استراحت میں۔ اٹھنے سے پہلے پڑھے۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۹۷)

نمازِ توبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: جو کوئی بندہ گناہ کرے پھر اٹھے وضوء کرے پھر نماز پڑھے۔[1] پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ اسے ضرور بخشے گا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

﴿ والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم' ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہرے بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہے ہیں۔ (اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ

---

[1] یعنی دو رکعتیں۔ کیونکہ ابن حبان' بیہقی اور ابن خزیمہ کی روایت میں یہ موجود ہے۔

بہت اچھا ہے)[۱][۲]

طبرانی کبیر میں بسندِ حسن حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے وضوء کیا۔ اچھا وضوء کیا۔ پھر اٹھا تو دو رکعت یا چار رکعت فرض یا غیر فرض نماز پڑھی۔ ان میں رکوع وسجود اچھی طرح کرتا رہا۔ پھر سے بخشش مانگی وہ اسے بخش دے گا۔''

۱ سورۃ آل عمران آیات (۱۳۵-۱۳۶)۔ آیت مبارکہ کا آخری حصہ حدیث شریف میں نہیں ہے لیکن مزید فائدہ کے لیے ہم نے اس کی ترجمہ میں تکمیل کر دی ہے لیکن بریکٹ میں۔ از مترجم۔

۲ صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۳۳)۔

نمازِ کسوف[1]

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ کسوف مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے افضل یہ ہے کہ اسے جماعت کے ساتھ پڑھا جائے۔ گو کہ اس میں جماعت کوئی شرط نہیں ہے۔ اس کے لیے ندا ان الفاظ میں ہوگی۔ ''الصلاۃ جامعۃ'' جمہور علماء کے مطابق اس کی دو رکعتیں ہیں۔ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ مروی ہے فرماتی ہیں۔ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں سورج گرہن ہوا۔ رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف نکلے۔ آپؐ کھڑے ہوئے تکبیر کہی۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ تو آپؐ نے لمبی قرأت کی۔ پھر تکبیر کہی تو لمبا رکوع کیا جو پہلی قرأت سے چھوٹا تھا۔ پھر آپؐ نے اپنا سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا پھر کھڑے ہوئے تو لمبی قرأت کی جو پہلی قرأت سے چھوٹی تھی۔ پھر تکبیر کہی تو رکوع کیا جو پہلے رکوع سے چھوٹا تھا پھر کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کیا حتی کہ چار رکوع[2] اور چار سجدے مکمل کر لئے حتی کہ آپؐ کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج چمکنے لگا۔ پھر آپؐ اٹھے تو لوگوں کو خطبہ[3] دیا۔ اللہ کی ثناء

---

1. یعنی سورج اور چاند گرہن کی نماز۔ 2. رکعت سے مراد رکوع ہے۔
3. امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ''خطبہ نماز کی شروط میں سے ہے۔ جبکہ ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں نمازِ کسوف میں خطبہ نہیں ہے۔ پیغمبرؐ نے تو محض ان لوگوں کے رد میں خطبہ دیا تھا جن کا زعم تھا کہ سورج گرہن حضرت ابراہیمؑ (بن حضرت محمدؐ) کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔

کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا:

''بے شک سورج اور چاند اللہ بزرگ و برتر کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان کو گرہن کسی کی موت یا اس کی زندگی پر نہیں لگتا۔ تم جب تم ان دونوں (کے گرہن) کو دیکھو تو نماز کی طرف جلدی کرو۔''[۱]

ان دونوں نے ایسے ہی حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔ اس میں آپؐ نے سورۂ بقرہ کے برابر لمبا قیام کیا۔ پھر لمبا رکوع کیا۔ پھر اٹھے تو لمبا قیام کیا وہ پہلے قیام سے چھوٹا تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا وہ پہلے رکوع سے چھوٹا تھا۔ پھر اٹھے تو لمبا قیام کیا وہ پہلے قیام سے چھوٹا تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا وہ پہلے رکوع سے چھوٹا تھا پھر سجدہ کیا۔ پھر سلام پھیرا تو سورج چمک چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

''بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان دونوں کا گرہن کسی کی موت اور اس کی زندگی کی وجہ سے نہیں ہوتا جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔''[۲]

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: یہ دو حدیثیں اس متعلق مروی احادیث میں سے سب سے صحیح ہیں۔ ابن القیم فرماتے ہیں: نمازِ کسوف کے متعلق صریح، صحیح اور محکم سنت ہر رکعت میں رکوع کا تکرار ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ، جابرؓ، ابی بن کعب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ہے۔ ان سب نے نبی ﷺ سے ایک رکعت میں رکوع کا تکرار بیان کیا ہے۔ جن لوگوں نے رکوع کا تکرار بیان کیا ہے وہ تعداد میں ان لوگوں سے زیادہ، جلیل القدر اور رسول اللہ ﷺ

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۴۶)

۲ صحیح بخاری (۱۰۵۸)

کے قریبی ہیں جنہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

یہ امام مالکؒ‘ شافعیؒ اور احمدؒ کا مذہب ہے۔ جبکہ ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ کسوف عید اور جمعہ کی ہیئت کی طرح دو رکعت ہے۔ کیونکہ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کسوف کی نماز تمہاری نماز کی طرح پڑھائی۔ آپ رکعت میں دو دو رکوع اور سجدہ کرتے تھے اور اللہ سے سوال کرتے حتی کہ سورج چمک جاتا۔ حضرت قبصہ الھلالی کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم اس کو دیکھو تو یہ نماز اس نئی ترین فرض نماز کی طرح پڑھو جو تم پڑھ چکے ہو۔‘‘ (احمد‘ نسائی)

دونوں ہی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے۔ اس کے بعد نمازی قرآن کا جو حصہ چاہے اختیار کر لے۔ قرأت کو جہر کرنا اور اس کو پوشیدہ رکھنا بھی جائز ہے۔ ہاں امام بخاری فرماتے ہیں جہر زیادہ صحیح ہے۔

اس کا وقت گرہن سے لے کر سورج کے چمک جانے تک ہے۔ چاند گرہن کی نماز بھی سورج گرہن کی طرح ہے۔ حضرت حسنؒ بصری فرماتے ہیں: چاند کو گرہن لگا جبکہ حضرت ابن عباسؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ آپؓ نکلے آپ نے ہم کو دو رکعت پڑھائیں ہر رکعت میں دو رکوع تھے۔[1] پھر آپ سوار ہوئے اور فرمایا میں نے یہ نماز ایسے پڑھائی جیسے میں نے نبی ﷺ کو پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ (مسند‘ شافعی)

اس میں تکبیر‘ دعا‘ صدقہ اور استغفار مستحب ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان کو کسی کی موت اور کسی کی زندگی پر گرہن نہیں لگتا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو۔ تکبیر کہو‘ صدقہ

[1] حدیث میں لفظ رکعتیں ہے جس کا یہاں مفہوم دو رکوع ہے۔

کرو اور نماز پڑھو۔"[1] ان دونوں نے حضرت ابوموسیٰ سے بھی بیان کیا ہے فرماتے ہیں سورج کو گرہن ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے آپؐ نے نماز پڑھائی اور فرمایا: "جب تم اس میں سے کچھ دیکھو تو اللہ کے ذکر، اس سے دعا اور اس سے استغفار میں جلد کرو۔"[2]

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۴۴)

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۵۹)

نمازِ استسقاء

استسقاء کا معنی پانی پلانے کی درخواست ہے۔ یہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ خشک سالی اور بارش کی بندش پر اللہ سے درج ذیل صورتوں میں سے کسی صورت میں پانی مانگنا ہے:

۱۔ وقتِ کراہت کے علاوہ کسی بھی وقت میں امام مقتدیوں کو دو رکعت نماز پڑھائے گا۔[۱] پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ الغاشیہ کو جہر کر کے پڑھے گا۔ پھر نماز کے بعد یا اس سے قبل خطبہ ہوگا۔ جب خطبہ ختم ہو جائے تو سب نمازی اپنی چادریں الٹائیں گے اس کی صورت یہ ہوگی کہ جو کنارہ دائیں کندھے پر ہو وہ اپنے بائیں کندھوں پر کر لیں گے۔ اور جو بائیں پر ہو اسے دائیں پر کر لیں گے۔ وہ اپنا رخ قبلہ کی طرف کریں گے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو بہت اونچا اٹھا کر اللہ عزوجل سے دعا کریں گے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ تواضع کرتے ہوئے' عام کپڑے پہنے ہوئے' خشوع کرتے ہوئے' نرمی کرتے[۲] ہوئے اور عاجزی کرتے ہوئے نکلے۔ آپ نے دو رکعت پڑھائیں جیسے عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ آپ نے تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہ دیا۔''[۳]

---

۱ بغیر اذان اور اقامت کے۔

۲ متبذلا: یعنی کام والے کپڑے پہنے۔ مترسلا: نرمی کرتے ہوئے۔

۳ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۶۵)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کی قحط[1] کی شکایت کی۔ آپ نے حکم فرمایا آپ کے لیے عید گاہ میں منبر رکھا گیا۔ آپ نے لوگوں کو ایک دن کا وعدہ دیا جس میں وہ نکلیں گے۔ آپ اس وقت نکلے جب سورج کا حاجب[2] ظاہر ہوا۔ آپ منبر پر بیٹھے آپ نے تکبیر کہی اور اللہ کی تعریف کی پھر فرمایا: تم نے اپنے علاقوں کی خشک سالی کی شکایت کی۔ جبکہ اللہ نے تم کو حکم فرمایا ہے کہ تم اس سے دعا کرو اور اس نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پھر فرمایا: الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی الٰہ نہ ہے تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما۔ جو کچھ تو نے ہم پر نازل فرمایا اسے ایک وقت تک قوت اور بلاغ بنا دے۔'' پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ آپ دعا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پشت کو پھیرا۔ اور اپنی چادر کو اٹھایا جبکہ آپ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اترے آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بجلی پیدا کی وہ کڑکی اور چمکی پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے برسی۔ آپ اپنی مسجد تک نہ آئے تھے حتیٰ کہ نالے بہہ پڑے جب آپ نے گھر[3] کی طرف لوگوں کی تیزی دیکھی ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں کھل گئی آپ نے فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''[4]

---

۱ بارش کا قحط: یعنی اس کا رک جانا۔

۲ حاجب الشمس یعنی سورج کی روشنی۔

۳ حدیث میں وارد لفظ الکن کا معنی گھر ہے۔

۴ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۷۳)

حضرت عباد بن تمیمؒ اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زیدؓ المازنی سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ طلبِ باران کے لیے لوگوں کو لے کر نکلے۔ آپ نے ان کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ ان دونوں میں قرأت جہر کی ...... الحدیث۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلبِ باران کے لیے نکلے آپ نے ہم کو بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپ نے ہم کو خطبہ دیا۔ اللہ سے دعا کی۔ اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے قبلہ کی طرف اپنا منہ پھیرا۔ پھر آپ نے اپنی چادر کو الٹایا۔ دائیں کنارے کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں پر کر دیا۔[2]

۲- امام خطبہ جمعہ میں دعا کرے گا اور نمازی اس کی دعا پر آمین کہیں گے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم نے شریک سے بیان کیا ہے۔ وہ حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بروز جمعہ مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! اموال تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔[3] آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا پھر فرمایا: ''اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا'' انس کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم آسمان میں کوئی بادل اور کوئی قزعہ نہ دیکھتے تھے۔[4] ہمارے اور سلع[5] کے درمیان کوئی گھر اور مکان نہ تھا۔ اس کے پیچھے سے ترس/ ڈھال کی طرح[6] ایک بدلی نکلی جب وہ آسمان کے درمیان میں آئی

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۲۴) ۲۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۲۶۸)

۳۔ یعنی لوگوں کے پاس کچھ نہیں جو وہ بازاروں میں لے کر جائیں۔

۴۔ بادل کے متفرق ٹکڑے۔

۵۔ سلع ایک پہاڑ ہے۔

۶۔ یعنی جیسے وہ گھومتی ہے۔

اور پھیل گئی۔ پھر برسی۔ اللہ کی قسم ہم نے ایک ہفتہ[1] تک آسمان نہ دیکھا۔ پھر وہ شخص[2] اگلے جمعہ کو اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! اموال تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے ہم سے بند کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ پھر کہا اے اللہ ہمارے ارد گرد اور نہ ہم پر۔ اے اللہ ٹیلوں[3] پر، پہاڑیوں[4] پر، وادیوں کے اندر اور درخت اگنے کی جگہوں پر، آسمان رک گیا[5] اور ہم دھوپ میں چلتے ہوئے نکلے۔[6]

۳۔ یہ کہ امام جمعہ کے دن کے علاوہ (بھی) نماز کی بجائے صرف دعا کرے گا یہ مسجد اور غیر مسجد ہر جگہ جائز ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ اور ابوعوانہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ایک اعرابی نے نبی علیہ السلام سے آ کر کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے پاس ایسی قوم کا نمائندہ بن کر آیا ہوں جن کا چرواہا زادِ راہ نہیں پاتا۔ اور جن کو اونٹ[7] سے کوئی خطرہ نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: اے اللہ ہم کو ایسی بارش سے سیراب کر جو بچانے والی[8] انجام کار میں عمدہ، سر

۱۔ یعنی پورے سات دن۔

۲۔ وہ سائل جس نے پہلے دعا کی درخواست کی تھی۔ وہ ہفتہ کے بعد آیا پیغمبرؐ سے درخواست کرنے لگا کہ بارش بہت ہو گئی آپ اللہ سے اسے روکنے کی دعا کریں۔

۳۔ اکام اکمۃ کی جمع ہے اس سے وہ زمین مراد ہے۔ جو عام سطح سے بلند ہو۔

۴۔ پہاڑیاں۔ ۵۔ یعنی بارش برسنا بند ہو گئی۔

۶۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۱۳)

۷۔ یعنی قحط کی وجہ سے ان کے چرواہے کو کوئی چارہ مہیا نہیں ہے۔ اور نہ سانڈھ مستی سے اپنی دم ہلاتا ہے۔

۸۔ مغیثاً: قحط و تباہی سے بچانے والی، مریئاً اچھے انجام والی۔ مربعاً۔ سرسبزی شادابی والی۔ طبقاً: عام بارش، غدقاً: بکثرت برسنے والی۔ رائث: دیر کرنے والی۔ احیینا: ہم بارش برسائے گے۔

سبزی و شادابی والی' عام' بکثرت اور جلدی آنے والی اور دیر نہ کرنے والی ہو۔''
آپ ﷺ پھر منبر سے اترے۔ اس کے بعد جو جس طرف سے بھی آتا یہی کہتا کہ خوب بارش ہوئی۔ اس کو (ابن ماجہ ابوعوانہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ حافظ نے تلخیص میں اس پر سکوت فرمایا۔[1]

جناب شرجیل بن السمطؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کعب بن مرہؓ کو کہا۔ اے کعبؓ! ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنایئے انہوں نے کہا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ایک شخص نے آپ سے یہ درخواست کی کہ قبیلہ مضر والوں کے لئے بارش کی دعا کیجئے۔ لوگوں نے کہا تو بڑا بہادر ہے کہ مضر کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے آپ کی مدد کی اور آپ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اسے قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔ ''اے اللہ ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو انجام کار میں عمدہ سرسبز و شاداب کرنے والی' عام' بکثرت' جلد آنے والی' دیر نہ کرنے والی اور نفع دینے والی۔ نقصان نہ دینے والی ہو۔ پھر ان کی دعا قبول کی گئی ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ آ کر بکثرت بارش کی شکایت کرنے لگے انہوں نے کہا کہ مکان گر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے اردگرد ہم پر نہیں۔'' پھر بادل دائیں بائیں پھٹنے لگے۔[2]

اور شعبیؒ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعائے استسقاء کے لئے نکلے تو استغفار سے زیادہ کچھ نہ کہا تو ان لوگوں نے کہا ہم نہیں دیکھتے کہ آپ بارش کی دعا کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آسمان کے ان مجاریح[3] کے

---

[1] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۲۷۰)

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۲۶۹)

ذریعے سے بارش مانگی ہے جن کے ذریعے بارش نازل ہوتی ہے پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

اس کو سعید نے اپنے سنن میں عبدالرزاق' بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

۱- امام شافعیؒ نے فرمایا: سالم بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب دعائے استسقاء کرتے۔ تو یوں کہتے۔

''اے اللہ! ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو بچانے والی۔ بکثرت برسنے والی عام' صحت افزاء اور دوام والی ہو۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا' اور ہمیں نا امیدوں میں سے نہ کر۔ اے اللہ! تیرے بندوں' شیروں' چوپاؤں' اور مخلوق کو وہ اور مشقت اور پہنچی ہے جس کا شکوہ ہم صرف تیری طرف کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے لئے کھیتیاں اگا دے ہمارے جانوروں کے تھنوں میں دودھ بھر دے۔ ہمیں آسمانی برکات سے نواز دے۔ اور زمینی برکات بھی اگا دے اے اللہ! ہم سے (یہ) مشقت' بھوک اور ننگا پن رفع فرما' ہم سے وہ آزمائش دور فرما جو تیرے علاوہ اور کوئی دور نہیں کرسکتا اے اللہ! ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں یقیناً تو بخشنے والا ہے پس ہم پر آسمان کو برستا ہوا چھوڑ دے۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ امام اس طریقے سے دعاء کرے۔

۲- حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دعائے استسقاء میں اس طرح فرمایا:

''اے بزرگی و عنایت والے! ہم[۱] پر ایسا بادل عام کر دے جو گہرا ہو۔

---

۱ جللنا: ہم پر عام کر دے۔ کشفا. ڈھیروں کی طرح۔ قصیفا. جو مظبوط ہوں۔ دلوقاً. دور سے آنے والا۔ مخوطا. بجلی والا۔ رزاذاً. چھوٹی چھوٹی بارش۔ قطقطاً. وہ بارش جو بالکل باریک ہو۔

مضبوط ہو۔ زور سے آنے والا ہو' چمکنے والا ہو۔ جس میں سے تو ہم پر چھوٹی چھوٹی بارش اور باریک باریک بوندیں برسائے جو بکثرت پڑنے والی ہوں۔ (صحیح ابوعوانہ)۔

۳- حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٗ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب دعائے استسقاء کرتے تو فرماتے:

''اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر دے۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردہ شہروں کو زندہ کر دے۔''[۱]

دعائے استسقاء میں مستحب یہ ہے کہ ہتھیلیوں کی پشت کو اٹھایا جائے۔ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعائے استسقاء کی تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان[۲] کی طرف اٹھایا۔[۳] بارش دیکھنے کے وقت یہ کہنا مستحب ہے۔ اے اللہ اس بارش کو[۴] نفع مند بنا۔ آدمی اپنے بدن کا کچھ حصہ بھی کھولے تاکہ وہ بارش اس پر پڑے۔ اور جب بارشیں بکثرت ہو رہی ہوں اور نقصان کا خدشہ ہوتا تو فرماتے اے اللہ! اس بارش کو رحمت بنانا۔ عذاب نہ بنانا۔ آزمائش' عمارتیں گرنے کا سبب اور غرق کا سبب نہ بنانا۔ اے اللہ پہاڑیوں پر درخت اگنے کی جگہوں پر اے اللہ ہمارے آس پاس ہو اور ہم پر نہ ہو۔[۵] یہ سب دعائیں درست ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۷۶)

۲ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب تکلیف کو رفع کرنے کے لئے دعا کی جائے تو ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف اٹھایا جائے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کی جائے تو ہتھیلیوں کی اندرونی جانب آسمان کی طرف اٹھائی جائے۔

۳ صحیح مسلم (۲۰۷۵)

۴ صیبا۔ سے بارش مراد ہے۔

۵ مختصر صحیح بخاری لازہری حدیث نمبر (۵۵۶)

تلاوت کے سجدے

جو شخص ایسی آیت کو پڑھے جس میں سجدہ ہو یا وہ اسے سنے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تکبیر کہے اور سجدے میں جائے پھر اٹھنے کے لئے تکبیر کہے ان کو سجود اللہ کہا جاتا ہے اس میں نہ تشہد پڑھنا ہے اور نہ سلام پھیرنا جناب نافع سے مروی ہے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھ رہے تھے جب سجدے والی آیت سے گذرے تو تکبیر کہی آپؐ نے بھی سجدہ کیا اور ہم نے بھی سجدہ کیا۔[1]

ابوداوٗدؒ نے فرمایا: عبدالرزاقؒ کہتے ہیں کہ ثوریؒ کو یہ حدیث عجیب لگتی تھی اور امام ابوداوٗدؒ نے فرمایا ان کے لئے یہ عجیب لگتی کیونکہ اس میں آپؐ کی تکبیر کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو سجدے والی آیت پڑھے تو تکبیر کہہ کر سجدے میں جاؤ اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی تکبیر کہو۔[2]

۱-اس کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ سنن ابوداوٗد حدیث نمبر (۱۴۱۳)۔

۲ ایضاً۔

''جب ابن آدم سجدے والی آیت پڑھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا وہاں سے ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس[۱] اس کو حکم ہوا تو اس نے سجدہ کرلیا اس کے لئے جنت ہے۔ مجھے حکم ملا تو میں نے نافرمانی کی میرے لئے آگ ہے۔ (احمد' مسلم' ابن ماجہ)

۲-اس کا حکم:

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ سجدہ تلاوت سننے اور پڑھنے والے کے لئے مسنون ہے۔ جیسے بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ والے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی جب سجدے والی آیت پر آئے تو اتر کر سجدہ کیا۔ جب اگلہ جمعہ آیا پھر اسی سورۃ کو پڑھا پھر جب سجدے والی آیت پر آئے تو فرمایا: اے لوگو! بے شک ہمیں سجدے کا حکم (بطور وجوب) نہیں دیا گیا جس نے سجدہ کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اور دیگر لفظ میں کہ اللہ نے ہم پر یہ سجود فرض نہیں کیئے ہاں اگر ہم چاہیں (تو کرلیں)۔[۲]

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ پر سورۃ ''والنجم'' پڑھی تو آپ ﷺ نے سجدہ نہیں کیا۔ (دارقطنی) نیز فرمایا ہم میں سے کسی نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ اور حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ سجدہ تلاوت کو ترک کرنے کا بیان جواز کے لئے تھا۔ شافعیؒ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ دارقطنی اور بزار کی وہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ''سورۃ النجم'' میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آنحضرت ﷺ نے

---

۱ الویل: ہلاکت: مُراد اس کی اپنے نفس سے ہے یعنی: اے شیطان کا غم اور ہلاکت۔
۲ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۷۷)

سورۃ ''النجم'' پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا۔ جو صحابہؓ پاس تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے قریش کے ایک بوڑھے[1] کے اس نے ہتھیلی میں کنکریاں یا مٹی اٹھائی اور اپنے ماتھے تک لے گیا۔ اور کہا کہ مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے بعد میں دیکھا کہ وہ حالت کفر میں ہی قتل ہو گیا۔[2]

۳- سجود التلاوۃ کے مقامات:

قرآن پاک میں سجدہ تلاوت کے کل پندرہ (۱۵) مقام ہیں۔ حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں قرآن کے پندرہ سجدات پڑھائے جن میں سے تین سجدے مفصل میں اور دو سورۃ ''الحج'' میں تھے۔[3] اس کو منذری اور نووی نے حسن کہا ہے اور وہ آیات یہ ہیں۔

۱- ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ. ﴾ (سورۃ الاعراف:۲۰۶)

ترجمہ: جو لوگ تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور اس پاک ذات کو یاد کرتے اور اس کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔

۲- ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. ﴾ (سورۃ الرعد:۱۵)

ترجمہ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہیں اور ان کے سائے بھی صبح و شام (سجدہ کرتے ہیں)۔

---

[1] اس بوڑھے کا نام اکثر کے نزدیک امیہ بن خلف ہے۔ از مترجم۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۶۷)

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۴۰۲)

۳- ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ. ﴾ (سورۃ النحل:۴۹)

ترجمہ: اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔

۴- ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا. ﴾ (سورۃ الاسراء:۱۰۷)

ترجمہ: کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے۔

۵- ﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّداً وَّبُكِيًّا ﴾

(سورۃ مریم:۵۸)

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے۔

۶- ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ (سورۃ الحج:۱۸)

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے

اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۷- ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوْا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.﴾ (سورۃ الحج:۷۷)

ترجمہ: مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے اور نیک کام کرتے رہو تا کہ فلاح پاؤ۔

۸- ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا.﴾ (سورۃ الفرقان:۶۰)

ترجمہ: اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں رحمٰن کیا؟ جس کے لیے تم ہم سے کہتے ہو ہم اس کے آگے سجدہ کریں اور وہ اس سے بدکتے ہیں۔

۹- ﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ.﴾ (سورۃ النمل:۲۵)

ترجمہ: (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے کیوں سجدہ نہیں کرتے۔

۱۰- ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ.﴾ (سورۃ السجدہ:۱۵)

ترجمہ: ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔

۱۱- ﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾

(سورۃ ص:۲۴)

ترجمہ: اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے۔ تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔[۱]

۱۲- ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ.﴾ (سورۃ حم سجدہ:۳۷)

ترجمہ: اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔

۱۳- ﴿فَاسْجُدُوْ لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ (سورۃ النجم:۶۲)

ترجمہ: تو اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔

۱۴- ﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُوْنَ.﴾ (سورۃ الانشقاق:۲۱)

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

۱۵- ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ.﴾ (سورۃ العلق:۱۹)

ترجمہ: اور سجدہ کرنا اور (اللہ کا) قرب حاصل کرتے رہنا۔

۴- اس کی شرائط کیا ہیں:

جمہور نے اس کی بھی وہی شرائط رکھی ہیں۔ جو نماز کی شرائط ہیں۔ یعنی طہارت

---

[۱] حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ آیت پڑھی جب مقام سجدہ پر آئے۔ تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی ساتھ سجدہ کیا پھر اگلے دن پڑھا تو جب مقام سجدہ پر آئے تو لوگ سجدے کے لئے تیار ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کے لیے تیار ہوئے۔'' پھر آپؐ اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ (ابوداؤد) اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

قبلہ رخ ہونا اور ستر کا ڈھانپنا۔ امام شوکانی نے فرمایا کہ سجود التلاوۃ والی احادیث میں کوئی ایسی معتبر بات نہیں ہے جو اس پر دلیل ہو کہ سجدہ تلاوت کرنے والا باوضو ہو۔ نبی ﷺ کے حاضرین مجلس بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کرتے مگر یہ منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو وضو کا حکم دیا ہو اور یہ بھی بعید ہے کہ سب وضو کی حالت میں ہوں۔ اسی طرح یہ بھی کہ مشرک بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے تھے جبکہ وہ نجس ہیں۔ جن کے وضو کا اعتبار بھی نہیں ہے۔ یعنی وہ درست نہیں ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ وہ بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کرتے تھے۔[1] اسی طرح ان سے ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا۔ اور جو حضرت ابن عمرؓ سے بیہقی میں اسی سند سے روایت ہے۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا کہ وہ صحیح ہے یعنی انہوں نے کہا: ''آدمی سجدہ نہ کرے مگر جبکہ وہ پاک ہو۔'' ان میں حافظ ابن حجرؒ کے قول سے تطبیق ہو جاتی ہے کہ دوسرا قول طہارت کبریٰ پر یا حالت اختیار پر محمول ہوگا جبکہ پہلا قول ضرورت پر مبنی ہوگا۔ حدیث میں ایسی بات نہیں ہے جو کپڑوں اور جگہ کی طہارت پر معتبر سمجھی جائے۔ ہاں ستر ڈھانپنا اور حتی الامکان قبلہ رخ ہونا تو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ بالاتفاق اس کا اعتبار ہوگا۔ ''فتح'' میں فرمایا کہ بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کے جواز پر شعبی ابن عمرؓ سے کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے انہی کے واسطہ سے صحیح سند کے ساتھ تخریج کیا۔ اسی طرح ابوعبدالرحمٰن السلمی سے بیان کیا کہ وہ آیت سجدہ پڑھتے تو اس حال میں سجدہ کرتے۔ کہ نہ وہ قبلہ رخ ہوتے۔ نہ باوضو ہوتے۔ اور وہ چلتے ہوئے بس اشارے سے سجدہ کر لیتے۔ ابن عمرؓ کے ہم مسلک لوگوں میں سے کچھ اہل بیت بھی ہیں۔

۵- اس میں دعا کرنا:

جو شخص سجدہ تلاوت کرے تو اس میں جو چاہے دعا کرے: اس باب میں

---

[1] صحیح بخاری (باب نمبر۵ حدیث ۱۰۷۱)

آنحضرتؐ سے سوائے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجود قرآن میں فرماتے:

((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ))

ترجمہ: میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اپنی قوت وعنایت سے اس کی آنکھیں اور کان (پھاڑے) بنائے پس اللہ بابرکت ہے۔[1] جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔[2]

اس کو حاکم نے بھی روایت کیا۔ ترمذی اور ابن السکن نے صحیح کہا اس کے آخر میں فرمایا:

''تین دفعہ'' جب نماز میں سجدہ تلاوت کرے تو سجدے میں ''سبحان ربی الاعلی'' بھی کہے۔

۶- نماز میں سجدات تلاوت کرنا:

امام اور اکیلے[3] کے لیے جائز ہے کہ جب نماز میں خواہ سری ہو یا جہری آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرے۔ بخاری اور مسلم نے ابورافع سے بیان کیا کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ صلوٰة العتمه (یا صلوٰة العشاء کہا) پڑھی تو انہوں نے سورہ ''اذا السماء انشقت'' پڑھی تو اس میں سجدہ کیا۔ میں نے کہا اے

---

[1] یہ زیادتی حاکم کی روایت میں ہے۔
[2] سنن ابوداؤد (۱۴۱۴)
[3] مقتدی پر لازم ہے کہ جب امام سجدہ تلاوت کرے تو اس کی پیروی کرے گو کہ وہ امام کو سجدہ تلاوت والی آیت پڑھتے ہوئے خود نہ سنے۔ اگر امام ایسی آیت پڑھے لیکن سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کرے۔ بلکہ امام کی پیروی کرے۔ اسی طرح اگر مقتدی خود پڑھے یا کسی پڑھنے والے سے سنے جبکہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو وہ نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ فارغ ہونے کے بعد کرے۔

ابو ہریرہ! یہ کونسا سجدہ ہے؟ انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ کے پیچھے اسی سورت میں سجدہ کیا تھا تب سے میں اس میں سجدہ کرتا رہوں گا حتی کہ میں ان سے جا ملوں۔[1] اور شرط شیخین پر اسے صحیح کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پہلی رکعت میں سجدہ کیا صحابہؓ کا خیال ہے کہ انہوں نے ''الم تنزیل'' السجدہ پڑھی۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک امام کے لئے بھی سجدۃ والی آیت پڑھنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ مقتدی کے لئے منبر مکروہ ہے۔ نماز سری و جھری کا حکم برابر ہے۔ اور جب وہ پڑھے تب ہی سجدہ کرے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مطلقاً مکروہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: سری نماز میں مکروہ ہے جبکہ جھری میں نہیں۔

صاحب بحر الرائق نے فرمایا: ہمارے مذہب کے مطابق مستحب یہ ہے کہ امام سجدہ کو سلام تک مؤخر کرے تاکہ مقتدی پریشان نہ ہو۔

۷-کئی سجدے ایک دوسرے سے ملا لینا۔

پڑھنے والا جب آیت سجدہ پڑھے اور بار بار پڑھے یا ایک ہی مسجد میں کسی اور سے سنے۔ اس شرط کے ساتھ کہ سجدے کو تلاوت کی آخری بار تک تاخیر کرے۔ پھر اگر پہلی دفعہ تلاوت کے بعد سجدہ کرلے تو کہا گیا ہے کہ وہی ایک ہی کافی ہے۔[2] اور ایک قول یہ ہے کہ دوبارہ سجدہ کرے گا کیونکہ سبب جدید ہے۔ (تو سجدہ بھی اور کرنا ہوگا)۔[3]

۸-اس کی قضاء:

جمھور کے نزدیک جب آیت سجدہ پڑھے یا سنے اس کے بعد آدمی سجدہ کر لے۔ اگر سجدے کو مؤخر کیا تو جب تک فاصلہ طویل نہ ہو وہ سجدہ اس سے ساقط نہ ہو گا۔ اور اگر فاصلہ طویل ہے تو وہ فوت[4] ہوگیا اب قضاء نہ کرے گا۔

---

[1] ابوداود (۱۴۰۸)   [2] یہ مذہب حنفیہ ہے۔

[3] یہ مذہب امام احمد، مالک اور شافعی کا ہے۔   [4] یعنی سجدے کا وقت جاتا رہا۔

سجدہ شکر

جمہور کے نزدیک اس شخص کے لئے سجدہ شکر کرنا مستحب ہے جس کو کوئی ایسی نئی نعمت ملے جو اسے خوش کر دے یا اس سے کوئی مصیبت ٹل گئی۔ حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ کو جب کوئی خوش کن معاملہ پیش آتا یا خوشخبری دی جاتی تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے۔[1]

ترمذی نے اسے حسن کہا ہے: اور بیہقی نے اس سند کے ساتھ جو بخاری کی شرط پر ہے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کو ہرمزان کے قبولِ اسلام کا خط لکھا تو آپ ﷺ سجدے میں گر گئے۔ پھر سر اٹھایا تو فرمایا: ہرمزان پر سلامتی ہو۔ ہرمزان پر سلامتی ہو۔'' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نکلے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے چلا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے تو لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے آپؐ کی وفات کا خدشہ ہوا۔ میں دیکھنے آیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا ''اے عبدالرحمٰن تجھے کیا ہوا۔'' میں نے اس کا ذکر آپؐ سے کیا آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کیا آپؐ کو خوشخبری نہ دوں؟ اللہ کریم نے آپ ﷺ سے فرمایا: ''جو تجھ پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور جس نے آپؐ پر سلام بھیجا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ تو میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔[2]

---

[1] صحیح سنن ابن ماجہ (ج ۱/ ۱۱۴۴۰) [2] فضل الصلاۃ علی النبیؐ للالبانی (۷)

حاکم نے بھی اسے روایت کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے۔ میرے علم میں سجدہ شکر کے متعلق اس سے صحیح روایت اور کوئی نہیں ہے۔ بخاری نے کعب بن مالک ؓ کے بارے میں روایت کیا کہ جب ان کے پاس ان کے حق میں اللہ کے قبول توبہ کی خوشخبری آئی تو انہوں نے بھی سجدہ شکر کیا۔ احمد نے ذکر کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ نے خوارج کے مقتولوں میں ذا الثدیہ[1] کو پایا تو سجدہ شکر ادا کیا۔ سعید بن منصور نے ذکر کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے سجدہ شکر ادا فرمایا۔

سجود شکر سجودِ نماز کے محتاج ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے لئے یہ شرط نہیں کیونکہ وہ نماز نہیں ہیں۔ فتح العلام میں کہا کہ یہی اقرب الی الفہم بات ہے۔ امام شوکانی نے فرمایا کہ حدیث باب میں اس بات کی دلالت نہیں ہے کہ سجود شکر کے لئے وضوء طہارت نہیں اور طہارت مکان شرط ہے۔ امام یحییٰ اور ابو طالب بھی اسی موقف پر ہیں۔ اس میں سجود شکر پر تکبیر کی بھی دلالت نہیں ہے۔ اور ''اَلْبَحْر'' میں ہے کہ تکبیر کہے گا۔ امام یحییٰ نے کہا: کہ نماز میں سجدہ شکر نہ کرے گا۔ بات ایک ہی ہے کہ یہ نماز کے توابع میں سے نہیں ہے۔

[1] خوارج کا ایک شخص تھا جس کا یہ نام تھا۔

سجودِ سہو

یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے نماز میں کبھی سہو ہو جاتا تھا اور آپ کا یہ فرمان بھی درست ہے جو فرمایا: ''بلاشبہ میں ایک بشر ہوں میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دو۔

امت کے لئے اس متعلق کچھ احکام مشروع ہیں ذیل میں ہم ان کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

۱-اس کی کیفیت:

سجود سہو وہ دو سجدے ہیں جنہیں نمازی سلام سے پہلے یا بعد میں کرتا ہے۔ دونوں طرح نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کو نماز میں شک گذرے اور وہ نہ جانے کہ کتنی نماز پڑھی ہے تین یا چار تو اس کو چاہئے کہ شک کو ختم کرے اور اس مقدار پر بنیاد رکھے جس پر اسے یقین ہے۔ پھر سلام سے قبل دو سجدے کرے۔[1] صحیحین میں ذوالیدین کے قصے میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سلام کے بعد سجدے کئے۔ افضل یہ ہے کہ احادیث کی پیروی کی جائے جن حالات میں سلام سے پہلے سجدے مذکور ہیں ان میں پہلے کر لے اور جن حالات میں سلام کے بعد مذکور ہیں ان میں سلام کے بعد کرے اس کے علاوہ حالات میں اختیار ہے۔

امام شوکانی فرماتے ہیں:

---

[1] مختصر صحیح مسلم للالبانی (۳۵۱۰)

اس مقام کے متعلق منقول اقوال میں سے احسن یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں مقتضیٰ سامنے آئے خواہ قبل کا ہو یا بعد کا اس پر عمل کیا جائے۔ اسبابِ سجود میں سے جو سلام سے قبل کے ساتھ مشروط ہو اس میں پہلے کیے جائیں اور جو اسباب سجود میں سے سلام کے بعد کے ساتھ مشروط ہو اس میں بعد میں سجدے کیے جائیں۔ اور جن حالات میں انہیں دونوں میں سے کسی کے ساتھ شرط وارد نہیں ہوئی کمی زیادتی کے فرق کے بغیر انہیں اختیار ہوگا کہ پہلے کر لئے جائیں یا بعد میں۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص زیادتی یا کمی کر دے تو اسے چاہئے کہ دو سجدے کر لے۔''[1]

۲- وہ احوال جن میں سجدہ سہو مشروع ہوتا ہے:

مندرجہ ذیل احوال میں سجدہ سہو مشروع ہے۔

۱- جب نماز مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیر دے۔ جیسا کہ ابن سیرینؒ کی حدیث میں ہے جو حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دوپہر کی نمازوں میں سے ایک[2] نماز پڑھائی تو دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جو مسجد میں پڑی تھی۔ گویا آپ ﷺ غصے کی حالت میں ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو ایک دوسری کے اندر ڈال لیا۔ اور اپنا رخسار مبارک بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھا۔ جلدی کرنے والے[3] مسجد کے دروازوں سے نکل گئے۔ لوگوں نے کہا نماز کم ہو گئی؟ ان لوگوں میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن وہ بات کرنے سے ڈرے۔ انہی لوگوں میں ایک صاحب تھے۔ جنہیں ذوالیدین[4] کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپؐ بھول گئے ہیں یا نماز کم کر دی گئی ہے؟'' آپؐ نے فرمایا نہ

---

[1] بخاری (۱۲۳۲) [2] ظہر یا عصر کی نماز۔ [3] سریع کی جمع ہے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے نکل گئے تھے۔
[4] انہیں ذوالیدین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بہت صدقہ کرنے والے تھے۔

میں بھولا ہوں نہ نماز کم ہوئی ہے۔" پھر فرمایا کیا ایسے ہی ہوا ہے جیسے ذوالیدین نے کہا؟ انہوں نے کہا جی ہاں پھر آپ ﷺ آگے بڑھے اور جو چھوڑی تھی۔[1] وہ نماز ادا کی۔ پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور اپنے دوسرے سجدوں کی طرح سجدہ کیا یا اس بھی طویل۔ پھر اپنا سر اٹھایا تو تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہہ کر اپنے دوسرے سجدوں کی طرح یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا۔ الحدیث[2]

حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ پھر اٹھے تا کہ حجر اسود کو استلام کریں۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا آپؓ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے باقی نماز پڑھائی اور دو سجدے کئے۔ کہتے ہیں یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر ہوئی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے اپنے نبی ﷺ کی سنت سے کچھ بعید نہیں کیا۔[3]

۲- جب نماز میں کچھ زیادتی ہو جائے۔ جیسا کہ سب محدثین نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی اس پر آپؐ سے کہا گیا کہ کیا نماز زیادہ کر دی گئی؟ فرمایا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی ہے پھر آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔[4]

اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو بھول کر ایک رکعت زائد نماز پڑھ لے اور چوتھی رکعت میں نہ بیٹھے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۳- جبکہ پہلا تشہد بھول جائے یا نماز کی سنتوں میں سے کوئی سنت بھول جائے جیسا

---

۱ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص بھول کر غیر مکمل نماز پڑھ لے چاہے دو رکعت پر سلام پھیر دے یا کم زیادہ پر وہ اپنی پہلی نماز برقرار رکھے گا۔ اور باقی جو رہ گئی ہے صرف وہ مکمل کرے گا۔

۲ صحیح بخاری (۱۰۵۱) ۳ اماط: یعنی دور کیا۔

۴ صحیح بخاری (۴۰۱)

کہ سب محدثین نے ابن بحینہ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے تب لوگوں نے سبحان اللہ کہا لیکن آپ ﷺ کھڑے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔[1]

حدیث میں یہ ہے کہ جو پہلا تشہد بھول گیا اور بالکل سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ گیا تو وہ لوٹے گا اور اگر بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا تو دوبارہ نہ لوٹے گا۔ اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہو گیا لیکن ابھی سیدھا کھڑا نہیں ہوا تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کر لے۔[2]

۴- جب نماز میں شک ہو تو سجدہ کیا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اسے ایک شمار کرے۔ اور جب نہ جانے کہ دو پڑھی ہیں یا تین تو اسے دو شمار کرے اور جب معلوم ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین پر بنیاد رکھے پھر جب نماز سے فارغ ہو تو سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ (احمد، ابن ماجہ، اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے یوں فرماتے ہوئے سنا:

"جس نے کوئی نماز پڑھی اس کو کم رکعت کا شک ہوا تو وہ نماز پڑھتا جائے تا آنکہ زیادہ کا شک ہو جائے۔"[3]

---

[1] حدیث میں ہے کہ: مقتدی اپنے امام کے ساتھ امام کے سہو کی وجہ سے سجدہ کرے گا۔ جبکہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ مقتدی امام کے سہو کی وجہ سے سجدہ کرے گا۔ اپنی ذات کے سہو کا سجدہ نہ کرے گا۔ صحیح بخاری (۱۲۲۴)

[2] ابوداؤد (۱۰۳۶)

[3] مسند احمد (۱/۱۹۵)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہوا اسے معلوم نہ ہوا کہ تین پڑھی یا چار تو اسے چاہیے کہ شک دور کرے اور جس قدر یقین ہوا اس پر بنیاد رکھے پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ اگر اس نے پانچ پڑھ لی ہیں تو وہ (سجدے) اس کی نماز کو جفت کر دیں گے اور اگر چار پوری کرنے کے لئے پڑھی ہے تو شیطان کے لئے شرمندگی کا سبب ہونگے۔''[1]

ان دونوں احادیث میں جمہور کے مذہب کی دلیل ہے کہ جب نمازی کو رکعات کی تعداد میں شک ہو تو سب سے کم اس تعداد پر بنیاد رکھے جس پر یقین ہو پھر سہو کے لئے سجدہ کرے۔

---

[1] صحیح مسلم مختصر للالبانی (۳۵۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ باجماعت

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے۔[1] اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ ان میں سے بعض ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جماعت کی نماز اکیلی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے۔"[2]

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی گھر میں اور بازار میں نماز سے پچیس درجے افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ وضو کرے تو اچھا وضو کرے تو اچھا وضو کرے پھر وہ مسجد کی طرف نکلے اسے صرف نماز ہی نکالے۔ پھر وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں اس کی ایک غلطی مٹائی جائے گی۔ پھر جب وہ نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ رہے گا

---

[1] یہ حکم فرض نماز کے متعلق ہے۔ جبکہ نفل نماز بھی با جماعت ادا کرنا جائز ہے۔ اجتماع کم ہو یا زیادہ حکم برابر ہے۔ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے دو رکعت نفل پڑھے حضرت انسؓ نے آپؐ کے ساتھ دائیں جانب نماز پڑھی جیسا کہ حضرت ام سلیمؓ اور ام حرامؓ نے بھی آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایسا کئی دفعہ ہوا اور یہ واقعہ ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (٦٤٥)

بشرطیکہ وہ بے وضو نہ ہو تب تک فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ۔اے اللہ اس پر رحمت نازل کر اے اللہ اس پر رحم کر اور جب تک وہ نماز کے انتظار میں ہے گویا نماز میں ہے۔''[1]

۳- حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ: نبی ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرا کوئی راہنما نہیں ہے جو مسجد تک میری راہنمائی کرے پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت کا سوال کیا آپ نے اس رخصت دے دی۔ جب وہ جانے لگا تو آپؐ نے اس کو بلایا اور فرمایا:

''کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ کہا جی ہاں فرمایا پھر نماز کے لیے آؤ۔[2]

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں ارادہ کرتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں وہ جمع کی جائیں پھر ایک آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کروائے پھر میں اسے چھوڑ کر ان آدمیوں کی طرف جاؤں[3] ان کے گھروں کو ان پر جلا دوں۔''[4]

۵- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو یہ پسند کرے کہ کل کو اللہ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اسے چاہئے کہ جہاں بھی اذان ہو جائے ان نمازوں کی پابندی کرے۔ بے شک اللہ کریم نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۴۷)
[2] صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۵۵/۶۵۳)
[3] اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کے لیے مسجد میں نہیں آئے۔ از مترجم۔
[4] صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۴۴)

ہدایت کے طریقے مشروع کیے ہیں۔ اور نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اگر تم بھی اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگو جیسا کہ یہ ایک رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی ﷺ کا طریقہ چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبیؐ کا طریقہ چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے بے شک میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ نماز سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معروف ہو چکا تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک آدمی کو اس حال میں لایا جاتا کہ وہ دو آدمیوں کا سہارا لئے ہوئے ہوتا حتیٰ کہ اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔"[1] اسی کی ایک روایت میں ہے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقوں کی تعلیم دی۔ (ان میں سے) اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی جس میں اذان دی گئی ہو۔

۶۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جو کوئی تین شخص کسی بستی یا گاؤں میں جن میں رہتے ہوں جہاں نماز قائم نہیں کی جاتی تو ان پر شیطان غلبہ پا لیتا ہے لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو۔ بلاشبہ بھیڑیا بکریوں میں سے الگ رہنے والی بکری کو ہی کھاتا ہے۔[2]

۱۔ مساجد میں عورتوں کا جماعت کے ساتھ شامل ہونا اور ان کی اپنے گھروں میں نماز کی فضیلت۔

عورتوں کا مساجد کی طرف نکلنا اور جماعت کے ساتھ حاضر ہونا جائز ہے لیکن شرائط یہ ہیں کہ ایسے حال سے اجتناب کریں جو شہوت کو ہوا دے۔ زینت اور خوشبو سے دعوت فتنہ دینے سے بچیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کو مساجد کی طرف نکلنے سے منع کرو لیکن ان کے گھر ان کے لئے

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۶۵۴)۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۴۷)

بہتر ہیں۔[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی لونڈیوں[2] کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو اور انہیں چاہئے کہ وہ بغیر خوشبو کے نکلیں۔[3] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی عورت نے بخور نامی خوشبو لگائی ہو تو وہ ہمارے ساتھ نمازِ عشاء میں شامل نہ پاؤ۔[4]

عورتوں کے لئے اپنے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ احمد اور طبرانی نے حضرت ام حمیدۃ الساعدہ سے بیان کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے جبکہ تیرا اپنے حجرے میں نماز پڑھنا تیری قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور تیرا تیری قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا بڑی مسجد میں تیری نماز سے بہتر ہے۔[5]

اس دور والی مسجد میں نماز پڑھنا مستحب ہے جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہوں۔ جیسا کہ مسلم نے حضرت ابو موسیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں نماز کے اعتبار سے سب سے بڑے اجر والا وہ ہے جو زیادہ دور سے چل کر آیا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مسجد نبوی کے اردگرد کچھ گھر خالی ہوئے تو بنو سلمہ (قبیلہ) نے مسجد کے پڑوس میں آ جانے کا ارادہ کیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی آپؐ نے فرمایا: ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم

---

1. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۶۷)
2. اماء اللہ: امۃ کی جمع ہے۔
3. تفلات: خوشبو استعمال کئے بغیر۔
4. صحیح مسلم حدیث نمبر (۴۴۴/۱۴۳)
5. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۷۰)

مسجد کے قریب آنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ فرمایا: ''اے بنی سلمہ! اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔[1] شیخان وغیرہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت بیان کی ہے جو کہ گذر چکی ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نماز اس کے اکیلے نماز پڑھنے[2] سے پاکیزہ ہے۔ اس کا دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھتے سے پاکیزہ ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ ہو تو وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔[3]

۳۔ مسجد کی طرف سکون سے جانا مستحب ہے:

مسجد کی طرف سکون و وقار سے چل کر جانا مستحب ہے۔ بھاگنا اور جلدی کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جب انسان نماز کے لئے نکلتا ہے تب سے وہ نمازی کے حکم میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپ نے کچھ آدمیوں کا شور سنا۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی۔ تو فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا؟'' انہوں نے کہا ہم نے نماز کی طرف جلدی کی۔ فرمایا: ''اس طرح نہ کرو' جب تم نماز کے لئے آؤ تو تم پر سکون لازم ہے۔ جو نماز تم پالو وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اسے پورا کر لو۔[4]

1۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۵۶) (شیخان سے مراد بخاری و مسلم ہیں)

2۔ ازکیٰ من صلوتہ وحدہ: یعنی اجر میں بھی زادہ ہے اور نمازی کے گناہوں سے پاک ہونے میں بھی بلیغ ہے۔

3۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۵۴)

4۔ سکینۃ اور وقار کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ لیکن امام نووی نے اس میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں سکینت یہ ہے کہ حرکات میں نرمی ہو اور فضولیات سے اجتناب ہو۔ اور وقار ھیئت میں ہے نظر نیچی ہو۔ آواز پست ہو اور بلاوجہ ادھر ادھر نہ جھانکے۔ اللؤلؤ والمرجان (ج۱/۳۵۰)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اقامت سنو تو مسجد کی طرف چلو جبکہ تم پر وقار و سکینہ لازم ہے۔ اور جلدی نہ کرو۔ جو نماز تم پالو وہ پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے اس کو پورا کرلو۔[1]

۴- امام کے لیے تخفیف مستحب ہے:

امام کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ مقتدیوں کو ہلکی نماز پڑھائے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے۔ بلاشبہ اس میں کمزور بیمار اور بوڑھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ پس جب اکیلا پڑھے تو جتنی چاہے طویل کر لے۔[2] سب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں فرمایا: ''میں نماز میں داخل ہوتا ہوں جو کہ میں اس کو طویل کرنا چاہتا ہوں پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز ہلکی کر دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں۔ جو بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں سخت تکلیف محسوس کرتی ہے؟ بخاری اور مسلم نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو نبی ﷺ کی نماز سے بہت ہلکی پڑھاتا ہو اور مکمل بھی پڑھاتا ہو۔ ابو عمران عبدالبر نے کہا کہ ہلکی نماز پڑھانا ہر امام کے لئے ایسا حکم ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے یہ علماء کے ہاں مندوب ہے کہ اس (تخفیف) سے اقل الکمال[3] مراد ہے نماز کا کچھ حصہ یا کم کرنا مراد نہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کوے کی طرح ٹھونگے چونچیں مارنے سے منع فرمایا ہے۔

آپؐ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع پورا نہیں کر رہا تھا۔ اس

---

[1] اسی سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ مقتدی جس قدر غاز امام کے ساتھ پالے وہ اس کی پہلی نماز معتبر ہو گی وہ اقوال و افعال میں اسی کو بنیاد بنائے گا۔

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۰۳)   [3] اقل الکمال : یعنی تین تسبیحات۔

کو فرمایا: ''جاؤ اور نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' اور فرمایا کہ ''جو اپنے رکوع اور سجدے میں اپنی کمر درست نہیں کرتا[1] اللہ کریم اس کی طرف نظر (رحمت) نہ کرے گا۔'' نیز ابو عمر کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اپنی قوم کو ان شرائط سے امامت کرائے۔ جو ہم نے بیان کی ہیں اس کے لئے استحباب تخفیف کسی کا اختلاف میرے علم میں نہیں۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں بندوں کو اللہ سے بغض نہ دلاؤ۔ تم میں سے کوئی اتنی لمبی نماز نہ پڑھائے کہ جو اس کے پیچھے ہیں ان پر گراں گذرے۔

۵- امام کا پہلی رکعت کو لمبا کرنا:

نیز اس شخص کا انتظار کرنا جس کو وہ نماز میں شامل ہوتا محسوس کرے تا کہ وہ جماعت کو پالے۔ امام کے لیے مشروع ہے کہ پہلی رکعت کو نئے داخل ہونے والے شخص کے لئے کچھ لمبا کر دے تا کہ وہ بھی جماعت کی فضیلت کو پالے اسی طرح اس شخص کا انتظار بھی مستحب ہے جو اس وقت جماعت میں داخل ہو جبکہ وہ (امام) رکوع کی حالت میں ہو۔ یا آخری قعود کے میں ہو۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ وہ ایسا اسی ارادے سے کرتے تھے۔ کہ لوگ پہلی رکعت کو پالیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ نماز کھڑی کی جاتی پھر کوئی جانے والا بقیع کی طرف جا کر اپنی حاجت کو پورا کرتا وہ وضو کر کے آتا جبکہ رسول اللہ ﷺ رکعت کو لمبا کرنے کی وجہ سے ابھی پہلی رکعت میں ہوتے تھے۔[2]

۶- امام کی پیروی کا وجوب اور اس سے آگے بڑھنے کی حرمت:

امام کی اقتداء لازم ہے اور اس سے آگے بڑھنا حرام ہے۔[3] جیسا کہ

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۹۳) [2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۲۵)

[3] اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ کہ تکبیر تحریمہ اور سلام میں امام سے سبقت کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ارکان میں سبقت کے حوالہ سے اختلاف ہے۔ جبکہ امام احمد کے نزدیک اس سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں جس نے نماز میں امام سے سبقت کی اس کی نماز نہیں رہی برابری تو وہ بھی مکروہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو' جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو' جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو' جب وہ سجدے کرے تم بھی سجدہ کرو[1] اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' (متفق علیہ) ابوداؤد اور احمد کی روایت میں ہے: کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو یا اس وقت تک تم تکبیر نہ کہو جب تک وہ تکبیر نہ کہے' جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو' تم اس وقت تک رکوع نہ کرو جب تک وہ رکوع نہ کرے' جب وہ سجدہ کرے' تم بھی سجدہ کرو۔ اور تم اس وقت سجدہ نہ کرو' جب تک وہ سجدہ نہ کرے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھالے تو کیا اسے اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کر دے۔ یا اللہ اس کی صورت کو گدھے کی صورت میں تبدیل کر دے۔'' حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! میں تمہارا امام ہوں مجھ سے رکوع میں سبقت نہ کرو نہ سجدہ میں نہ قیام میں نہ قعود میں اور نہ انصراف[2] میں۔ (احمد' مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پشت نہ جھکاتا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔[3]

۷- امام کے ساتھ ایک شخص بھی ہو تو جماعت ہو جائے گی۔

امام کے ساتھ جب ایک اور شخص ہو تو جماعت منعقد ہو گی گو کہ ان میں سے

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۰۵) وصحیح مسلم حدیث نمبر (۴۱۴)

[2] ولا بالانصراف کا مطلب یہ ہے سلام پھیرنے میں۔ [3] صحیح مسلم حدیث نمبر (۴۷۴)

ایک بچہ یا عورت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گذاری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز کے لئے اٹھے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے اٹھا۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر آپؐ نے میرے سر کو پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا۔[1]

حضرت ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ دونوں سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو جاگا پھر اس نے اپنی بیوی کو بھی جگایا۔ پھر انہوں نے اکھٹے دو رکعت نماز پڑھی تو وہ بکثرت (اللہ کا) ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں سے لکھے جاتے ہیں۔''[2] حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس پر کون صدقہ کرے گا؟ یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھے۔'' لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ (احمدؒ ابوداوٗد)۔ ترمذی نے اس کو روایت بھی کیا اور حسن کہا۔ نیز ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے اس شخص کے ساتھ نماز پڑھی۔ ترمذی نے اس حدیث سے اس بات کو جواز پر دلیل لی ہے کہ لوگ اس مسجد میں باجماعت نماز ادا کر سکتے ہیں جس میں پہلے نماز ادا کی جا چکی ہو فرماتے ہیں۔ احمد اور اسحٰق کا بھی یہی قول ہے۔ دیگر اہل علم نے فرمایا کہ وہ اکیلے نماز پڑھیں گے جیسا کہ

---

[1] اس حدیث میں اس شخص کی اقتداء کے جواز کی دلیل ہے جس نے امامت کی نیت نہ کی لیکن اس کو امام بنا دیا گیا اس نے اکیلے نماز شروع کی تھی۔ اس میں فرض و نفل کا کوئی فرق نہ ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ میں نماز پڑھتے جبکہ ان کے حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے پھر لوگوں نے صبح اس کے متعلق گفتگو کی پھر رسول اللہ ﷺ دوسری رات کھڑے ہوئے تو لوگ آپ کی نماز کے ساتھ پھر نماز پڑھنے لگے۔

[2] سنن ابوداوٗد حدیث نمبر (۱۳۰۸)

سفیان مالک' ابن المبارک اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔[1]

۸-امام کے مقتدی بن جانے کا جواز:

ایسا آدمی جس کو امام بنایا گیا ہو جب مقرر امام آ جائے تو اس کے لیے مقتدی بن جانا جائز ہے۔ جیسا کہ شیخین کی حدیث حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے۔ ''کہ رسول اللہ ﷺ بغرض صلح عمرو بن عوف کے محلہ میں گئے۔ پھر نماز کا وقت ہوا حضرت بلال حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے میں اقامت کہوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں کہتے ہیں پھر حضرت ابو بکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ لوگ نماز میں ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ پس آپؐ آگے بڑھے اور صف میں شامل ہو گئے۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں (اور طرف) متوجہ نہ ہوتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس بات پر اپنے ہاتھ اٹھائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا اس پر اللہ کا شکر ادا کیا پھر حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹے حتی کہ صف میں سیدھے کھڑے ہو گئے۔ نبی ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی' جب سلام پھیرا تو فرمایا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو مجھے وہاں کھڑا رہنے سے کیا بات مانع ہوئی؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابو قحافہؓ کے بیٹے کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھتا رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہے کہ میں تمہیں تالیاں بجاتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آ جائے تو چاہیئے کہ آدمی سبحان اللہ کہے۔ جب مقتدی سبحان اللہ

---

[1] رہا ایک وقت میں اور ایک ہی جگہ ایک سے زیادہ مرتبہ جماعت کروانا تو اس کی حرمت پر اجماع ہے کیونکہ اس طرح جماعت کی مشروعیت سے شارع کی غرض کی نفی ہوتی ہے۔ اور اس میں حکم مشروع کے خلاف وقوع کی وجہ سے بھی (حرمت ہے)۔

کہے گا تو امام متوجہ ہو گا جبکہ تالیاں بجانا تو عورتوں کے لئے ہے۔[1]

۹-امام کو پالینا:

جس نے امام کو پالیا وہ کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہے گا۔[2] اور جس حالت میں امام ہو وہ امام کے ساتھ جماعت میں مل جائے گا۔[3] اور وہ رکعت شمار نہ کرے گا حتی کہ امام کے ساتھ رکوع پالے اس میں حکم برابر ہے کہ وہ امام کے ساتھ مکمل رکوع پا لے یا اتنا جھکے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں جبکہ یہ امام کے اٹھنے سے پہلے ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز میں اس حال میں پہنچو کہ ہم سجدے کی حالت میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو۔ لیکن اس رکعت کو شمار نہ کرو۔[4] جس نے ایک رکعت بھی پالی تو گویا اس نے نماز کو پا لیا۔'' اس کو (ابوداؤد صحیح ابن خزیمہ' اور مستدرک حاکم اور انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے)۔ جس سے کچھ نماز گزر چکی ہو وہ اسی طرح کرے گا جیسے امام کرتا ہے اس کے ساتھ آخری قعدہ میں بیٹھے گا۔ اور دعا کرے گا جب تک امام سلام نہ پھیر لے وہ

---

[1] اس حدیث میں دلیل ہے کہ ایک صف سے ساتھ والی صف میں چلے جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ آدمی کسی پیش آنے والے امر پر اللہ کا شکر ادا کر سکتا ہے نیز تسبیح کے ساتھ باخبر کرنا یہ دو امر جائز ہیں۔ کسی عذر کی وجہ سے نماز میں جانشین بنانا بھی بطریق اولی جائز ہوا۔ اس میں یہ بھی جواز ہے کہ آدمی نماز کے بعض حصے میں امام اور بعض میں مقتدی بن سکتا ہے۔ اور نماز میں حمد و ثناء کے لئے ہاتھ اٹھانے کا جواز۔ بوقت ضرورت متوجہ ہونے کا جواز نمازی سے اشارے سے مخاطب ہونا' دین میں مقام و مرتبہ حمد و شکر کا جواز' مفضول کا فاضل کی امامت کا جواز اور نماز میں معمولی سے عمل کی گنجائش کا جواز ملتا ہے

[2] اور تکبیر انتقال بھی کرے تو بہتر ورنہ اسے تکبیر تحریمہ کافی ہوگی۔

[3] اس کے لئے جماعت کی فضیلت اور اس کا ثواب ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ اس نے امام کے سلام سے پہلے تکبیر تحریمہ پالی ہو۔

[4] یعنی جس نے امام کو بحالت سجدہ پایا اس کی موافقت میں سجدہ کرے گا لیکن اسے رکعت شمار نہ کرے گا۔ ومن ادرک الرکعة. یعنی امام کے ساتھ رکوع پالے: فقد ادرک الصلوٰۃ: یعنی اس نے رکعت کو پالیا جو اس کے لئے وہ شمار میں لائی جائے گی۔

کھڑا نہ ہو۔ اور جب اپنی باقی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہے گا۔

۱۰- جماعت سے پیچھے رہنے کے عذر:

درج ذیل حالات میں سے کسی حالت کے پیدا ہونے سے جماعت سے پیچھے رہنے کی رخصت ہے:

۱-۲ سردی یا بارش: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپؐ مؤذن کو حکم دیتے وہ نماز کے لئے اذان دیتا' اور کہتا: اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو جبکہ بحالت سفر رات سردی اور بارش والی ہوتی۔[1] حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو بارش ہو گئی آپؐ نے فرمایا: ''جو تم میں سے چاہے وہ اپنے مقام پر[2] ہی نماز پڑھ لے۔'' (احمد' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک بارش والے روز میں آپؐ نے اپنے مؤذن سے کہا کہ جب تم اشھد ان محمد الرسول اللہ کہو تو حی علی الصلوۃ نہ کہنا بلکہ کہنا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو: کہتے ہیں گویا لوگوں نے اپ سر انکار کیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ بے شک ایسا تو اس شخص نے کہا ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی نبی ﷺ نے بے شک نماز تو لازم ہے۔ اور میں نے ناپسند کیا کہ تمہیں اس طرح نکالوں کہ تم مٹی اور پھسلن میں چلو۔[3]

مسلم میں ہے حضرت ابن عباس نے جس دن اپنے مؤذن کو اس کا حکم دیا وہ جمعہ کا دن تھا اور اس دن بارش ہوئی تھی۔ سخت گرمی' اندھیرا اور کسی ظالم سے خوف بھی سردی کا سا حکم رکھتا ہے ابن بطال کہتے ہیں: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ زیادہ بارش میں' اندھیرے میں ہوائیں اور اس کے مشابہ حالات میں نماز سے پیچھے رہنا جائز ہے۔

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر (٦٦٦) ۲ رحل کا معنی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔
۳ صحیح بخاری حدیث نمبر (٦٦٨)

۳-کھانے کی موجوگی: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کھانے پر حاضر ہو تو جلدی نہ کرے حتی کہ اس سے اپنی حاجت کو پورا کر لے۔ گو کہ نماز کھڑی کر دی جائے۔'' (بخاری)

۴-دو ناپاک چیزوں کو دور کرنا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتی ہیں۔ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں اور نہ کہ جب آدمی دو خباثتوں سے فارغ ہونے والا ہو۔''[۱،۲]

۵- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ''آدمی کی فقاہت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ضروریات پر توجہ کرتے تاکہ جب وہ نماز کی طرف توجہ کرے تو اس کا دل (دوسری جانب سے) فارغ ہو۔'' (بخاری)

۱۱-امامت کا زیادہ حق دار کون ہے:

امامت کا اولین حق دار وہ ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ اگر کچھ لوگ قرأت میں برابر مقام رکھتے ہوں تو وہ جو ان میں سنت کا زیادہ عالم ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو ہجرت میں سب سے پہلے والا امامت کا حق دار ہوگا اگر اس میں بھی برابر ہوں تو وہ امامت وہ کروائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

۱- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک کو امامت کروانی چاہیے ان میں سے امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو ان میں سے زیادہ قاری ہو۔''[۳] زیادہ قاری سے زیادہ حافظ مراد ہے کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث میں ہے: ''چاہیے کہ تمہیں وہ شخص امامت کرائے جو قرآن کا زیادہ قاری ہے۔''

۲- حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے

---

۱ وهو يدافع الاخبثين: اس سے پیشاب اور پاخانہ مراد ہے۔
۲ صحیح مسلم کتاب المساجد۔ ۳ صحیح مسلم حدیث نمبر (۶۷۲)

فرمایا: ''لوگوں کو وہ شخص امامت کرائے جو ان میں سے کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ اگر وہ لوگ قرأت میں برابر ہوں تو جو سنت کا زیادہ عالم ہو۔ اگر علم بالسنہ میں سب برابر ہوں تو ہجرت میں پہل کرنے والا۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو زیادہ عمر والا شخص امامت کرائے کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کی بادشاہت میں امامت نہ کرائے۔ اور اس کے گھر میں اس کی باعزت جگہ[1] پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے اور ایک لفظ میں یوں ہے: کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کے گھر میں اور اس کی بادشاہت میں امامت نہ کرائے۔''[2] اور اس کو سعید بن منصور نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ ہے: ''کہ کوئی شخص کسی شخص کی بادشاہت میں امامت اس کی اجازت کے بغیر نہ کرائے اور نہ اس کے مقام تکریم پر اس کے اذن بغیر بیٹھے اس کا مفہوم یہ ہے کہ بادشاہ، صاحب گھر، صاحب مجلس اور امام مجلس کسی اور کی بجائے امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب تک کہ ان میں سے کوئی اجازت نہ دے دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا: ''کسی ایسے شخص کے لئے مناسب نہ ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ کسی قوم کا امام ان کی اجازت کے بغیر بنے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ انہیں چھوڑ کر اپنے نفس کو دعا میں خصوصیت دے اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی۔'' (ابوداؤد)

۱۲- کن کی امامت درست ہے:

جو بچہ تمیز کی صلاحیت رکھتا ہو اس کی امامت درست ہے۔ نابینا کی امامت اور کھڑے امام کی بیٹھے مقتدی کو امامت بیٹھے امام کی کھڑے مقتدی کے امامت درست ہے۔ فرض پڑھنے والے کی نفل والے کو نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے

---

[1] التکرمة. وہ بستر (وغیرہ) جو گھر والے کے لئے خصوصی بچھایا جائے۔ اس سے کوئی خاص نشست یا کرسی وغیرہ بھی مراد ہوسکتی ہے۔ از مترجم۔

[2] صحیح مسلم حدیث نمبر (۶۷۳)

والے کے وضوء والے کی تیمم والے کو تیمم والے کی وضو والے مسافر کو مقیم، مقیم کی مسافر کو اور صفوں کی امامت فاضل کے لئے درست ہے جیسا کہ حضرت عمرو بن سلمہ نے اپنی قوم کی امامت کی جبکہ ان کی عمر چھ یا سات برس تھی۔[1] رسول اللہ ﷺ نے دو دفعہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا۔ وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جبکہ وہ نابینا تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ آپؐ نے اپنے گھر میں بحالت مرض بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اس پر آپؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا: ''امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھو۔''[2] حضرت معاذ نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر لوٹتے پھر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وہ نماز ان کے لئے نفل ہوتی جبکہ قوم کی فریضہ عشاء ہوتی[3] حضرت محجن بن الادرع کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپؐ مسجد میں تھے نماز کا وقت ہوا۔ آپؐ نے نماز پڑھی جبکہ میں نے نہ پڑھی آپؐ نے مجھے فرمایا: ''نماز کیوں نہیں پڑھی۔'' میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے گھر میں نماز پڑھ لی تھی پھر آپؐ کے پاس آیا تھا۔ آپ نے فرمایا جب تم آؤ تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھو اور اسے نفل بنا لینا۔'' رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا فرمایا: ''کیا کوئی ہے جو اس

---

1. صحیح سنن نسائی (ج ۱/۱۶۷) وصحیح بخاری (۴۳۰۲)
2. اسحٰق، اوزاعی، ابن منذر اور ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کی اقتداء ایسے امام کے ساتھ جائز نہ ہوگی جو کسی عذر سے بیٹھا ہے بلکہ اس پر امام کی پیروی میں واجب ہے کہ وہ بھی بیٹھ جائے اور دلیل اس حدیث سے پیش کی۔ اور جبکہ کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں جبکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے نسخ کو ترجیح دی ہے۔ از مترجم۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۸۹)
3. صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۰۰)

پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے؟ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسے بطور امام نماز پڑھائی جبکہ وہ بحالت تیمّم تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں فتح مکہ کے زمانہ میں لوگوں کو سوائے مغرب کے دو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور آپ فرما رہے تھے: ''اے اہل مکہ! اٹھو! دو دو دوسری رکعتیں بھی پڑھو بے شک ہم تو مسافر ہیں۔''

جب مسافر مقیم کے ساتھ نماز پڑھے تو چار ہی پڑھے گا گو کہ وہ امام کے ساتھ ایک سے بھی کم رکعت پائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ مسافر کا کیا حال ہے کہ وہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو دو رکعت پڑھے گا اور جب مقیم امام کے پیچھے پڑھے تو چار پڑھے گا؟ فرمایا سنت اسی طرح ہے۔ ایک لفظ میں یوں ہے کہ انہیں موسیٰ بن سلمہ نے کہا جب ہم آپؓ کے ساتھ ہوں تو چار پڑھیں اور جب ہم لوٹیں تو دو رکعت پڑھیں؟ فرمایا ابو القاسم ﷺ کی سنت یہی ہے۔[۱] (احمد)

۱۳۔ جن کی امامت درست نہیں ہے:

جمہور علماء کے نزدیک معذور[۲] کی امامت صحیح کے لئے درست نہ ہے اور نہ اس معذور کی ایسے مقتدی کی امامت جائز ہے جو کسی اور عذر میں مبتلاء ہو۔[۳]

جبکہ مالکیہ کہتے ہیں کہ معذور کی امامت صحیح کے لئے کراھت کے ساتھ جائز ہے۔

۱۴۔ عورت کی عورتوں کے لیے امامت کرانا مستحب ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو جماعت کروایا کرتی تھیں اور ان کے ساتھ ہی صف میں کھڑی ہوتی تھیں۔[۴] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتی

---

۱ مسند احمد (۱۳۱/۴)

۲ جس کے پیٹ میں کچھ محسوس ہوتا ہو یا وسلسل البوں کا مریض ہو یا بے اختیار اس سے ریح خارج ہو جاتی ہے۔

۳ جیسے سلسل البول والا اس کی اقتداء کرے جس کی بے اختیار ہوا خارج ہوتی ہو۔

۴ تلخیص الحبیر (۵۹۷/۲)

تھیں' اور رسول اللہ ﷺ نے ورقہ کو مؤذن بنایا جوان کے لئے اذان کہا کرتا تھا۔ نبیؐ نے انہیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی فرائض میں امامت کریں۔

۱۵- آدمی کا صرف عورتوں کو جماعت کروانا:

ابو یعلی اور الطبرانی نے ''الاوسط'' میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابی بن کعب نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے رات کو ایک کام کیا۔ فرمایا: ''کیا کام کیا؟'' ابیؓ نے کہا میرے گھر کی عورتوں نے کہا کہ آپؓ قرأت کرتے ہیں ہم نہیں کرتیں آپؓ ہمیں نماز پڑھایئے۔ میں نے انہیں آٹھ رکعت اور ایک وتر پڑھایا۔ تو نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ فرماتے ہیں ہم نے خیال کیا کہ ان کا سکوت بطور رضا تھا۔[1]

۱۶- بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ ہے:

بخاری نے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو سعید الخدری نے مروان کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھی جب کہ وہ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے مارے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ ابن عبید کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جبکہ اس پر الحاد کی تہمت تھی اور وہ گمراہی کی دعوت دیتا تھا۔ اس میں صحیح مسلک یہ ہے جس کی طرف علماء بھی گئے ہیں کہ جس کی بذات خود نماز درست ہے کسی اور کے لیے اس کی امامت بھی درست ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا ناپسند کیا ہے۔ ابوداؤد اور ابن حبان میں روایت ہے۔ جبکہ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت بھی کیا ہیکہ سائب بن خلاد سے مروی ہے: ایک آدمی نے کسی قوم کو امامت کرائی۔ پھر اس نے

---

[1] مسند ابویعلی (۱۸۰۱) و ترمذی (۱۵۵)

قبلہ کی جانب میں تھوکا رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے فرمایا (آئندہ) یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھائے[1] اس کے بعد اس نے انہیں نماز پڑھانا چاہا لیکن انہوں نے اسے روکا اور نبی ﷺ کا حکم اسے بتایا۔ اس نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''ہاں اس لئے کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔

۱۷- کسی عذر کی وجہ سے امام سے الگ ہونا جائز ہے:

جو شخص امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوا اور امام نماز کو لمبا کر دے تو اس کے لئے جائز ہے کہ جدائی کی نیت سے امام سے جدا ہو وہ اکیلا نماز کو پورا کرے۔ اور یہ تب ہوگا کہ جب درج ذیل صورت پیش آئے یعنی کوئی مرض پیش آ جائے یا مال کے ضائع ہونے یا تلف ہونے کا خوف ہو۔ یا ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو' یا نیند کا غلبہ وغیرہ ہو۔ جیسا کہ سب محدثین نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر لوٹتے اور اپنی قوم کو امامت کراتے۔ نبی ﷺ نے عشاء کو تاخیر سے پڑھایا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ اور سورۃ بقرہ شروع کر دی۔ ایک آدمی پیچھے ہٹا اور اپنی نماز پڑھ لی۔ اس کو کہا گیا اے فلاں! تو منافق ہو گیا ہے؟ اس نے کہا میں نے منافقت نہیں کی۔ لیکن میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو جا کر خبر دوں گا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس بات کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا:

''اے معاذ تو فتنہ ڈالنے والا بننا چاہتا ہے۔ اے معاذ! تو فتنہ ڈالنے والا بننا چاہتا ہے۔ (تم) فلاں فلاں سورۃ پڑھ لیا کرو۔''[2]

۱۸- جماعت کے ساتھ نماز دہرانے کا ذکر:

حضرت یزید الاسود سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہم نے منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پھر دو آدمی آئے اور اپنی سواریوں پر ہی ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ

---

[1] لا یصلی لکم: یہ نفی نھی کے معنی میں ہے۔ [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۶۹)

نے حکم دیا تو ان دونوں کو اس حال میں لایا گیا کہ ان کے خرائص[۱] کانپ رہے تھے۔ آپؐ نے ان دونوں سے کہا تمہیں اس سے کیا مانع تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو؟ کیا تم دونوں سلمان نہیں ہو؟ انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ ہم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی تھی۔ آپؐ نے ان دونوں کو فرمایا جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر تم امام کے پاس آؤ تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو۔ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔[۲]

اس کو نسائی اور ترمذی نے بھی اس لفظ کے ساتھ روایت کیا: ''کہ جب تم دونوں گھر نماز پڑھ چکو پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔'' ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابن السکن نے بھی اس کو صحیح کہا اس حدیث میں اس امر کی مشروعیت پر دلیل ہے۔ کہ جو شخص پہلے فرض نماز اکیلے یا با جماعت پڑھ چکا ہو پھر کسی اور مسجد میں دوسری جماعت پالے تو اسے چاہئے کہ نفل کی نیت سے پھر وہی نماز پڑھ لے۔ مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ظہر' عصر اور مغرب کی نماز پڑھی جبکہ وہ دونوں جماعت سے ادا بھی کر چکے تھے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ مربد[۳] میں صبح کی نماز پڑھی پھر وہ دونوں جامع مسجد گئے نماز کی اقامت کہی گئی تو انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ پھر نماز پڑھ لی۔ اب رہا رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان جو حدیث صحیح میں مروی ہے۔ کہ ''کوئی نماز ایک دن میں دو دفعہ نہ پڑھو۔''[۴] اس کے متعلق ابن عبدالبر کا قول یہ ہے: کہ احمد' اسحٰق نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے آدمی ہے جو اپنے اوپر فرض کی گئی نماز پڑھے

---

۱ یعنی ان کے کندھے اور پہلو کا درمیانی گوشت خوف کی وجہ سے حرکت کر رہا تھا۔

۲ ترمذی حدیث نمبر (۲۱۹) وسنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۷۵)

۳ مربد: وہ جگہ جہاں دانے اور کھجوریں خشک کی جاتی ہیں۔

۴ مسند احمد (۲/۱۹)

پھر فراغت کے بعد اسے فرض ہی کی نیت سے دوبارہ پڑھ لے۔ جو شخص دوسری دفعہ جماعت کے ساتھ اس نیت سے پڑھے کہ وہ نفل ہے جبکہ وہ اس متعلق نبی ﷺ کے حکم کی اقتداء کر رہا ہو تو یہ ایک ہی نماز کو ایک دن میں دوبارہ پڑھنا نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلی نماز فرض تھی جبکہ دوسری نفل۔ لہٰذا یہ اعادہ نہ ہوگا۔

۱۹- امام کے لیے سلام کے بعد دائیں یا بائیں مڑ کر پھر اپنی جائے نماز سے اٹھنا مستحب ہے[1]

حضرت قبیصہ بن ھلب ؓ کی حدیث جوان کے باپ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ ہمیں امامت کرایا کرتے تھے۔ آپؐ دونوں جانب پھرا کرتے تھے دائیں جانب بھی اور بائیں جانب بھی۔[2] (ابوداؤد' ابن ماجہ' ترمذی نیز انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اھل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جانبین میں سے جس جانب چاہے پھر جائے۔ دونوں امر نبی ﷺ سے صحیح ثابت ہیں)۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار بیٹھتے جس میں کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ))

ترجمہ: اے اللہ! تو ہی سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اے جلال و اکرام والے تو بابرکت ہے۔ (احمد' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ)

احمد اور بخاری میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب نماز ختم کرتے ہوئے اپنا سلام مکمل کرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور آپؐ

---

[1] جبکہ مغرب اور صبح کے بعد جب تک دس دفعہ پر نہ کہہ لے: لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير. ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہ ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہ ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" تب تک منتقل نہ ہوگا کیونکہ جو اس فعل پر فضیلت لازم آتی ہے وہ پاؤں موڑنے سے پہلے اس دعا کے کہنے کے ساتھ مشروط ہے۔

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۹۱۵)

اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ ٹھہرے۔[1] فرماتی ہیں ہمارا خیال یہ ہے۔ اصل اللہ جانتا ہے۔ کہ آپؐ اس لئے ایسا کرتے تھے کہ عورتیں مردوں کے نکلنے سے پہلے پہلے چلی جائیں۔

۲۰-امام یا مقتدی کا اونچا ہونا:

امام کے لئے مکروہ ہے کہ وہ مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ امام کسی چیز کے اوپر کھڑا ہو جبکہ مقتدی اس کے پیچھے ہوں'' یعنی اس سے نیچے ہوں۔ (دارقطنی) ''حافظ'' نے ''التلخیص'' میں اس پر سکوت فرمایا ہے۔ ھمام بن حارث سے روایت ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں لوگوں کو ایک دکان[2] پر امامت کرائی۔ حضرت ابو مسعودؓ نے ان کی قمیض کو پکڑا اور کھینچا۔[3] جب وہ نماز سے فارغ ہوئے انہوں نے کہا: تم نہیں جانتے کہ صحابہؓ اس سے روکے جاتے تھے۔ کہا کیوں نہیں۔ مجھے تب یاد آیا جب آپ نے مجھے کھینچا۔ (ابوداؤد' شافعی' بیہقی) حاکم' ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔

اگر امام کو مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا ہونے میں کوئی غرض (مصلحت) ہو تب یہ مکروہ نہیں ہے۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس دن منبر رکھا گیا آپؐ منبر پر بیٹھے۔ پھر آپؐ نے تکبیر کہی اور آپؐ اسی پر تھے پھر رکوع کیا پھر اترے۔[4] اور منبر کے پاس سجدہ کیا۔ پھر دوبارہ ایسے کیا۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! میں نے یہ اس لئے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور مجھ سے اپنی نماز سیکھ لو۔'' (احمد' بخاری' مسلم)[5]

---

۱ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۹۳۲) ۲ المدائن: عراق کا ایک شہر۔ دکان: اونچی جگہ۔
۳ جبذہ اس کی سند سے پکڑا۔ ۴ القھقری: پیچھے کی جانب چلنا۔

رہا مقتدی کا امام سے بلند ہونا تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ سعید بن منصور شافعی' بیہقی اور امام بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپؓ نے امام کے ساتھ مسجد کی چھت پر نماز پڑھی۔ جبکہ صحابہؓ نے اس پر سکوت کیا۔ (سنن سعید بن منصور)۔

امام الشوکانی نے فرمایا: رہا مقتدی کا بلند ہونا سو وہ اگر بہت زیادہ ہو یعنی کہ وہ تین سو ہاتھ سے اس طرح بلند ہو کہ اس کو امام کے فعل کا جاننا ممکن نہ رہے تو ایسا کرنا بالاجماع ممنوع نہیں ہے۔ مسجد و منبر مسجد کا اس میں کوئی فرق نہ ہے۔ اور اگر اس سے کم مقدار ہو تو اصل اس میں جواز ہوگا الا یہ کہ اس کی ممانعت پر کوئی دلیل قائم ہو۔ اس اصل کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور بھی تقویت دیتا ہے۔ جبکہ اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

۲۱- مقتدی کا اس طرح امام کی اقتداء کرنا کہ دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو:

مقتدی کی نماز جبکہ امام اور مقتدی کے درمیان کچھ رکاوٹ ہو جائز ہے بشرطیکہ مقتدی امام کے انتقالات کے رویت یا سماع[1] سے جان سکے۔ امام بخاری فرماتے ہیں حضرت حسنؒ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ تو اس طرح نماز پڑھے جبکہ تیرے اور اس (امام) کے درمیان نہر ہو۔ ابومجلز نے کہا۔ جبکہ تکبیر تحریمہ سنائی دے تو مقتدی امام کی اقتداء کر سکتا ہے اگر چہ ان کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو۔ نیز وہ حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں نبی ﷺ اور لوگوں کی نماز کا ذکر ہے کہ لوگ حجرے کے پیچھے سے آپؐ کی اقتداء میں آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

۲۲- جس نے کوئی فرض ترک کر دیا اس کی اقتداء کا حکم:

جب امام نے لاعلمی میں کوئی شرط یا کسی رکن کو ترک کر دے تو اس کی امامت درست ہو گی بشرطیکہ جس چیز کو امام نے چھوڑا مقتدی اس کو پورا کر لے۔

---

[1] علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ریڈیو کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔

کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ تمہیں نماز پڑھاتے ہیں اگر وہ درست عمل کریں تو تمہیں بھی اجر ہے اور انہیں بھی اور اگر ائمہ غلطی کر جائیں تو تمہیں اجر مل جائے گا اور ان پر گناہ ہوگا۔[1]

حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

> ''امام ضامن ہے۔ پھر اگر اس نے اچھا کیا تو اسے بھی اجر ہے اور تمہیں بھی اور اگر وہ برائی کرے تو اس پر گناہ ہے۔'' یعنی تم پر گناہ نہ ہے۔(ابن ماجہ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح مروی ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ لاعلمی میں بحالت جنابت نماز پڑھا دی۔ پھر انہوں نے دوبارہ نماز پڑھی لیکن لوگوں نے نماز دوبارہ نہ پڑھی۔

۲۳- کسی کو جانشین/ نائب امام بنانا:

جب امام کو نماز میں کوئی عذر پیش آ جائے یعنی اسے یاد آئے کہ میں بے وضو ہوں یا بے وضو ہو جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ کسی کو اپنا نائب بنائے تا کہ وہ مقتدیوں کو نماز مکمل کرائے۔ حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں میں کھڑا تھا میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان جس دن آپؓ شہید ہوئے۔ صرف حضرت عبداللہ بن عباس تھے۔ پھر جونہی انہوں نے تکبیر کہی۔ میں نے سنا انہوں نے کہا مجھے قتل کر دیا گیا مجھے کتے نے کاٹ کھایا جب (قاتل نے) انہیں نیزہ مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو پکڑا اور آگے بڑھا دیا انہوں نے لوگوں کو ہلکی سی نماز پڑھائی۔[2]

ابو رزین سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک دن نماز پڑھائی

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۹۴) [2] مصنف عبدالرزاق (۱/۱۵۰-۱۵۱)

تو ان کی نکسیر پھوٹ پڑی۔ انہوں نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑا اور اسے آگے بڑھا دیا پھر خود چلے گئے۔ (سعید بن منصور)۔ احمد نے فرمایا اگر امام کسی کو جانشین بنا دے تو درست ہے کیونکہ حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما نے بھی جانشین بنائے اور اگر وہ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو اس وقت لوگوں نے اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر اپنی نماز کو مکمل کر لیا تھا۔

جس نے ایسی قوم کو امامت کرائی جو اسے ناپسند کرتے ہوں:

اس بات کی ممانعت میں احادیث وارد ہوئی ہیں کوئی آدمی ایسی جماعت کو امامت نہ کرائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ اور کراھۃ سے وہ کراھۃ معتبر ہوگی جو دینی ہو اور شرعی سبب سے ہو۔ حضرت ابن عباس رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا: ''کہ تین ایسے شخص ہیں کہ جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کو امامت کرائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ ایک وہ عورت جو اس حال میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو۔ اور وہ دو (مسلمان) بھائی جو آپس میں ناراض ہوں۔''[1] (ابن ماجہ) عراقی نے کہا اس کی سند حسن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ ''تین شخصوں کی نماز اللہ کریم قبول نہیں فرماتا۔ ایک وہ شخص جو کسی قوم کے آگے بڑھے جب کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرا وہ آدمی جو نماز کو پشت کئے ہوئے آئے[2] اور تیسرا وہ شخص جو اپنے آزاد کردہ کو غلام بنا لے۔[3]

امام ترمذی فرماتے ہیں: کہ ایک قوم (محدثین) نے اس بات کو مکروہ جانا کہ کوئی شخص ایسی قوم کو امامت کرائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ لیکن اگر امام غیر ظالم ہو تو گناہ ناپسند کرنے والے پر ہوگا۔

۱۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۶۰) ۲۔ الدبار: یعنی اس کے وقت نکل جانے کے بعد آئے۔

۳۔ یعنی اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کو پھر غلام بنا لے۔

مقتدی اور امام کے ٹھہرنے کا مقام

۱۔ مستحب ہے کہ اگر ایک مقتدی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہو تو اس کے پیچھے کھڑے ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی آیا اور آپ ؐ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھمایا حتیٰ کہ مجھے اپنی بائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر جناب جابر بن صخرؓ آئے وہ آپ ؐ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ ؐ نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو اکھٹا پکڑا اور ہمیں دھکیل دیا تا آنکہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔[1]

اگر عورت جماعت میں شامل ہو تو وہ مردوں کے ساتھ صف نہ بنائے گی بلکہ آخر میں اکیلی کھڑی ہو جائے گی۔ اگر اس نے (ان کی صف سے) خلاف کیا تو جمہور کے نزدیک اس کی نماز درست ہو گی۔

حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نے اور ہمارے گھر جو یتیم تھا اس نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔ ایک لفظ میں یوں ہے کہ میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی ہمارے پیچھے تھیں۔[2]

۲۔ امام کا سامنے وسط صف میں کھڑا ہونا اور صاحب عقل و دانش کا قریب ہونا مستحب ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح للالبانی (ح/۱۲/۱۱۰۷) [2] بخاری کتاب الاذان۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: نبی ﷺ نے فرمایا:

"امام کو وسط میں رکھو اور خلل[1] کو بند کرو۔" (ابوداؤد)

انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: "چاہئے کہ تم میں سے میرے ساتھ عقل و دانش والے ملیں[2] پھر وہ جوان سے ملتے ہیں پھر وہ جوان سے ملتے ہیں۔ اور بازاروں کے ھیشات[3] سے جو۔ (احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ یہ پسند فرماتے تھے کہ آپؐ کے ساتھ مہاجرین وانصار ملیں تاکہ وہ آپؐ سے تعلیم حاصل کر لیں۔ (احمد وابوداؤد) ان لوگوں کو مقدم کرنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ امام سے کچھ سیکھ لیں۔ نیز اگر آپ سہو کریں تو وہ اس پر باخبر کریں اور جب انہیں جانشین بنانے کی ضرورت ہو تو انہیں اپنا جانشین بنا سکیں۔

۳- مردوں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ:

رسول اللہ ﷺ مردوں کو بچوں سے آگے کھڑا کرتے اور لڑکوں کو ان کے پیچھے اور عورتوں کو ان سے بھی پیچھے۔[4]

حضرت امام بخاری کے علاوہ باقی سب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے بیان کیا ہے: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "آدمیوں کی صفوں میں سے سب سے بہتر پہلی اور سب سے بری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے اچھی آخری اور

---

[1] الخلل: مقتدیوں میں سے دو آدمیوں کا درمیانی فاصلہ۔

[2] لیلینی: یعنی مجھ سے قریب ہوں۔ والنھی نھیه کی جمع مراد عقل ہے الاحلام والنھیٰ کا ایک ہی معنی ہے۔

[3] ھیشات الاسواق: آوازوں کا خلط ملط ہونا جیسے بازاروں میں ہوتا ہے۔ مراد بازاروں میں آوازے کسنے کی ممانعت ہے۔ واللہ اعلم۔ از مترجم۔

[4] اگر بچہ ایک ہی ہو تو وہ مردوں کی صف میں ہی شامل ہو جائے گا۔

سب سے بری پہلی صف ہے۔"[1] عورتوں کی جو آخری صف بہتر ہے وہ اس لئے کہ اس میں مردوں کے اختلاط سے دوری ہے۔ بخلاف پہلی صف کے کہ اس میں مردوں سے اختلاط کا گمان ہوسکتا ہے۔

۴-صف کے پیچھے اکیلے کی نماز:

جو شخص صف کے پیچھے نماز کے لیے تکبیر کہے پھر صف میں مل جائے اور امام کے ساتھ رکوع پالے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ تک اس حال میں پہنچے جبکہ آپؐ رکوع کر رہے تھے۔ انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا۔ پھر اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تیرے شوق کو بڑھائے آئندہ ایسا نہ کرنا۔"[2]

جس نے صف کے پیچھے اکیلے ہی نماز پڑھ لی جمہور کے نزدیک اس کی نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جائے گی۔ جبکہ امام احمدؒ اسحٰقؒ احمدؒ ابن ابی لیلیٰؒ، وکیعؒ، حسن بن صالحؒ، نخعی اور ابن منذر کا قول ہے کہ جس نے صف سے پیچھے ایک مکمل رکعت پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ حضرت وابصہؓ سے مروی ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا تھا آپؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ نماز پڑھے۔" (رواہ الخمسۃ الا النسائی) احمد کے الفاظ یہ ہے ہیں: کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے شخص کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ نماز کو لوٹائے گا۔" اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا: احمد کی اسناد بھی جید ہے۔ علی بن شیبان سے مروی ہے کہ

---

[1] صحیح سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (ج ۱/ ۸۱۹)

[2] بعض نے کہا لا تعد سے مراد یہ ہے کہ نماز میں آئندہ تاخیر سے نہ آنا۔ اور ایک یہ معنی بیان کیا گیا کہ آئندہ بحالت رکوع نماز میں داخل نہ ہونا۔ ایک معنی لا تعد کا یہ کیا گیا ہے کہ نماز میں جلدی سے دوڑ کر نہ آنا۔

نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ ٹھہر گئے حتیٰ کہ اس نے سلام پھیرا۔ آپؐ نے اس سے کہا: ''اپنی نماز پر (دوبارہ) توجہ کرو صف کے پیچھے اکیلے کی نماز نہیں ہوتی۔[1]

احمد نے کہا حدیث حسن ہے۔ ابن سید الناس نے کہا اس کے تمام راوی ثقہ اور معروف ہیں۔ جمہور نے حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث سے دلیل لیتے ہوئے کہا ہے چونکہ وہ نماز کے بعض حصے میں صف کے پیچھے آئے تھے تو آپؐ نے انہیں اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اور اعادے کا حکم مندوب کی جہت سے اولیٰ طریقہ کی مخالفت پر مبالغہ کرتے ہوئے ہوگا۔

کمال بن ھمام نے کہا: کہ ہمارے ائمہ نے وابصہؓ کی حدیث کو مندوب پر اور علی بن شیبان کی حدیث کو نفی کمال پر محمول کیا ہے تاکہ وہ دونوں حضرت ابوبکرہ کی حدیث کے موافق ہو جائیں۔ جب کہ اس کا ظاہری مفہوم اعادہ کے لزوم کا نہ ہے کیونکہ آپؐ نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا۔ جو شخص نماز میں حاضر ہوا اس نے صف میں کوئی گنجائش یا کشادگی نہ دیکھی۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اکیلا کھڑا ہو جائے گا کسی اور کو کھینچنا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکم کو جانتے ہوئے تکبیر تحریمہ کے بعد کسی ایک کو صف سے کھینچ لے گا۔ اور جس کو کھینچا گیا اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس کی موافقت کرے۔

۵-صفوں کو برابر کرنا اور خالی جگہیں پر کرنا:

امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے صفوں کو درست کرائے اور خالی جگہوں کو پر کرنے کا حکم دے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ (نماز کی تکبیر کہنے سے پہلے اپنے چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: ''مل جاؤ اور برابر ہو جاؤ۔''[2] ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا

---

[1] صحیح ابوداؤد حدیث نمبر (ج۱/۶۳۳) [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۷۱۹)

ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست کرو۔ بلاشبہ صفوں کی برابری نماز کی تکمیل میں سے ہے۔'' حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صفوں میں اس طرح درست کرتے تھے۔ جیسے نیزے سیدھے کئے جاتے ہیں [1] حتیٰ کہ جب آپؐ سے ہم نے سیکھ لیا ہے۔ اور ہم سمجھ چکے ہیں تو ایک دن آپؐ نے اپنا چہرہ ہماری طرف پھیرا ایک آدمی سینہ نکالے [2] ہوئے تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو یا اللہ عالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان مخالف ڈال دے گا۔ [3]

احمد اور الطبرانی نے ایسی سند سے جس میں کچھ حرج نہیں حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست کرو۔ اپنے کندھوں کو برابر کرلو۔ [4] اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی برتاؤ کرو اور فاصلوں کو پر کرو۔ شیطان تمہارے درمیان حذف [5] کی طرح داخل ہو جاتا ہے۔ [6] ابو داؤد' نسائی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ نہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''پہلی صف مکمل کرو پھر وہ جو اس سے ملتی ہو اور جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہو۔'' بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی قدم اس قدم سے زیادہ اجر والا نہیں ہے جو آدمی صف میں کسی کشادگی کو بند کرنے کے لئے چلتا ہے۔ اور نسائی' حکم اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا جس نے صف کو توڑا اللہ اسے قطع کرے گا۔'' روی الجماعۃ الا البخاری اور الترمذی نے حضرت

---

[1] اس سے صفوں کی درستگی میں مبالغہ مراد ہے۔ [2] منتبذا: ظاہر کئے ہوئے۔
[3] مخالفۃ الوجوہ سے مراد یہ ہے کہ باہم دشمنی' نفرت اور بغض ہوگا۔
[4] یعنی ایک کو دوسرے کے برابر کرلو اس طرح کہ تمام نمازیوں کے کندھے دوسرے کے کندھے سے موافق اور برابر ہو جائیں۔
[5] الحذف: بھیڑ کے چھوٹے بچے۔ [6] سنن ابو داؤد حدیث نمبر (٦٦٧)

جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ نکلے اور فرمایا: ''تم اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے جیسا کہ فرشتے اپنے رب کے ہاں صف باندھتے ہیں؟ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ فرشتے اپنے رب کے ہاں کیسے صف باندھتے ہیں؟ فرمایا'' وہ پہلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف کو بہت ملاتے ہیں۔''

۶- پہلی صف میں اور صفوں کے دائیں جانب میں ترغیب دلانا:

رسول اللہ ﷺ کا قول گذر چکا کہ: ''اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کیا اجر ہے تو اس کو نہ پائیں مگر قرعہ اندازی سے تو اس پر قرعہ اندازی بھی کریں گے۔'' الحدیث۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں پہلی صف سے پیچھے ہٹنا دیکھا تو ان کو فرمایا: ''آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور تمہاری اقتدا تمہارے پچھلے کریں۔ اور ہمیشہ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے حتی کہ اللہ انہیں پیچھے ہی ہٹا دے گا۔'' (مسلم' نسائی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود پڑھتے ہیں۔ جو صفوں کے دائیں جانب نماز پڑھتے ہیں۔'' احمد اور الطبرانی کے نزدیک صحیح سند سے ابوامامہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر درود پڑھتے ہیں۔'' انہوں نے کہا اور دوسری پر بھی؟ فرمایا: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود پڑھتے ہیں۔'' انہوں نے کہا دوسری صف والوں پر بھی؟ فرمایا: ''دوسری صف والوں پر بھی۔''[1]

۷- امام کے پیچھے آواز پہنچانا:

جب ضرورت ہو تو امام کی آواز کو پیچھے پہنچانا مستحب ہے جبکہ خود امام کی آواز مقتدیوں تک نہ جا رہی ہو۔ لیکن اگر امام کی آواز مقتدیوں تک (براہ راست) جا رہی ہے تو یہ بدعت ہے اور اتفاق ائمہ سے مکروہ ہے۔

---

[1] مسند احمد حدیث نمبر (۲۶۲/۵)

مساجد

۱۔ جن امور میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خصوصیات دی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس کے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا ہے۔ جس شخص کو جہاں نماز کا وقت پا لے اسے چاہئے کہ وہ نماز پڑھ لے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ سب سے پہلے کون سی مسجد خطہ زمین پر بنائی گئی؟ فرمایا ''مسجد الحرام'' میں نے کہا پھر کونسی؟ فرمایا ''پھر مسجد الاقصیٰ'' میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت ہے؟ فرمایا ''چالیس برس'' پھر فرمایا: ''جہاں تجھے نماز پا لے وہیں پڑھ لے وہی سجدہ گاہ ہے۔'' ایک روایت میں یوں ہے۔ ''کہ وہ ساری (زمین) مسجد ہے۔ (رواہ الجماعۃ)

۲۔ مساجد بنانے کی فضیلت:

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو اللہ کے لئے اس کی رضا چاہنے کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔''[۱]

۲۔ احمد ابن حبان اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گو کہ وہ پرندے کے انڈہ دینے کے لئے[۲] گھونسلے جتنی ہو۔ اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

---

[۱] المفحص: وہ جگہ جس میں قطاۃ انڈہ دیتی ہے: القطاۃ ایک پرندہ ہے۔

[۲] اللؤلؤ والمرجان (ج۱/۳۰۱)

۳- جب مسجد کی طرف متوجہ ہوتو دعا کرنا:

جب کوئی شخص مسجد کی طرف متوجہ ہوتو ذیل کی دعائیں پڑھنا مسنون ہے۔

۱- حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر سے نکلتے تو فرماتے۔ ''اللہ کے نام سے[1] میں نے اللہ پر توکل کیا۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں بھٹک جاؤں یا مجھے بھٹکا دیا جائے یا میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے۔ یا میں ظلم کرلوں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں جاھل بنوں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔''[2] اس کو اصحاب سنن نے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کہا۔

۲- اصحاب سنن الثلاثۃ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ حضرت انس سے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو گھر سے نکلتے ہوئے یہ کہہ لے۔ ''اللہ کے نام سے میں نے اللہ پر توکل کیا گناہ سے بچنے کی طاقت نہ نیکی کرنے کی قوت مگر (صرف) اللہ کے ساتھ' اس کو کہا جاتا ہے۔ تجھے کافی ہوئی۔ تو نے راہ پائی۔ تو نے کفایت پائی۔ اور پورا پالیا۔ اس سے شیطان ہٹ جاتا ہے۔''

۳- بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نماز کی طرف نکلے اور وہ یہ فرما رہے تھے۔ ''اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے۔ اور میری بصارت میں نور' میری سماعت میں نور' میرے دائیں نور' اور میرے پیچھے نور' اور میرے پٹھوں میں نور' اور میرے گوشت میں نور' اور میرے خون میں نور' اور میرے بالوں میں نور' اور میرے بدن میں بھی نور کر دے۔'' اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے۔ ''اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میری زبان میں نور' اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور' اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کر دے۔ اور میرے اوپر بھی نور کر دے اور میرے نیچے بھی نور اور مجھے بہت نور عطا فرما۔[3]

---

[1] ان الفاظ سے گھر سے نکلتے ہوئے دعا کرنا مشروع ہے خواہ مسجد کی طرف نکلے یا غیر مسجد کی طرف۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۰۹۴) [3] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۳۰)

۴- احمدؒ ابن خزیمہ اور ابن ماجہ نے جس کو الحافظ نے حسن کہا۔ حضرت ابو سعید سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص نماز کے لئے اپنے گھر سے نکلے اور یہ الفاظ کہہ لے۔'' اے اللہ! میں تجھ سے اس حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ سائلوں کا تجھ پر ہے اور جو اس طرف چلنے والوں کا ہے۔ بے شک میں نہ میں نعمت کا انکار کرتے ہوئے نکلا ہوں نہ عدم شکر کرتا ہوا[1] اور نہ دکھاوے کے لیے نہ سنانے کے لئے۔ بلکہ میں تیری ناراضگی سے بچنے کے لئے اور تیسری رضا کی تلاش میں نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے آگ سے بچالے۔ اور یہ کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے کیونکہ صرف تو گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے حتی کہ وہ اپنی نماز کو مکمل کر لیتا ہے۔''

۷- مسجد میں داخل ہوتے وقت اور وہاں سے نکلتے وقت دعا کرنا:

جو مسجد میں جانے کا ارادہ کرے اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ اپنا دائیں پاؤں پہلے مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ میں اللہ عظیم کی پناہ میں آتا ہوں اسے کے باعزت چہرے کے واسطے سے اور اس کی قدیم بادشاہت کے واسطے سے شیسان مردود کی شر سے۔[2] اللہ کے نام کے ساتھ: اے اللہ! محمد ﷺ پر درود بھیجئے: اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب نکلنے کا ارادہ کر لے۔ تو اپنا بائیاں پاؤں باہر رکھ کر یہ دعا پڑھے۔ اللہ کے نام سے اے اللہ! محمد ﷺ پر سلامتی بھیج: اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! مجھے مردود شیطان سے بچا۔''

---

[1] الاستر والبطر: نعمتوں کا انکار کرنا اور شکر نہ کرنا۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۴۶۶)

۵-مسجد کی طرف جانے اور اس میں بیٹھنے کی فضیلت:

۱- شیخان اور احمد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو صبح اور شام مسجد گیا تو جب بھی وہ صبح و شام مسجد گیا اللہ اس کے لئے جنت میں مہمان نوازی تیار کرتا ہے۔[۱]

۲- احمد' ابن ماجہ' ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کیا جبکہ ترمذی نے اس کو حسن کہا اور حاکم نے اس کو صحیح کہا۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی شخص کو مسجد کا عادی دیکھو تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دے دو۔ کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا: ''کہ بلاشبہ اللہ کی مساجد کو صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا۔''

۳- مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چلا تا کہ اللہ نے فرائض میں سے ایک فریضہ ادا کرے تو اس سے قدموں میں سے ایک قدم اس کی غلطیاں اس سے مٹائے گا اور دوسرا قدم اس کے درجات بلند کرلے گا۔''

۴- طبرانی اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو الدرداء سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ جس کا گھر مسجد ہے اللہ اس کو روح و رحمت اور پل صراط سے اللہ کی رضا کی طرف گذرنے کی جنت تک کفالت دیتا ہے۔'' یہ حدیث پہلے گذر بھی چکی: ''کیا میں تمہیں اس عمل کی خبر نہ دوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔''

۶-تحیۃ المسجد پڑھنا:

جماعت نے حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم

---

۱ من غدا الی المسجد وراح: یعنی گیا اور آیا: والنزل: جو مہمان کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

۲ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۸۰۲)

میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لے۔"[۱]

۷- مساجد میں سب سے افضل مسجد کونسی ہے:

۱- بیہقی نے[۲] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مسجد الحرام میں نماز پڑھنا لاکھ نماز کی طرح ہے۔ اور میری مسجد میں نماز پڑھنا ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور بیت المقدس میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔"

۲- احمد نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں اور مساجد میں مسجد الحرام کے سوا۔ ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور مسجد الحرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے سو نمازوں کے برابر افضل ہے۔"

۳- اور جماعۃ نے روایت کیا: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "صرف تین مساجد کی طرف زادِ سفر باندھو۔ مسجد الحرام، میری یہ مسجد اور مسجد الاقصیٰ۔"[۳]

۸- مساجد کو مزین کرنا:

۱- احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے روایت کا کی اور اسے ابن حبان نے صحیح کہا۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ لوگ مساجد پر فخر کرنے لگیں۔ ابن خزیمہ کے لفظ یہ ہیں۔ "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مساجد کے ساتھ فخر کریں گے۔[۴] پھر اسے بہت تھوڑا آباد کریں گے۔"

۲- اس کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اس کو صحیح بھی کہا میں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مجھے مساجد کو پختہ[۵] بنانے کا حکم نہیں دیا

---

[۱] سیوطی نے اس کو حسن کہا ہے۔ [۲] اللؤلؤ والمرجان (ج ۱/۴۱۴)

[۳] اللؤلؤ والمرجان (ج ۱/۸۸۲)

[۴] هتباهون: یعنی وہ باہم فخر کریں گے۔

[۵] یعنی ان کو ضرورت سے زائد اونچا نہ کیا جائے۔

گیا۔'' ابوداؤد نے یہ زیادہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اس کو اسی طرح مزّین کرو گے جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے مزین کیا۔[1]

۳- ابن خزیمہ نے اس کو روایت کیا اور صحیح کہا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد بنانے کا حکم دیا پھر فرمایا: میں لوگوں کو بارش سے چھپاتا لایا ہوں۔ اور اس سے بچو کہ اس کو سرخ یا زرد کرو کہ لوگوں کو فتنے[2] میں ڈال دو۔ (رواہ البخاری معلقاً)

مساجد کو صاف رکھنا اور خوشبو ملنا:

احمدؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہ اور ابن حبان نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے گھروں میں مساجد بنانے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ انہیں صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے اور ابوداؤد میں یہ لفظ ہیں۔'' کہ نبیؐ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم گھروں میں مساجد بنائیں اور ان کی بناوٹ اچھی کریں اور انہیں پاک رکھیں۔[3] اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے تو عبداللہؓ مسجد کو تجمیر کرتے۔''

۲- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' مجھ پر میری امت کے اجر پیش کئے گئے حتیٰ کہ اس تنکے کا (اجر) بھی جسے آدمی مسجد سے نکالے۔'' اور داؤد ترمذی نے اس کو صحیح کہا اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔

۱۰- ان کا بچاؤ:

مساجد عبادت کے گھر ہیں۔ واجب ہے کہ ان کو گندگیوں اور ناپسندیدہ بو سے بچایا جائے۔ مسلم سے نزدیک ہے کہ نبی ﷺ فرمایا: '' بلاشبہ یہ مسجد بول و براز کے لئے مناسب نہیں بلکہ یہ ذکر اللہ اور قرآن کی قرأت کے لئے ہیں۔'' اور احمد کے نزدیک صحیح سند سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' جب تم میں سے کوئی تھوکے تو

---

۱ اکن الناس من المطر: یعنی میں انہیں چھپاتا ہوں۔

۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۴۴۸)

۳ متفتن الناس: یعنی تم انہیں غافل کردو۔ ۴ صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۵۵)

اس کے چھپا دے۔ کہ کسی مومن کے جسم یا کپڑے کو لگ جائے تو اسے ایذاء دے۔''
اور احمد نے اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو دائیں جانب ہرگز نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے اللہ سے سرگوشی کر رہا ہے اور اپنے دائیں جانب بھی نہ تھوکے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتے ہیں۔ اسے چاہئے کہ بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک دے پھر اسے دفن کر دے۔''[1] ایک اور حدیث میں جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے لہسن' پیاز اور کراث[2] کھایا تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ جائے۔[3] کیونکہ جن چیزوں سے ابن آدم ایذا پاتا ہے فرشتے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! تم دو ایسے درختوں میں سے کھاتے ہو جن کو میں ناپسند سمجھتا ہوں۔' پیاز اور لہسن'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ انہوں نے ایک آدمی سے ان کی بو محسوس کی تو حکم دیا پھر اس بقیع کی طرف نکال دیا گیا۔ پس جو انہیں کھائے تو پکا کر ان کی بو کو ختم کر لے۔''

۱۱-(مسجد میں) گمشدہ چیز کا اعلان' بیع وشراء اور شعر کی کراہت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کو سنے کہ وہ گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کر رہا ہے تو اسے کہو اللہ تیری یہ چیز نہ لوٹائے کہ مساجد اس لئے تو نہیں بنائی گئیں۔[4]

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۸۰)

[2] ان چیزوں کو کھانا جائز تو ہے مگر جو اس کو کھائے اس کو لازم ہے کہ وہ مسجد سے اور لوگوں کے اجتماع سے دور رہے حتی کہ اس کی بو جاتی رہے۔ اور ناپسندیدہ بو بھی اس میں شامل ہے جیسے دھواں اور وغیرہ۔

[3] اللولؤ والمرجان (۳۳۱/۱)

[4] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ کوئی مسجد میں خرید یا فروخت کر رہا ہے اس کو کہو: ''اللہ تیری تجارت میں فائدہ نہ دے۔''[1] اس کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت سے شعر گانے سے اور گمشدہ چیز کا اعلان کرنے سے منع فرمایا اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو خمسہ نے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کہا ہے:

اور جس شعر سے روکا گیا ہے وہ' وہ اشعار ہیں۔ جو کسی مسلمان کی ہجو' ظالم کی مدح' فحاشی وغیرہ پر مشتمل ہوں۔ اور جو وہ اشعار ہیں جس میں اسلام کا حکم' اس کی مدح اور نیکی پر ترغیب دینا ہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حسانؓ کے پاس سے گذرے جبکہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے ان کو گھوڑا۔[2] تو انہوں نے کہا میں اس کو اس میں تب بھی پڑھا کرتا تھا جبکہ اس میں وہ تھے جو آپؓ سے بہتر تھے۔ پھر وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''میں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں''۔[3] کیا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا؟'' کہ میری طرف سے جواب دو اے اللہ اسے روح القدس[4] سے مدد دے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ (متفق علیہ)

۱۲- اس میں سوال کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: اصل تو یہ ہے کہ بلا ضرورت مسجد و غیر مسجد میں

۱۔ صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر (ج/۱۰۶۶) ۲۔ فلحظ الیہ: یعنی انہیں تیز نظروں سے دیکھا۔
۳۔ انشدک باللہ: یعنی آپؓ سے اللہ کے نام سے پوچھتا ہوں۔
۴۔ روح القدس: جبرئیل علیہ السلام۔
۵۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۵۳)

سوال کرنا حرام ہے۔ پھر اگر وہ ضرورت مند ہے اور مسجد میں سوال کرے۔ اور کسی کو ایذاء نہ دے جیسے گردنیں پھلانگنا۔ اور جو بات بیان کرے اس میں جھوٹ بھی نہ بولے نہ اس طرح اونچی آواز سے بات کہے کہ لوگوں کو تکلیف دے۔ اور نہ اس طرح کرے کہ۔ امام کے خطبہ کے دوران سوال کرے یا لوگ علم سن رہے ہوں اس میں مشغول ہوں۔ (جو ان شرائط سے سوال کرے) تب جائز ہے۔

۱۳۔ اس میں آواز بلند کرنا:

اس طرح آواز بلند کرنا حرام ہے جو نمازیوں کو تشویش ناک کرے اگرچہ قرأت قرآن سے ہی ہو۔ علم کو سیکھنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ لوگوں پر نکلے جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور قرأت میں ان کی آوازیں بلند تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک نمازی اپنے رب عزوجل سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے اس کو دیکھنا چاہئے کہ کیا سرگوشی کر رہا ہے اور تم میں سے تمہارا بعض بعض پر قرآن میں آواز بلند نہ کرے۔ اور حضرت ابوسعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ تو صحابہؓ کو سنا کہ وہ بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے۔ اس پر آپؐ نے پردہ ہٹایا اور فرمایا: سنو! تم میں سے ہر کوئی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے۔ ایک دوسرے کو ایذاء نہ دو۔ نہ ایک دوسرے پر قراۃ میں آوازیں بلند کرو۔'' (ابوداؤد' نسائی' بیہقی' حاکم) حاکم نے کہا کہ یہ شیخین پر شرط پر صحیح ہے۔

۱۴۔ مسجد میں بات کرنا:

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

مسجد میں جائز امور دینا وغیرہ پر جائز باتیں کی جا سکتی ہیں گو کہ اس میں ہنسنا وغیرہ بھی ہو۔ لیکن جب تک یہ مباح کی حد میں ہو۔ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ طلوع

سورج تک وہاں سے نہ اٹھتے۔ جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھ جاتے۔ اور کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین باتیں کرتے تھے اور جاہلیت کے امور کو ذکر کرتے اور ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرمایا کرتے۔ (مسلم)

۱۵- اس میں کھانا' پینا اور سونا جائز ہے:

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں قیلولہ کرتے تھے[1] اور ہم نوجوان تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ثابت ہے کہ اصحاب صفہ اور حضرت علیؓ صفوان بن امیہ نے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں سوتے تھے۔ اور ثمامہ بن اثال اسلام سے قبل مسجد میں رات گذارتے تھے۔ یہ سب احوال زمانہ نبوی ﷺ کے ہیں۔

امام شافعی نے ''الام'' میں فرمایا: جبکہ مشرک مسجد میں رات گذار سکتا ہے تو اسی طرح مسلمان بھی رات گذار سکتا ہے اور انہوں نے ''المختصر'' میں فرمایا کہ مسجد الحرام کے علاوہ مشرک ہر مسجد میں رات گذار سکتا ہے کوئی مضائقہ نہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن حارث نے فرمایا: کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھاتے تھے۔ رواہ ابن ماجہ بسند حسن۔

۱۶- انگلیوں کو ایک دوسری کے اندر داخل کرنا:

جب نماز کے لےء نکلا جائے تو انگلیوں کی تشبیک مکروہ ہے۔ اور تب بھی مکروہ ہے جبکہ مسجد میں نماز کے انتظار میں ہو۔ اس کے علاوہ مکروہ نہ ہے گو کہ مسجد میں ہو۔

حضرت کعبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھا کرے۔ پھر مسجد کی طرف قصد کئے ہوئے نکلے تو اپنی انگلیوں کو تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں

---

[1] نقیل فیہ یعنی ہم قیلولہ کے وقت سوتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تو ایک شخص مسجد کے وسط میں احتباء کئے ہوئے انگلیوں کو تشبیک کئے بیٹھا تھا اس کی انگلیاں ایک دوسری کے اوپر تھیں۔ آپ نے اسے اشارہ کیا لیکن وہ اس اشارے کو سمجھ نہ سکا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے متوجہ ہوئے۔ ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو ہرگز تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کی طرف سے ہے۔ اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں ہوتا ہے نماز میں ہی ہوتا ہے حتی کہ اس سے نکل جائے۔'' (احمد)

۱۲۔ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا:

امام اور اکیلے سب کے لئے جائز ہے کہ وہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھ لے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ''نبی ﷺ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کی۔'' حضرت سعید بن جبیر' ابراہیم التیمی' سوید بن غفلہ اپنی قوم کو دو ستونوں کے درمیان امامت کراتے تھے۔ رہے مقتدی تو جب وسعت ہو اس صورت میں اس کے درمیان نماز مکروہ ہے اس سبب سے کہ صفوں میں انقطاع آ جاتا ہے۔ لیکن جب کہ تنگی ہو تو مکروہ نہ ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''ہمیں ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے روکا جاتا تھا اور اس سے اور ہٹایا جاتا تھا۔[1] اس کو حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ اور حضرت معاویہ بن قرۃؓ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ''ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ستونوں کے درمیان صف بندی سے منع کیا جاتا اور سختی سے دور ہٹایا جاتا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا اس کی سند میں ایک شخص مجہول ہے۔ اور حضرت سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباسؓ اور حذیفہؓ کے واسطے سے اس متعلق نہی نقل کی ہے۔ ابن سید الناس نے کہا کہ وہ اس متعلق صحابہؓ میں سے کسی کو اس کا مخالف نہ جانتے تھے۔

1۔ صحیح سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (ج ۱/۸۲۱)

وہ مقامات جن میں نماز ممنوع ہے

درج ذیل مقامات میں نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے:

۱-قبرستان میں نماز [۱]

شیخین' احمد' اور نسائی کے نزدیک حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعن کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا۔''[۲] اور احمد اور مسلم کے نزدیک حضرت ابو مرثد غنوی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ قبور پر نہ نماز پڑھو نہ ان پر بیٹھو'' اور انہی دونوں (احمد و مسلم) کے ہاں حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ سے بھی مروی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ''جو تم سے پہلے لوگ تھے وہ اپنے انبیآء و صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ سنو! تم قبور کو مساجد نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک گرجے کا ذکر کیا جو حبشہ میں تھا اور اس کو ''قاریہ'' کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے ان صورتوں کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے وہاں دیکھی تھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی عبد صالح یا رجل صالح (کہا) فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا لیتے اور انہوں نے اس میں یہ

---

۱ قبر کو مسجد بنانے کی ممانعت اس خوف سے ہے کہ میت کی تعظیم میں مبالغہ ہو۔

۲ صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۳۵)

صورتیں تراشیں۔ یہی لوگ اللہ کے ہاں بدترین مخلوق ہیں۔''[1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ اللہ قبور پر پھرنے والیوں پر اور ان کو مساجد بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت کرے۔'' اکثر علماء نے اس نھی کی کراھت کو عموم پر محمول کیا خواہ مقبرہ نمازی کے آگے ہو یا پیچھے اور ظاہر یہ کہ نزدیک یہ نہی تحریم پر محمول ہے اور یہ کہ قبرستان میں نماز باطل[2] ہے۔ اور ''حنابلہ'' کا مذہب یہ ہے کہ جب تین یا زیادہ قبریں ہوں تو یہی حکم ہے لیکن اگر ایک یا دو قبریں ہوں تو جب قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھے تو کراہت کے ساتھ نماز درست ہے لیکن اگر ان کی جانب منہ نہیں ہے تو بلا کراھت جائز ہے۔

۲- یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا:

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے گرجے میں نماز پڑھی۔ شعبی' عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب کے عبادت خانے میں نماز پڑھ لیتے مگر اس میں نہ پڑھتے جس میں مورتیں[3] ہوتیں حضرت عمر کی طرف نجران کی جانب سے خط آیا کہ انہوں نے گرجے سے زیادہ عمدہ اور پاکیزہ جگہ کوئی نہیں پائی۔ جواباً انہوں نے لکھا کہ ''اس کو پانی اور بیری سے صاف کرواور اس میں نماز پڑھ لو۔'' اور جبکہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک دونوں میں مطلق کراھت کا قول ہے۔ (عبادت گاہ یہودیوں کی ہو یا عیسائیوں کی)

---

۱ صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۲۷)

۲ یہی بات ظاہر ہے کہ جس سے کسی حال میں ہٹنا ممکن نہیں۔ صحیح وصریح احادیث قبر کے پاس نماز کی حرمت میں منقول ہیں۔ قبر خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں حکم سب کا برابر ہے۔

۳ صحیح بخاری باب (۵۴) (۴۳۴)

۳-کوڑے کے ڈھیر پر' ذبح خانہ' عام گذرگاہ' اونٹوں کا باڑا' حمام اور بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا:

زید بن جبیر سے وہ داؤد بن حصن سے وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ ''کوڑے کے ڈھیر پر' ذبح خانہ میں' قبرستان میں' عام گذرگاہ میں' حمام میں' اونٹوں ک باڑے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔''[1]

ترمذی نے کہا اس کی سند قوی نہ ہے۔ ذبح خانہ اور کوڑے کے ڈھیر میں نماز سے ممانعت کی وجہ سے نجاست ہے۔ ان دونوں میں رکاوٹ سمیت اکثر علماء کے نزدیک نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور بغیر رکاوٹ کے حرام ہے۔ جبکہ احمد اور اھل ظاہر کے نزدیک رکاوٹ سے بھی نماز پڑھنا حرام ہے۔ اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اونٹوں کی تخلیق جنوں سے ہے۔ اس کے علاوہ بھی علتیں مذکور ہیں اور جو عام گذرگاہ پر نماز منع ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں لوگوں کا گذر زیادہ ہوتا ہے۔ اور شور وغل ہوتا ہے جو دل کو مشغول کرتا ہے اور خشوع کو ختم کرتا ہے۔ اور جو بیت اللہ کی چھت پر نماز کی کراھت ہے وہ اس لئے کہ پھر اس حال میں نمازی اس پر نماز پڑھے گا نہ کہ اس کی طرف منہ کرے۔ جو کہ حکم کے خلاف ہے۔ اسی لئے جمہور کے نزدیک وہاں نماز درست نہ ہے جبکہ احناف کا مذہب اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے کہا کہ نماز جائز تو ہے لیکن اس میں چونکہ تعظیم کا پہلو ترک ہے اس لئے مکروہ ہے اور جو حمام میں نماز مکروہ ہے وہ اس وجہ سے کہ وہ مقام نجاست ہے اور جو کراھت کا قول ہے وہ جمہور کا ہے جبکہ اس گندگی کو صاف کیا جائے۔ ورنہ احمد' ظاہریہ اور ابوثور کا قول تو یہ ہے کہ اس میں نماز درست ہی نہیں۔

۞۞۞

[1] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۷۴۶)

کعبہ میں نماز پڑھنا

کعبہ کے اندر نماز درست ہے فرض ''نفل میں فرق کے بغیر۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ اسامہ بن زیدؓ بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو (دربانوں نے) ان پر دروازہ بند کر دیا۔ پھر جب انہوں نے کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا میں نے بلالؓ سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی؟'' دائیں جانب والے دونوں ستونوں کے درمیان۔'' (احمد و شیخین)

نمازی کے آگے سترہ

۱- اس کا حکم:

نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھ لے جو اس کے آگے سے گذرنے سے مانع ہو اور نظر کو اس سے پیچھے جانے سے روکے جیسا کہ حضرت ابو سعیدؓ کی حدیث ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اسے چاہئے کہ اپنے آگے سترہ رکھے اور اس کے قریب ہو۔''[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلتے حکم دیتے اور آپؐ کے سامنے برچھی گاڑ دی جاتی۔ پھر آپؐ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے لوگ آپؐ کے پیچھے ہوتے۔ اور آپ ﷺ سفر میں بھی اس طرح کرتے۔ پھر

---

۱ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۶۹۵)

آپؐ کے بعد (مسلمانوں کے) امراء نے یہ عمل اختیار کر لیا۔(بخاری' مسلم' ابوداؤد)۔جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کا خیال یہ ہے کہ سترہ رکھنا تب مستحب ہے جبکہ نمازی کو کسی کے سامنے سے گذرنے کا خوف ہو لیکن جب کسی کے سامنے سے گذرنے سے امن ہو۔تب مستحب نہ ہے جیسے حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے کھلی جگہ نماز ادا کی جبکہ آپ ﷺ کے آگے کچھ نہ تھا۔[1] اور اس کو بیہقی نے بھی روایت کیا اور کہا کہ اس روایت کا ایک اور شاھد بھی فضل بن عباسؓ سے مروی ہے جس کی سند اس سے زیادہ صحیح ہے۔

۲-کس چیز سے (سترہ) محقق ہے:

جو بھی چیز ہو جس کو نمازی اپنے سامنے گاڑ لے وہ سترہ ثابت ہو گی گو کہ وہ بچھنے والی چیز ہو۔جیسا کہ جبرہ بن معبد سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنی نماز کے لئے سترہ بنالے اگر تیر سے ہی ہو۔(احمد' حاکم)

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے۔ہیثمی نے کہا کہ احمد کے رجال بھی صحیح ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو سامنے کچھ رکھ لے اگر کچھ نہ ملے تو لاٹھی (ہی) گاڑ لے۔اگر اس کے پاس لاٹھی بھی نہ ہو تو ایک خط ہی کھینچ لے پھر جو اس کے آگے سے گذرے گا وہ اسے کچھ نقصان نہ دے گا۔''(احمد' ابوداؤد' ابن حبان)

اور ابن حبان نے بھی احمد اور ابن مدینی کی طرح اس کو صحیح کہا۔

اور امام بیہقی نے فرمایا کہ اس حکم کے متعلق ان شاء اللہ اس حدیث میں کوئی حرج نہیں۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے مسجد میں موجود ستون کی طرف نماز پڑھی اور درخت کی طرف نماز پڑھی اور چارپائی کی طرف' جس پر

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۱۸)

حضرت عائشہ لیٹی[1] ہوئیں تھیں۔ نماز ادا فرمائی اور انہوں نے سواری کی طرف منہ کر کے بھی نماز پڑھی جیسا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حضرت طلحہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نماز پڑھتے تھے لیکن جانور ہمارے آگے سے گذرتے تھے اس بات کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "پالان کی پچھلی لکڑی[2] جب تم میں سے کسی کے آگے ہوتی ہے تو جو اس پر سے گذرے اسے کچھ نقصان نہ دے گا۔ (احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳- امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے:

امام ہی کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی معتبر ہوگا۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثنية الاذاخر[3] سے اترے۔ تو نماز کا وقت ہو گیا آپؐ نے ایک دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی آپؐ نے اس کو قبلہ کی جانب کیا اور ہم ان کے پیچھے تھے۔ پھر ایک بھیڑ[4] آئی اور ان کے آگے سے گذرنے لگی تو آپؐ اس کو ہٹاتے رہے۔[5] حتی کہ اس کا پیٹ دیوار کے ساتھ جا لگا اور وہ اس کے پیچھے سے گذر گئی۔[6] حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں ایک گدھی پر آیا جب کہ میں قریب البلوغت[7] تھا۔ اور نبی ﷺ لوگوں کو منیٰ کے مقام پر نماز پڑھا رہے تھے۔ میں بعض صف کے آگے سے گذرتا ہوا آیا جبکہ میں گدھی کو چرتے چھوڑا اور میں صف میں شامل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔ (رواہ الجماعۃ) ان احادیث میں دلالت ہے کہ مقتدی کے آگے سے گذرنا جائز ہے۔ اور سترہ امام و منفرد سب کے لئے مشروع ہے۔

---

[1] اس سے سونے والے کی طرف نماز پڑھنے کا جواز لیا جاتا ہے۔ اور جو سونے والے اور باتیں کرنے والے کی طرف نماز کی ممانعت مذکور ہے وہ صحیح نہ ہے۔

[2] موخرۃ: اول کی ضمہ اور ہ خآء کی کسرہ اور فتحہ سے۔ مراد وہ لکڑی جو پالان کے پیچھے ہوتی ہے۔

[3] الثنیہ: اونچا راستہ: اذاخر: مکہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ [4] بھیڑ کا بچہ:

[5] یدارئھا: اسے دھکے دیتے رہے۔ [6] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۷۰۸)

[7] ناھزت الاحتلام: یعنی بلوغت کے قریب تھا۔

۴-اس کے قریب ہونا مستحب ہے:

امام بغویؒ نے فرمایا: اھل علم نے مستحب جانا ہے کہ سترہ سے اس قدر قریب ہوا جائے کہ سجدہ ادا کیا جا سکے۔ اور صفوں کے فاصلہ میں بھی اسی طرح اور گذشتہ حدیث میں ہے: ''کہ اس کے قریب ہو'' اور حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دیوار کی جانب نماز پڑھی اور ان کے اور دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔'' (احمد' نسائی) بخاری نے بھی تقریباً انہی معنی سے (روایت کیا)۔ اور حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ کے درمیان بکری کے گزرنے جتنا فاصلہ ہوتا۔[1]

۵-نمازی اور اس کے سترے کے آگے سے گذرنا حرام ہے:

کئی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نمازی اور اس کے سترے کے آگے سے گزرنا حرام ہے۔ اور اس کو کبیرہ گناہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت بسر بن سعید سے روایت ہے کہ کہتے ہیں: کہ انہیں زید بن خالد نے ابوجہیم کی طرف بھیجا وہ ان سے پوچھتے تھے کہ تو نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ ابوجہیم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا (سزا یا گناہ ہے) تو چالیس خریف ٹھہرنا اس کے لئے اس سے بہتر ہوتا کہ وہ نمازی کے آگے سے گذرتا۔[2] رواہ الجماعۃ۔

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۹۶)

[2] ابوالنصر نے بسرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن کہا یا چالیس مہینے یا سال۔ اور ''فتح'' میں ہے: حدیث کا ظاہر اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنا مطلقاً منع ہے اگرچہ گذرنے کا اور کوئی راستہ نہ ہو۔ بلکہ وہ نمازی کے نماز سے فارغ ہونے تک ٹھہرا رہے گا۔ اور حضرت ابو سعیدؓ کا آئندہ والا واقعہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ نمازی ک آگے سے گذرنے والا اگر وہ گناہ کی مقدار جان لے جو نمازی کے آگے سے گذرنے کی وجہ سے اسے ملتا ہے تو وہ مدت مذکورہ تک ٹھہرا رہنا پسند کرے۔ حتی کہ اسے یہ گناہ نہ ملتا۔ اللؤلؤ والمرجان (۲۸۴/۱)

حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے؟ تو چالیس خریف ٹھہرنا اس کے لئے اس سے بہتر ہوتا کہ وہ اس کے آگے سے گذرتا۔" بزار نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ابن قیم نے فرمایا: ابن حبان وغیرہ کا قول ہے کہ: اس حدیث میں جس گذرنے کی تحریم مذکور ہے وہ تب ہے جبکہ کوئی شخص سترے کی طرف نماز پڑھ رہا ہو لیکن اگر وہ سترے کی طرف نماز نہیں پڑھا رہا تو اس کے آگے سے گذرنا حرام نہیں۔ اور ابو حاتم[1] نے اس پر اس روایت سے دلیل لی ہے جسے انہوں نے اپنی صحیح میں مطلب بن ابو وداعہ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ اپنے طواف سے فارغ ہوئے تو جائے طواف کے کنارہ پر آئے۔ اور دو رکعت ادا کیں اور ان کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی۔ ابو حاتمؒ نے فرمایا اس حدیث میں دلیل جواز ہے کہ جب نمازی غیر سترہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گذرنا جائز ہے اس میں واضح دلیل ہے کہ جو سختی نمازی کے آگے سے گذرنے والا پر مذکور ہے میرے خیال میں وہ اس نمازی سے متعلق ہے جو سترے کی طرف نماز پڑھ رہا ہو نہ کہ اس کے متعلق جو بغیر سترے کے جس سے وہ پردہ کرے۔ نماز پڑھ رہا ہو۔

ابو حاتم نے کہا: آپ نے یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اس نماز میں نبی ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا۔ پھر انہوں نے حضرت مطلب کی روایت ذکر کی وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپؐ نے حجر اسود کے سامنے نماز

---

[1] ابو حاتم: وہ ابن حبان ہیں۔

[2] اقتلوا الاسودین: سانپ اور بچھو پر اسودین کا لفظ تغلیباً بولا گیا ہے اصل میں اسود سانپ کو ہی کہا جاتا ہے۔

[3] صحیح سنن ابوداؤد (ج۱/۸۱۴)

پڑھی جبکہ مرد اور عورتیں آپؐ کے سامنے سے گزرتے رہے۔ آپؐ کے اوران کے درمیان کوئی سترہ نہ تھا الروضۃ (الندیہ از مترجم) میں ہے کہ اگر آدمی بغیر سترہ کے نماز پڑھے یا سترہ تو تھا لیکن اس سے دور تھا تو صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس کی کوتاہی پر کوئی رافع نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں اس کے آگے سے گزرنا بھی حرام نہ ہوگا۔ لیکن ایسا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

۶- نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو ہٹانا مشروع ہے:

جب نمازی نے سترہ رکھا ہو۔ تو اس کے لئے مشروع ہے کہ اپنے آگے سے گذرنے والے کو دور کرے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ لیکن اگر گزرنا سترے سے باہر کی جانب ہو تو ہٹانا مشروع نہیں نہ ہی ایسا گذرنا اس کو نقصان دے گا۔ حضرت حمید بن ہلال سے روایت ہے کہتے ہیں: کہ میں اور میرا ایک ساتھی ہم ایک حدیث کا باہم ذکر کر رہے تھے کہ ابو صالح استمان نے کہا: میں تمہیں وہ بیان کرتا ہوں جو میں نے ابوسعید سے سنا ہے۔ اور اس سے دیکھا بھی ہے۔ کہتے ہیں میں ابوسعیدؓ کے ساتھ تھا اور ہم اس سترے کی طرف نماز جمعہ ادا کر رہے تھے جو انہیں لوگوں سے چھپائے ہوئے تھا۔ اس وقت بنی ابی معیط کا ایک نوجوان داخل ہوا۔ اس نے چاہا کہ وہ حضرت ابوسعیدؓ کے آگے سے گذر جائے تو حضرتؓ نے اسے سینے میں دھکا دیا۔ اس نے دیکھا لیکن کوئی جگہ[1] نہ پائی مگر صرف ابوسعیدؓ کے آگے سے۔ وہ دوبارہ آگے سے گذرنے لگا پھر حضرت ابوسعید نے اسے پہلے سے بھی زیادہ دھکا دیا۔ وہ کھڑا ہوگیا اور ابوسعیدؓ کو برا بھلا کہنے لگا۔ پھر لوگوں کی بھیڑ ہوگئی۔ وہ نوجوان مروان کے پاس گیا اور جو کچھ ہوا اس کی شکایت کی۔ اور حضرت ابوسعیدؓ بھی مروان کے پاس گئے۔ مروان نے کہا کہ تجھے اور تیرے بھتیجے کو کیا ہے؟ کہ یہ تیری شکایت کرنے آیا ہے۔

---

[1] فلم یجد مساغا. اس نے گذرنے کی جگہ نہ پائی۔

[2] ان نے معارضے کی وجہ سے وہ گالیاں دینے لگا۔

حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا: کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جب تم میں سے کوئی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھ رہا ہو جو اسے لوگوں سے چھپائے پھر کوئی اس کے آگے سے گذرنا چاہے تو وہ اسے دھکا دے اگر وہ پھر انکار کرے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔[1]

۷-نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی:

حضرت علیؓ، عثمانؓ، ابن مسیب، شعبی، مالک شافعی، سفیان ثوری اور احناف اس طرف گئے ہیں کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ابوالوداک سے ہے: کہتے ہیں کہ ابوسعیدؓ کے سامنے سے کوئی قریشی نوجوان گذرا۔ جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اسے دھکا دیا۔ وہ پھر گذرنے لگا انہوں نے پھر دھکا دیا۔ وہ تیسری دفعہ پھر گذرنے لگا انہوں نے پھر دھکا دیا۔ پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس قدر طاقت ہو اس کو روکو وہ شیطان ہے۔''

۞۞۞

---

[1] مختصر بخاری للذہبی (۳۲۰)

نماز میں کیا مباح ہے

درج ذیل امور نماز میں جائز ہیں۔

۱۔ نماز میں رونا، نرم دل ہونا، سسکیاں لینا جائز ہے۔ خواہ اللہ کے خوف سے ہو یا اور وجہ سے جیسے غم و پریشانی سے جب تک کہ اس پر اس طرح غم کا غلبہ ہو جس کو ہٹانا ممکن نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ کریم کا فرمان ہے ''جب ان پر رحم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں۔''

آیت نمازی و غیر نمازی سب کو شامل ہیں حضرت عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کے سینے میں ہنڈیا کی طرح آواز تھی رونے کی وجہ سے[۱][۲]۔

ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بدر والے دن ہم میں مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی گھوڑا سوار نہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کو قیام کرنے والا نہ تھا۔ وہ درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے حتی کہ صبح ہو گئی۔ (ابن حبان)۔ اور حضرت عائشہؓ سے اس حدیث میں مروی ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا ذکر فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔'' حضرت عائشہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ! ابو بکرؓ بڑے نرم دل ہیں وہ اپنے آنسوؤں پر اختیار

۱۔ یعنی رونے کی وجہ سے آپ کا سینہ خوف خدا سے اس طرح جوش مارتا جیسے ھنڈیا میں پانی جوش مارتا ہے۔
۲۔ صحیح سنن ابوداؤد (ا ج/ ۷۹۹)

نہیں رکھتے۔ اور وہ جب قرآن پڑھتے تھے تو رونے لگتے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے یہ بات اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ لوگ ابو بکرؓ کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔[۱] اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جگہ سب سے پہلے کھڑے ہونے والے ہوں۔ پھر فرمایا: "ابو بکرؓ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف علیہ السلام کے ساتھ والیاں ہو۔[۲] اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ ہی کی امامت کا ارادہ کرنا جبکہ انہیں بتایا بھی گیا تھا کہ جب وہ قرأت کرتے ہیں تو ان پر رونے کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کے جواز پر دلیل ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھی اس میں سورۃ یوسف کی تلاوت کی حتی کہ جب اس آیت پر پہنچے۔ انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ. تو ان کے رونے کی آواز سنی گئی۔[۳] (بخاری' سعید بن منصور' ابن منذر) اور حضرت عمرؓ کے رونے میں آواز بلند کرنے میں اس قول والوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نماز میں رونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر اس سے دو حرف بھی نکلیں وہ اللہ کے ڈر سے ہو یا نہ ہو۔ ان کا یہ جو کہنا ہے کہ "رونے کے اگر دو حرف بھی نکلیں" یہ بات ماننے والی نہیں۔ کیونکہ رونا اور چیز ہے جبکہ کلام چیزے دیگر ہے۔

۲- بوقت ضرورت متوجہ ہونا:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوران نماز

---

۱ یعنی لوگ انہیں منحوس سمجھیں اور ان سے اس طرح اجتناب کریں جیسے کہ وہ گناہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

۲ یعنی عائشہؓ تو بھی یوسفؑ کی صاحبہ کی طرح ہے کہ تو نے اس کے خلاف ظاہر کیا ہے جو باطن میں ہے۔ جیسے یوسف کی صاحبہ نے عورتوں کو بلایا اور ظہر کیا کہ وہ ضیافت سے ان کا اکرام کرنا چاہتی ہے جبکہ حقیقت میں وہ انہیں یوسفؑ کا جمال دکھانا چاہتی تھی تا کہ وہ اسے اس کی محبت کے متعلق معذور جانیں اسی طرح انہوں نے ظاہر یہ کیا کہ ان سے اس لئے امامت پھر رہی ہیں کہ وہ رونے کی وجہ سے مقتدیوں کو آواز نہ سنا سکیں گے جبکہ حقیقی مراد یہ تھی کہ لوگ انہیں نحوست کا سبب نہ سمجھیں۔

۳ النشیج: رونے سے آواز بلند ہونا۔

دائیں بائیں متوجہ ہو جاتے تھے لیکن پیچھے کی جانب اپنی گردن نہ موڑتے تھے۔(احمد)۔ ابوداؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور شعب کی طرف توجہ کر رہے تھے۔ ابوداؤد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے شعب کی طرف رات کو اک گھڑ سوار بھیجا تھا۔ جو نگرانی کرتا تھا۔ اور حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کسی چیز کی طرف اسے دیکھنے کے لئے جھانک[1] رہے ہیں جبکہ وہ بحالت نماز تھے۔(احمد) اور اگر بلاوجہ کسی چیز کی طرف توجہ کی جائے تو وہ مکروہ تنزہی ہے۔ کیونکہ یہ خشوع اور اقبال علی اللہ کے منافی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کی حالت میں متوجہ ہونے کے متعلق پوچھا تو فرمایا ''وہ تو اچکنا ہے۔ جسے شیطان بندے کی[2] نماز سے اچک لیتا ہے۔(احمد' بخاری' نسائی' ابوداؤد) حضرت ابوالدرداءؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ''اے لوگو! (بلاوجہ) متوجہ ہونے سے بچو! بلاوجہ متوجہ ہونے والے کی نماز نہیں اگر نفل میں تم پر غلبہ ہو تو فرائض میں ہرگز ر مغلوب نہ ہونا۔ (احمد) حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں ادھر ادھر توجہ کرنے سے بچو! نماز میں ادھر ادھر توجہ کرنا ہلاکت ہے۔ اگر بہت ضروری ہو تو نفل میں کر و فرض میں نہیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ اور حارث الاشعری کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ نے یحیٰ بن زکریا علیہما وعلی نبینا السلام کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ''بلاشبہ اللہ نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ

---

[1] هستشرف لسنی: یعنی اس کی طرف نظر اٹھا رہے ہیں۔

[2] الاختلاس: جلدی سے کچھ لے لینا: یعنی اور طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے شیطان نماز میں سے اچک لیتا ہے۔

کرو۔ کیونکہ اللہ کریم اپنے چہرے کو اپنے بندے کے چہرے کی طرف رکھتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو۔[1]

اور حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی نماز کے دوران اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو جب وہ ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ بھی اس سے اپنا چہرہ پھیر لیتا ہے۔'' (احمد' ابوداؤد) ابوداؤد نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ اس التفات سے چہرے کا التفات مراد ہے۔ اور رہا پورے جسم کا التفات اور پھر جانا تو اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو استقبال واجب تھا اس میں خلل آ جاتا ہے۔

۳۔ سانپ' بچھو' بھڑ اور اس کے علاوہ جو چیزیں تکلیف دیں ان کا قتل کرنا اگرچہ اس میں عمل کثیر بھی کرنا پڑے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں دو سیاہ چیزوں[2] کو قتل کردو۔ سانپ اور بچھو۔[3]

۴۔ بوقت ضرورت تھوڑا سا چلنا:

حضرت عائشہ سے مروی ہے فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا۔ میں آئی اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ آپؐ چلے پھر میرے لئے دروازہ کھولا پھر اپنی نماز کی جگہ پر آ گئے اور انہوں نے بیان کیا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی' ترمذی)

---

[1] صحیح ترغیب الترہیب (ج۱/۵۵۵)

[2] اقتلوا الاسودین: سانپ اور بچھو پر اسودین کا لفظ تغلیباً بولا گیا ہے۔ اصل میں اسود سانپ کو ہی کہا جاتا ہے۔

[3] صحیح سنن ابوداؤد (ج۱/۸۱۴)

ترمذی نے حسن کہا: اور جو فرمایا کہ دروازہ قبلہ میں تھا مراد یہ ہے کہ قبلہ کی طرف تھا۔ اس لئے جب وہ دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھے اور جب اپنی جگہ لوٹے تو قبلہ سے پھرے نہیں تھے اور اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ پھر کوئی شخص دروازہ کھلوانا چاہتا تو آپؐ دروازہ کھول دیتے۔ جب تک کہ دروازہ قبلہ کی جانب یا دائیں یا بائیں ہوتا[1] اور وہ قبلہ کی جانب پشت نہ کرتے تھے۔ (دارقطنی) حضرت ازرق بن قیس سے روایت ہے کہتے ہیں: کہ ابو برزہ اسلمی اھُوَاز[2] میں ایک نہر کے کنارے تھے اور انہوں نے نکیل (والی رسی) اپنے ہاتھ میں رکھی تھی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جانور واپس ہونے[3] لگا۔ اور وہ بھی اس کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے۔ خوارج کے ایک آدمی نے کہا: اللہ اس بوڑھے کو رسوا کر یہ کیسے نماز پڑھ رہا ہے؟ کہتے ہیں جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ، سات یا آٹھ غزوے کئے اور میں ان کے حکم اور آسانی کے وقت حاضر رہا۔ میرے جانور کے ساتھ میرا بھی لوٹنا مجھے اس سے آسان تھا کہ میں اس کو چھوڑ دیتا تو وہ اپنے چارے کی جگہ لوٹ جاتا[4] پھر مجھے مشقت ہوتی۔ اور ابو برزہؓ نے عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔[5]

رہا نماز میں زیادہ چلنا تو اس کے متعلق ''الحافظ'' نے ''الفتح'' میں کہا: علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں زیادہ چلنا اس کو باطل کر دیتا ہے۔ تو ابو برزہؓ کی حدیث عمل قلیل پر محمول ہوگی۔

---

1. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۲۲)
2. الاھواز۔ عراق کا ایک شہر۔
3. تنکص: یعنی لوٹ جاتی۔
4. متنزع: یعنی جس جگہ اس نے چارہ کھایا اس جگہ کی طرف دوبارہ چلی جاتی۔
5. یعنی سفر کے لئے۔

۵-نمازی کا بچے کو اٹھانا اور اپنے ساتھ لگانا:

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور امام بنت زینب[1] بنت النبی ﷺ آپؐ کی گردن پر تھیں۔ جب رکوع کرتے۔ تو اس کو رکھ دیتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو پھر دوبارہ گردن پر اٹھا لیتے۔[2] عامر نے کہا اور میں نے سوال نہیں کیا کہ وہ کونسی نماز تھی؟ ابن جریج نے کہا: زید بن ابی عتاب سے بیان کیا گیا وہ عمرو بن سلیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ کہا ابو عبدالرحمٰن[3] نے انہوں نے اس کو عمدہ کہا: یعنی اپنی جریج نے اس حدیث کی سند کو عمدہ کہا۔ جس میں نماز صبح کا ذکر ہے۔ اس کو احمد نسائی وغیرہ نے روایت کیا۔ فاکھانی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے امامہؓ کو جو اٹھایا تو اس میں یہ راز تھا تا کہ عرب جو بیٹیوں سے کراھت محسوس کرتے اور انہیں ناپسند کرتے تھے۔ اس کی مخالفت ہو جائے کہ ان کی شفقت میں مبالغہ کرتے ہوئے نماز میں بھی اٹھا لیا۔ اور بالفعل وضاحت کرنا بالقول وضاحت سے زیادہ قوی تر ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر نکلے شام کی نمازوں میں سے ایک کے لئے وہ ظہر تھی یا عصر تھی اور وہ حسنؓ یا حسینؓ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ آگے بڑھے۔ انہیں پاس بٹھایا پھر نماز کے لئے تکبیر کہی پھر نماز پڑھی۔ اور نماز کے دوران ایک لمبا سجدہ کیا' راوی فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھایا تو بچہ رسول اللہ ﷺ کی کمر پر ہی تھا اور وہ سجدے کی حالت میں تھے۔ میں پھر سجدے میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز مکمل کر چکے تو ان سے لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپؐ نے دورانِ نماز ایک لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ ہم نے سوچا کوئی نیا معاملہ

---

[1] جو امامہ ابو العاص بن ربیع کی بیٹی تھیں۔

[2] اس سے حضرت عبداللہ بن امام احمد مراد ہیں۔

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۱۹)

پیش آ گیا ہے۔یا وحی اتر رہی ہے؟ فرمایا: یہ سب کچھ تو نہیں تھا۔لیکن میرا یہ بیٹا میری کمر پر تھا تو میں نے ناپسند کیا کہ اس کو جلدی میں ڈالوں حتیٰ کہ یہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔''[1]

امام نووی نے فرمایا کہ:

یہ حدیث شافعیؒ اور ان کے موافق لوگوں کے مذہب پر دلیل ہے۔ کہ انہوں نے بچے یا بچی وغیرہ پاک جانور کو نماز میں اٹھانا جائز قرار دیا ہے نماز خواہ فرض ہو یا نفل۔ اور امام اور مقتدی ہر دو کے لئے جائز ہے اور اصحابِ مالک رحمہ اللہ نے اس کو نفل نماز پر محمول کیا ہے اور فرض میں اس کا جواز ممنوع قرار دیا ہے۔ جبکہ پہلے گذر چکا ہے کہ وہ فریضہ صبح تھا۔ فرمایا: اور بعض مالکیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اور بعض نے یہ کہا کہ ایسا کرنا بوقت ضرورت تھا۔ بل (حقیقت یہ ہے کہ) حدیثِ صریح اس کے جواز پر دلیل ہے جبکہ اس میں شرعی قواعد کی مخالفت بھی کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ آدمی خود پاک ہے اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس سے بھی درگذر کیا گیا کیونکہ وہ تو معدہ کے اندر ہے۔ اور بچوں کے کپڑے بھی طہارت پر محمول کئے جاتے ہیں۔ اور دلائل شرع اس پر ظاہر ہیں۔ اور نماز میں ایسے کام کرنا جو معمولی اور مترفق ہوں اسے باطل نہیں کرتے۔ اور نبی ﷺ نے اس کا جواز بیان کرتے ہوئے ایسا کیا اور ان قواعد پر تنبیہ کرتے ہوئے جن کو میں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس دعوے کا بھی رد کرتا ہے جو امام ابوسلیمان الخطابی نے کہا کہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں ارادتاً نہیں اٹھایا بلکہ وہ چونکہ ان کے ساتھ ہی تھیں خود اٹھایا نہیں تھا پھر جب وہ کھڑے ہوئے تو وہ انہیں کے ساتھ لگی رہیں۔ اور یہ بھی کہا یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ نے دوسری دفعہ اسے عمداً اٹھایا ہو کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ جو دل کو مشغول کرتا ہے اور جب خمیصہ کی (تصاویر) نشانات نے

---

[1] سنن نسائی حدیث نمبر (۱۱۴۲)

انہیں مشغول کر دیا تو یہ عمل بھلا کیسے نہ کرتا؟ یہ خطابی رحمہ اللہ کا قول ہے جو محض دعویٰ ہے جو باطل ہے۔ اور صحیح مسلم کا قول بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ ''پھر جب کھڑے ہوئے تو انہیں اٹھالیا۔'' اور یہ فرمان بھی کہ: ''جب سجدے سے فارغ ہوئے تو اس کو دوبارہ اٹھالیا۔ اور مسلم کے علاوہ ایک روایت میں جو یہ فرمان ہے کہ وہ ہم پر نکلے جبکہ امامہؓ کو اٹھائے ہوئے تھے پھر نماز پڑھی۔ فذکر الحدیث رہا۔ خمیصہ والا قصہ تو وہ اس لئے کہ وہ بغیر فائدے کے دل کو مشغول رکھتا ہے۔ جبکہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ امامہ کو اٹھانا انہیں مشغول کرتا تھا۔ اور اگر مشغول کیا بھی ہو تو اس سے کوئی فوائد مرتب ہو سکتے ہیں اور ان قواعد کو بیان کرنا مقصود ہو سکتا ہے جو ہم نے ذکر کئے اور اس کے علاوہ بھی فوائد: اس مشغولیت کی بنیاد یہی فوائد ہو سکتے ہیں خمیصہ میں ایسا نہیں ہے۔ پس درست موقف یہی ہے جس سے ہٹا نہیں جا سکتا کہ حدیث اس کے جواز پر اور ان فوائد (مذکورہ) کے بیان وتنبیہ پر دلالت کرتی ہے۔ پس وہ ہمارے لئے جائز ہے اور قیامت تک مسلمانوں کے لئے مشروع ہے۔ واللہ اعلم۔

٦-نمازی کو سلام کرنا: اس سے مخاطب ہونا اور اس کو جائز ہے کہ سلام کرنے والے یا مخاطب ہونے والے کو اشارے سے جواب دے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے بھیجا جبکہ وہ بنی المصطلق کی جانب جانے والے تھے۔ پس میں جب ان کے پاس آیا تو وہ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر میں نے ان سے بات کی انہوں نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ میں نے پھر بات کی تو آپ نے ہاتھ سے اس طرح کہا (اشارہ کیا) میں نے سنا کہ وہ قرأت کر رہے تھے اور سر سے اشارہ کر رہے تھے۔ پھر جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا:

''جس کام میں نے تمہیں بھیجا تھا اس کا کیا کیا۔ تیری بات کا جواب

دینے سے صرف یہی مانع ہوا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔[1]

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحیبؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے سلام کیا تو آپؐ نے اشارے سے جواب دیا۔ اور فرمایا: میں نہیں جانتا مگر انہوں نے یہی کہا تھا کہ انگلی سے اشارہ کیا: نبی ﷺ کو جب مسلمان نماز کے دورانِ سلام کرے تو وہ کیسے ان کو جواب دیتے؟ کہا وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے: احمدؒ اصحاب سنن، ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دوران نماز ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔[2] اس شارے میں برابر ہے کہ صرف انگلی سے اشارہ کر لے یا انگلیوں سمیت سارے ہاتھ سے کر لے یا سر سے اشارہ کر لے اس متعلق سب کچھ نبی ﷺ سے وارد ہوا ہے۔

۷- سبحان اللہ کہنا اور تالی بجانا:

جب ان امور میں سے کوئی امر پیش آ جائے تو مردوں کے لئے سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کے لئے تالی بجانا جائز ہے۔ (جیسے) جب امام غلطی کرے تو اسے متنبہ کرنا، یا داخل ہونے والے کو اجازت دینا یا نابینا کو راہ بتانا وغیرہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جس کو نماز میں کوئی امر پیش آ جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ سبحان اللہ کہے۔ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے اور سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے۔[3]

۸- امام کو کچھ بتانا:

جب امام بھول جائے تو مقتدی اس کو یاد دلائے گا جو آیت بھولی اس کا ذکر کرے گا۔ خواہ قدر واجب پڑھی ہو یا نہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے

---

۱ سنن ابوداؤد ابوداؤد حدیث نمبر (۹۲۶) ۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۹۲۷-۹۲۶)

۳ اللولؤ والمرجان (۱/ج) (۲۴۴)

ایک نماز پڑھائی اس میں قرأت کی تو آپ پر مشابہ ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے والد (عمرؓ) سے کہا: ''کیا تو ہمارے ساتھ (نماز میں) حاضر تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا پھر تجھے کیا مانع ہوا کہ تو مجھ پر وضاحت کرتا؟ ابوداؤد وغیرہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا یا جب کوئی نعمت نئی ملے:[۱]

حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ مجھے چھینک آئی تو میں نے کہا: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بہت زیادہ تعریف پاکیزہ اور جس میں برکت کی گئی ہو۔ جیسے ہمارا رب چاہے اور راضی ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: ''نماز میں بات کرنے والا کون تھا؟ تو کوئی نہ بولا۔ آپؐ نے دوبارہ یہی فرمایا تب بھی کوئی نہ بولا۔ پھر تیسری دفعہ فرمایا: تو رفاعہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ تیس سے زیادہ فرشتے اس کے لئے جلدی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون اس کو لے کر چڑھے۔[۲] بخاری نے اور الفاظ سے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ عذر کی وجہ سے نمازی کے عمامے یا کپڑے پر سجدہ کرنا:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ اس کے بچے ہوئے حصے سے زمین کی گرمی اور ٹھنڈک سے بچ رہے تھے۔ رواہ احمد بسند صحیح۔ اگر بغیر عذر کے ہو تو مکروہ ہے۔

۱۱۔ دیگر اعمال جو نماز میں جائز ہیں ان کا خلاصہ:

ابن القیم نے کچھ ان اعمال کا خلاصہ بیان کیا جو نبی ﷺ دورانِ نماز کر لیا کرتے

---

۱ رہا جمائی کو دبانا تو وہ مستحب ہے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز جمائی آئے تو جہاں تک طاقت ہو اسے دبائے: اور ''تھا'' نہ کہے یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ اس سے ہنستا ہے۔

۲ صحیح سنن نسائی حدیث نمبر (۱۰۶۳)

تھے۔ فرمایا: نبی ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہؓ ان کے اور قبلہ کے درمیان چوڑائی میں لیٹی ہوتیں۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو ان کے پاؤں کو چھوتے تو وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیتیں۔ پھر جب آپؐ کھڑے ہو جاتے تو وہ پھر پھیلا لیتے۔ اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیطان آ گیا تا کہ ان کی نماز کو خراب کر دے پس آپؐ نے اس کو پکڑ کر گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ اس کا لعاب آپؐ کے ہاتھ پر بہہ پڑا۔ اور نبی ﷺ منبر پر بھی[1] نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور اسی پر رکوع کرتے جب سجدہ آتا تو الٹے پاؤں منبر سے اترتے پھر زمین پر سجدہ کرتے پھر اس پر چڑھ جاتے۔ اور آپؐ ایک دیوار کی طرف نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک بھیڑ کا بچہ آیا جو آپؐ کے آگے سے گذرنے لگا تو آپؐ سے اس کو ہٹاتے۔[2] رہے حتیٰ کہ اس کا پیٹ دیوار سے چمٹ گیا۔ اور وہ اس کے پیچھے سے گذر گئی۔ اور وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس بنو عبدالمطلب کی دو بچیاں لڑتی ہوئی آئیں۔ آپؐ نے ان میں سے ایک کے ہاتھ کو پکڑا اور ان دونوں کو جدا کر دیا جبکہ آپؐ نماز میں ہی تھے۔ اس متعلق احمد کے لفظ یہ ہیں کہ: ان دونوں نے آپؐ کے گھٹنے پکڑ رکھے تھے۔ پس آپ نے ان کو جدا کر دیا اور سلام نہیں پھیرا۔ اور آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک لڑکا گذرنے لگا تو آپؐ نے اس کو ہاتھ سے اس طرح کہا۔[3] تو وہ لوٹ گیا۔ پھر ان کے آگے سے ایک لڑکی گذری تو آپؐ نے اس کو بھی ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ (کہ لوٹ جائے) تو وہ آگے سے گذر گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ ''یہ بڑی غالب ہیں۔'' امام احمد نے بھی اس کا ذکر کیا۔ اور وہ سنن میں بھی

---

۱ آپؐ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ اور وہ اس لئے اس طرح کرے تا کہ پچھلے نمازی ان سے دیکھ نماز کا طریقہ سیکھ لیں۔

۲ یدارئھا: یعنی اسے ہٹاتے رہے۔

۳ فضال بیده هکذا: یعنی ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا کہ وہ لوٹ جائیں۔

ہے۔ کہ وہ اپنی نماز پھونک مار لیا کرتے تھے۔ اور جو حدیث ہے: ''کہ نماز میں پھونک مارنا کلام ہے۔'' اس کی کوئی اصل نہ ہے۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو۔ اور جس کو سعید نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا۔ اگر درست ہو۔ کہ وہ اپنی نماز میں روتے تھے۔ اور وہ اپنی نماز میں کھنکارتے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لئے میرے لئے ایک وقت تھا جس میں میں آپؐ کے پاس آتا تھا۔ سو جب میں ان کے پاس آتا تو وہ مجھے اجازت دے دیتے اور اگر میں انہیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا تو آپ کھنکار دیتے پھر میں آجاتا۔ اور اگر آپؐ فارغ ہوتے تو مجھے اجازت دے دیتے۔ (نسائی' احمد) احمد کے لفظ یہ ہیں۔ کہ رات دن میں میرے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کا وقت مقرر تھا۔ اور جب میں آتا اور آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو کھنکار دیتے۔ احمد نے اس کو روایت بھی کیا اور اس پر ان کا عمل بھی تھا۔ اور وہ کھنکارنے کا مبطل صلوٰۃ نہ خیال کرتے تھے۔ اور کبھی آپؐ ننگے پاؤں نماز پڑھتے اور کبھی جوتا پہن کر۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی کہا۔ اور جوتا پہن کر نماز کا حکم یہود کی مخالفت کے لئے دیا تھا۔ اور وہ کبھی آپؐ ایک کپڑے میں نماز بھی پڑھتے۔ اور اکثر دو کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے۔

۱۲۔ مصحف سے قرأت کرنا:

حضرت عائشہؓ کا مولیٰ ذکوانؓ انہیں رمضان میں مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھایا کرتے تھے۔[1] اور یہ شافعیہ کا مذہب ہے۔

امام نوویؒ نے فرمایا: اور اگر کبھی دوران نماز اوراق پلٹے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر قرآن کے علاوہ کسی مکتوب سے کچھ دیکھے اور اس میں لکھا ہوا (مضمون) دل میں دوہرائے تو بھی اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ گو کہ زیادہ وقت اسی طرح کرتا رہے۔ املاء

[1] بخاری کتاب الاذان باب امامۃ العبد والمولیٰ۔

میں شافعیؒ نے اس پر نص کی۔

۱۳- نماز کے اعمال کے علاوہ دل کا کسی کام میں مشغول ہونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لئے پکارا جاتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اور ہوا خارج کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اذان کو سن نہیں پاتا۔ پھر جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے پھر جب نماز کے لئے[۱] تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان خیالات لاتا ہے۔ کہتا ہے اس اس طرح یاد کرو۔ اس طرح یاد کرو۔ جو کہ اس کو یاد نہ تھے۔ حتیٰ کہ آدمی اس طرح ہو جاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔ جب تم میں سے کوئی یہ نہ جانے کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔[۲]

بخاری نے کہا: عمرؓ نے فرمایا: میں نماز میں ہی اپنے لشکر تیار کر لیتا ہوں۔ اور گو کہ اس حالت میں پڑھی ہوئی نماز صحیح ہے اور کفایت کرنے والی[۳] ہے۔ لیکن لائق تو یہ ہے کہ نمازی اپنے دل سمیت اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور مشغولیات کو اس سے پھیر دے۔ آیات کے معنی میں غور و فکر اور نماز کے اعمال میں سے ہر عمل کی حکمت کو سمجھنے کے ساتھ۔ لیکن آدمی کی نماز میں سے اسی قدر ثواب لکھا جاتا ہے جس قدر اس نے اس میں سے سمجھا۔ نسائی' ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سے روایت کیا: کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ آدمی نماز سے سلام پھیرتا ہے اور اس کے لئے اس کی نماز کا دسواں حصہ' نواں حصہ' اس کا آٹھواں اس کا ساتواں' اس کا چھٹا' اس کا پانچواں' اس کا چھوتھا' اس کا تیسرا' اس کا

---

۱ فاذا توب بھا: یعنی اقامت کہی جاتی ہے۔

۲ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۲۳۲)

۳ اور ثواب صرف بقدر خشوع ہی ملتا ہے۔

نصف لکھا جاتا ہے۔" بزار نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے عزوجل نے فرمایا میں اس شخص سے قبول کرتا ہوں جس نے اس (نماز) کے ذریعے میری عظمت کے لئے تواضع اختیار کی۔[1] اور اس کو میری مخلوق پر بڑائی جتانے[2] کا ذریعہ نہ بنایا اور میری معصیت پر اصرار کئے ہوئے رات نہ گذاری۔[3] اور میرے ذکر میں دن گذارا۔ اور مسکین' مسافر اور بیوہ پر رحم کیا۔ اور مصیبت زدگان پر رحم کیا۔ یہ اس کا نور سورج کے نور کا سا ہوگا۔ میری عزت[4] کی قسم میں بھی اس کی حفاظت کرتا ہوں اور میرے فرشتے بھی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں اس کے لئے اندھیرے میں نور پیدا کر دیتا ہوں۔ اور جہالت میں حلم پیدا کر دیتا ہوں۔ اور میرے مخلوق میں اس کی مثال اس طرح ہوتی ہے جیسے جنت میں سے فردوس کی مثال ہے۔ اور ابوداؤد نے حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے وضو کیا تو اچھا وضو کیا پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان میں نہ بھولا تو اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور مسلم نے عثمانؓ بن ابوالعاص سے روایت کیا کہتے ہیں میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ شیطان میرے' میری نماز اور میری قرأت کے درمیان مجھے شبہ ڈالنے کو حائل ہوا آپؐ نے فرمایا: "یہ شیطان ہے اس کو خنزت کہا جاتا ہے۔ جب تو اس کو محسوس کرے تو اللہ سے پناہ مانگ اور تین دفعہ بائیں جانب تھوک دے۔" فرماتے ہیں پھر میں ایسے ہی کیا تو اللہ اس کو مجھ سے لے گیا۔[5] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے" کہ میں

---

[1] یعنی میرے جلال کے لئے اپنے بازو جھکا دیئے۔

[2] ان پر اس کے ذریعے بلند مقامی نہ جتلائی۔

[3] یعنی گناہ پر اصرار کرتے ہوئے ایک رات بھی نہ گذاری۔

[4] اکلو بعزتی: یعنی میں اس کی رعایت وحفاظت کرتا ہوں۔

نے نماز کو[1] اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ اور میرے بندے کے لئے وہی جس کا اس نے (مجھ سے) سوال کیا۔ پھر جب بندہ کہتا ہے۔

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو جہان والوں کا رب ہے۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میرے تعریف کی۔ جب بندہ کہتا ہے: ''جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے۔ ''جو جزاء کے دن کا مالک ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور معاملہ میری طرف سونپ دیا۔ اور جب بندہ کہتا ہے۔ صرف ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہی چیز ہے جس کا اس نے سوال کیا۔ پھر جب بندہ کہتا ہے۔ ''ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور اس کے لئے وہی چیز ہے جس کا اس نے سوال کیا۔[2]

۞۞۞

---

[1] قسمت الصلوۃ: یعنی نماز سے سورۃ فاتحہ مراد ہے۔

[2] صحیح سنن ابوداؤد (۸۲۱)

مکروھاتِ نماز

جن سنتوں کا ذکر ہو چکا ہے ان سے سنتوں میں سے کوئی سنت چھوڑ نا بھی مکروہ ہے اسی طرح وہ اعمال بھی جن کا ذیل میں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

۱-اپنے کپڑے اور یا جسم کے ساتھ کوئی فضول کام کرنا۔ مگر جب ضرورت ہو تو تب مکروہ نہ ہے:

معیقبؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دورانِ نماز کنکریوں کو چھونے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ''نماز پڑھتے ہوئے کنکریوں کو نہ چھوؤ اگر کوئی چارہ نہ ہو تو ایک دفعہ کرلو۔ (رواہ الجماعۃ) حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس کو چاہئے کہ کنکریاں نہ چھوتا رہے۔'' (احمدؒ اصحاب سنن)۔ حضرت ام سلمہؓ نبی ﷺ کے حوالے سے بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے غلام یسار سے کہا اور اس نے نماز میں پھونک ماری تھی۔'' اللہ کے لئے اپنے چہرے کو خاک آلود کرو۔'' (احمد باسناد جید)

۲-نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت نماز کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد) اور کہا الاختصار سے مراد کوکھ پر ہاتھ رکھنا ہے۔

۳- آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں انہیں باز آ جانا چاہئے یا ضرور ہی ان کی نگاہوں کو اچک لیا جائے گا۔''[۱]

۴- ایسی چیز کو دیکھا جو غافل کر دے:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس میں کچھ علامات[۲] بنی ہوئی تھیں آپؐ نے فرمایا: ''اس کے نشانات نے مجھے مشغول کر دیا اس کو ابو جہم[۳] کی طرف لے جاؤ اور مجھے انبجانیہ[۴] لا دو۔ (بخاری' مسلم) اور بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ[۵] تھا۔ جس کے ساتھ انہوں نے گھر کی جانب کو ڈھانپ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اپنا یہ پردہ ہٹا دو۔ اس کی تصویریں میری نماز میں خلل ڈالتی رہیں۔ اور اس حدیث میں دلیل ہے۔ کہ کچھ بنے ہوئے خطوط پر نظر جمانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۵- آنکھیں بند کرنا:

بعض نے اس کو مکروہ سمجھا جبکہ بعض نے بلا کراہت جائز کہا۔ اور جو حدیث اس کی کراہت میں مروی ہے وہ درست نہ ہے۔ ابن القیم نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ اگر آنکھیں کھولنا خشوع میں مخل نہیں تو یہ افضل ہے لیکن اگر اس کے

---

۱ مختصر صحیح مسلم اللالبانی حدیث نمبر (۳۳۶)

۲ الجمیصه: کچے ریشم کی چادر یا اونی چادر جس میں کچھ نشان بنے ہوئے تھے۔

۳ ابو جهم: وہ عامر بن حذیفہؓ ہیں۔

۴ الانبجانیه: ایسی چادر جو گہری اور روئیں دار ہوتی ہے جس میں کوئی نشان نہیں ہوتا۔ اور ابو جہمؓ نے نبی ﷺ کو هدیۃً بھیجی تھی۔ آپ نے وہ انہیں دے کر اس کے بدلے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے انبجانیہ طلب فرمائی۔

۵ كان قرام العائشۃؓ: یعنی باریک سا پردہ تھا۔

سامنے کونقش ونگار، پرذوق چیزیں ہوں جس میں اس کا دل مشغول ہوگا جو اس کے اور اس کے خشوع کے درمیان حائل ہوں تو قطعی طور پر آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں۔ اور اس حال میں اس کے مستحب ہونے کا قول اصول شرع سے زیادہ میل کھاتا ہے۔

۶۔سلام کے وقت دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا:

حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔آپؐ نے فرمایا:''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہاتھوں سے اس طرح سلام لیتے ہیں جیسے بدکنے والے[1] گھوڑوں کی دمیں ہوں۔تم میں سے کسی کے لئے یعنی کافی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے رہے پھر یوں کہے:''تم پر سلامتی ہو۔تم پر سلامتی ہو۔اس کو نسائی نے بھی روایت کیا اور دوسروں نے بھی اور یہ الفاظ نسائی کے ہیں۔

۷۔منہ ڈھانپنا اور سدل کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: نماز میں سدل کرنے اور منہ ڈھانپنے سے۔[2] اس کو خمسہ نے اور حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ شرط مسلم پر صحیح ہے۔امام خطابی نے کہا: سدل یہ ہے: کپڑے کو اوپر سے نیچے چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ زمین تک پہنچ جائے۔اور کمال بن ہمام نے کہا: جب قباء کی آستینوں میں بازو نہ ڈالے جائیں تو یہ (سدل) اس پر بھی صادق آتا ہے۔

۸۔کھانے کی حاضری کے وقت نماز پڑھنا:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب شام کا کھانا رکھا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے۔[3] تو پہلے کھانا کھالو۔(احمد و مسلم)

---

[1] الشمس شموس کی جمع ہے۔وہ گھوڑا جانوروں سے بدکے۔

[2] صحیح ابوداؤد(ح/۵۹۲)

[3] جمہور نے کہا: اگر نماز کے وقت میں وسعت ہو تو پہلے کھانا کھانا بہتر ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پہلے نماز لازم ہے جبکہ ابن حزم اور بعض الشافعیہ نے کہا پہلے کھانا کھالے اگرچہ وقت میں تنگی ہی ہو۔

حضرت نافع ابن عمرؓ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے لئے کھانا رکھا جاتا اور اقامت ہو جاتی۔ وہ نماز کو نہ جاتے حتیٰ کہ (کھانے سے) فارغ ہو جاتے۔ اور وہ امام کی قرأت سن رہے ہوتے تھے۔ (بخاری)

خطابی نے کہا: نبی ﷺ نے جو حکم فرمایا کہ پہلے کھانا کھا لو۔ یہ اس لئے کہ نفس کھانے کی ضرورت سے فارغ ہو۔ تاکہ نمازی جب نماز میں داخل ہو تو پرسکون ہو۔ نفس کھانے کی انتہا کی وجہ سے اس سے نہ جھگڑے کہ اسے رکوع و سجود کی تکمیل اور ادائے حقوق سے جلدی میں ڈالے۔

۹-اس حال میں نماز پڑھنا جبکہ دو خباثتوں سے فارغ ہونا چاہتا ہو اور انہی جیسے اور امور۔ سے جو دل کو مشغول رکھیں:

جیسا کہ احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے حسن بھی کہا۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین کام کرے۔ ایسا آدمی قوم کو امامت نہ کرائے جو خود کو دعا کے ساتھ ان کے علاوہ خاص کرلے اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی۔[1] اور (کوئی) کسی کے گھر کے صحن میں نہ دیکھے حتیٰ کہ اجازت لے لے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو گویا وہ داخل (بھی) ہو چکا۔[2] اور نہ نماز پڑھے اس حال میں کہ وہ حاقن[3] ہو۔ حتیٰ کہ اس سے ہلکا (فارغ) ہو جائے۔ احمد' مسلم اور ابوداؤد کے ہاں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے۔ سنا: ''کھانے کے حاضر ہونے کے وقت کوئی نماز پڑھے اور نہ اس وقت جبکہ وہ دو ناپاک چیزوں سے

---

[1] اس سے وہ دعا مراد ہے جو امام جزا کرے اور مقتدیوں کو شریک کرے جبکہ وہ دعا جو وہ خاموشی سے کرلے جس میں اپنے نفس کے لئے خصوصی دعا کرے یہ مکروہ ہے۔

[2] فقد دخل: یعنی اس کا حکم بغیر اجازت کے داخل ہونے والے کی طرح ہے۔

[3] وھو حاقن: یعنی اس نے پیشاب روکا ہوا ہو۔

فراغت کی حاجت رکھتا ہو۔[1]

۱۰- نیند کے غلبے کے وقت نماز پڑھنا:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو اونگھ آئے تو اس کو چاہیے کہ لیٹا رہے حتیٰ کہ اس سے نیند دور ہو جائے۔ اگر وہ اونگھتا ہوا نماز پڑھے گا تو شاید وہ دعائے مغفرت کرنے لگے تو اپنے نفس کو بددعا دے بیٹھے (رواہ الجماعۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رات کو قیام کرے پھر قرآن کو اپنی زبان پر عجمی[2] سمجھے پھر کہی ہوئی بات کو نہ جائے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ جائے۔ (مسلم، احمد)

۱۱- امام کے علاوہ کسی کا نماز کے لئے مسجد میں خاص مقام کو لازم کر لینا:

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل سے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کوّے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے بھی اور یہ کہ آدمی مسجد میں ایسے خاص جگہ بنالے جیسے اونٹ خاص جگہ[3] بناتا ہے۔ (احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم) اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۱۔ صحیح سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۸۹)

۲۔ فاستعجم القرآن علی لسانه: یعنی نیند کے غلبے کی وجہ سے بولنا مشکل سمجھے۔

۳۔ اونٹ کی طرح خاص جگہ بنالے جیسے وہ ایک ہی جگہ بیٹھتا ہے جہاں اس کو بیٹھنے کی عادت ہے۔

نماز کو باطل کرنے والے امور

مندرجہ ذیل افعال کے ارتکاب سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

۱-۲- جان بوجھ کر کھا پی لینا:

ابن منذر نے کہا: اہل علم کا اجماع ہے کہ جو فرض نماز میں جان بوجھ کر کچھ کھا لے تو[1] اس پر اعادہ واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک نفل میں بھی اسی طرح ہے کیونکہ جو کام فرض نماز کو باطل کر دیتا ہے وہ نفل کو بھی باطل کر دیتا ہے[2]

۳- نماز کی مصلحت کے علاوہ عمداً کلام کرنا:

حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نماز میں باتیں کر لیتے تھے۔ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ والے سے دوران نماز بات کر لیتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ آیت اتری۔ ''اور اللہ کے لئے عاجزی کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔'' تب ہمیں باتوں سے منع کر دیا گیا اور خاموشی کا حکم ہوا۔ (رواہ الجماعۃ) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ ہم آپؐ پر دوران نمازِ سلام کر لے تو آپ ہمارے سلام کا

---

[1] شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر بھول کر یا جہالت سے کھا لے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر اسی طرح اگر دانتوں کے درمیان کچھ رہ جائے۔ بھوک کے سوا تو اسے بھی نکل لے۔

[2] طاؤس اور اسحٰق سے مروی ہے کہ انہوں نے پہلے میں کچھ حرج نہیں سمجھا کیونکہ وہ تھوڑا سا عمل ہے۔ سعید بن جبیر اور ابن زبیر سے مروی ہے کہ انہوں نے نفل نماز میں پیا ہے۔

جواب دیتے۔ پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس لوٹے تو آپ کو سلام کیا لیکن آپؐ نے جواب نہ دیا۔ اے اللہ کے رسولؐ ہم نے کہا ہم آپؐ پر سلام کرتے تو آپؐ ہمارے سلام کا جواب نہ دیتے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک نماز میں مشغولیت ہے۔''[1]

اور اگر حکم سے لاعلمی کی بناء پر ہر بات کر لی یا بھول کر کر لی تو نماز صحیح ہو گی۔ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔ اس دوران کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہہ دیا ''اللہ تجھ پر رحم کرے'' لوگوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا۔ میں نے کہا اے اس کی ماں کا گم پانا۔ تمہیں کیا ہے کہ میری طرف دیکھ رہے ہو؟ وہ اپنے ہاتھ اپنے رانوں پر مارنے لگے جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ مجھے چپ کرانے لگے لیکن میں چپ کر گیا۔[2] جب نبی ﷺ نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں نے نہ آپؐ کے بعد نہ پہلے ان جیسا معلم نہ دیکھا جو ان سے اچھی تعلیم دیتا ہو۔ واللہ نہ انہوں نے تیور بدلے[3] نہ مجھے مارا' نہ برا بھلا کہا بلکہ فرمایا: ''یہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا درست نہیں اس میں تسبیح تکبیر اور قراۃ قرآن ہوتی ہے۔''[4]

یہ معاویہؓ بن حکم جنہوں نے حکم سے لاعلمی کی بنیاد پر بات کر لی تھی۔ نبی ﷺ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ رہا لوگوں کے کلام سے عدم بطلان تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں انہوں نے فرمایا: ''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ظہر

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۹۹)

ان فی الصلوٰۃ لشغلاً: جو کلام سے روکتی ہے۔

۲۔ لکنی سکت: انہوں نے چاہا کہ میں چپ کر جاؤں جبکہ میں بولنا چاہتا تھا لیکن میں خاموش ہو رہا۔

۳۔ ما کھرنی: نہ مجھے جھڑکا۔ نہ میرے چہرے میں دیکھ کر تیور بدلے۔

۴۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (۵۳۷/۳۳)

یا عصر کی نماز پڑھائی تو سلام پھیر دیا پھر ان کو ذوالیدین[1] نے کہا کیا نماز کم ہو گئی یا آپؐ بھول گئے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا نبی ﷺ نے نہ کم ہوئی نہ میں بھولا ہوں۔'' انہوں نے کہا بلکہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھول گئے ہیں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: کیا ذوالیدین درست کہتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ نے دو آخری رکعتیں بھی پڑھیں اور دو سجدے کئے۔[2] اور مالکیہ نے نماز کی اصطلاح کے لئے اس شرط سے کلام جائز رکھا کہ یا خود ہی خوب پہچان لے یا وہ سبحان اللہ کہہ کر مقصود سمجھا دے۔ اوزاعی نے کہا: جس نے نماز کی اصلاح کے ارادہ سے جان بوجھ کر کلام کیا تو بھی نماز باطل نہ ہوگی۔ اور ایک شخص کے متعلق کہا کہ اس نے عصر میں جہری قرأت کی تو اس کے پیچھے سے ایک آدمی نے کہا: یہ تو عصر ہے۔ پھر اس کی نماز باطل نہیں ہوئی۔

۴- جان بوجھ کر کثیر عمل کرنا:

قلت اور کثرہ کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ کثیر وہ ہے جو اس طرح ہو کہ دور سے دیکھنے والا یہ یقین کر لے کہ وہ نماز کی حالت میں نہیں ہے۔ اور جو اس کے علاوہ ہو وہ قلیل ہے۔ اور ایک یہ قول ہے کہ جس کو دیکھنے سے گمان ہو کہ ایسا کرنے والا نماز میں نہیں۔

امام نوویؒ نے فرمایا: اگر ایسا فعل جو کہ جس نماز میں نسے نہیں ہے اگر وہ کثیر ہے تو بلا اختلاف نماز کو باطل نہ کرے گا۔ یہی پیمانہ مقدار ہے۔ پھر قلیل و کثیر کی مقدار پر چار طریقوں پر اختلاف ہے۔ پھر چوتھے طریقے کو اختیار کیا: اور کہا کہ وہی صحیح اور مشہور ہے۔ اور جمہور نے اور مصنف ن اس پر قطعی فیصلہ کیا: وہ یہ کہ عادۃ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جس چیز کو لوگ قلیل شمار کریں اس سے نقصان نہ ہو گا جیسے سلام کے جواب کے لئے اشارہ کرنا' جوتا اتارنا' عمامہ اٹھانا اور رکھنا' ہلکا کپڑا پہننا

۱۔ ذوالیدین: صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبائی کی وجہ سے اس نام سے پکارے گئے۔

۲۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۵۱)

اور اتارنا' اور چھوٹے بچے کو اٹھانا اور بٹھانا' اور گذرنے والے کو ہٹانا' اپنے کپڑے میں تھوک ملنا اور جو اس کے مشابہ امور ہوں[1] اور جو عمل کہ اسے لوگ کثیر سمجھتے ہیں جیسے زیادہ قدم پے در پے چلنا اور اوپر تلے کچھ کام کرنا۔ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے: کہتے ہیں پھر اصحاب نے اتفاق کیا ہے کہ وہ عمل کثیر جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ وہ تب ہے جبکہ پے در پے کرے اور اگر متفرق ہو اس طرح کہ ایک قدم چلے پھر کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر دوسرا قدم چلے یا دو قدم چلے تم دو قدم چلے کہ جن کے درمیان کچھ فاصلہ بھی ہو۔ جب ہم کہیں گے کہ دو قدم میں کچھ ضرر نہیں اور اس طرح کئی دفعہ کرلے حتی کہ سو یا اس سے بھی زیادہ قدم تک پہنچ جائے تو بلا اختلاف کچھ ضرر نہ ہے۔ کہتے ہیں رہی حرکات خفیفہ۔ جیسے انگلیوں کو تسبیح میں حرکت دینا یا اس کو شمار کرنے میں یا کھولنے اور بند کرنے سے صحیح و مشہور یہی ہے کہ اس کی نماز باطل نہ ہو گی۔ اگرچہ اوپر تلے بکثرت کرے۔ لیکن مکروہ ہے۔ اور شافعیؒ نے نص کی ہے: کہ اگر اپنی انگلیوں کو بند کر کے آیات گنے تو اس کی نماز باطل تو نہ ہو گی لیکن ترک کرنا زیادہ مناسب ہے۔

۵- بغیر عذر کے یا عمداً کوئی رکن یا شرط چھوڑنا:

جیسا کہ بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے اس اعرابی کو کہا جو اپنی نماز کو اچھی طرح نہیں پڑھ رہا تھا۔ لوٹ جا (اور) نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اور پہلے گذر چکا۔

ابن رشد نے کہا: انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جس نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو اس پر اعادہ واجب ہے۔ جبکہ خواہ عمداً ایسا کرلے یا بھول کر۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی نماز لوٹائے گا جو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے خواہ عمداً ہو یا بھول کر۔

---

[1] اور مباحث الصلوۃ میں گذر چکا ہے کہ جو نبی ﷺ نے اپنی نماز نے کئے یا اس کا حکم دیا جیسے اسودین کا قتل وغیرہ۔

المختصر یہ کہ ہر وہ عمل جو نماز کی شروط صحت میں سے کسی شرط میں خلل ڈالے تو اس پر اعادہ واجب ہے۔[1]

۶-نماز میں مسکرانا اور ہنسنا:

ابن منذر نے ہنسنے سے نماز کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: یہ اس پر محمول ہے جبکہ اس سے دو حرف ظاہر ہوں اکثر علماء نے کہا کہ مسکرانے میں کچھ حرج نہ ہے۔ اور اگر ضحک کا غلبہ اس طرح ہو کہ اس کو دور کرنے کی قوت نہ ہے تو نماز باطل نہ ہوگی تھوڑا سا ہو۔ اور اگر زیادہ ہو تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور قلت و کثرت کا پیمانہ عرف ہی ہے۔

❁❁❁

[1] فائدہ: نمازی پر حرام ہے کہ ایسے فعل کا ارتکاب بغیر عذر کے کرے جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے۔ اور اگر کوئی سبب پایا جائے جسے پریشان کی فریاد رسی یا غرق ہونے والے کو بچانا ونحو ذالک تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز سے نکل جائے۔ جبکہ حنفیہ وحنابلہ کا خیال یہ ہے کہ اس کے لئے تب نماز سے نکلنا جائز ہے اگر اپنے مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔ یا غیر کے مال کے ضیاع کا خوف ہو یا کوئی عورت خوف کرے۔ کہ اس کا بچہ رونے کی وجہ سے تکلیف میں ہے۔ یا ہنڈیا میں جوش آ جائے یا اس کا جانور بھاگ جائے۔ اور اس جیسے اور اسباب میں۔

نماز کی قضاء

علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بھولنے والے اور سونے والے پر نماز کی قضاء واجب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا قول گذر چکا ہے "کہ تفریط نیند میں نہ ہے تفریط تو جاگنے میں ہے پس جب کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا اس سے سو جائے تو وہ تب پڑھ لے جبکہ وہ یاد آئے[1] اور جس پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو اس پر قضاء واجب نہیں مگر جب اس وقت کے اندر افاقہ ہو جس میں وہ طہارت کر کے نماز میں داخل ہو سکے عبدالرزاق نے نافعؒ سے روایت کیا کہ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ اتنا بیمار ہوئے کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حتی کہ انہوں نے نماز چھوڑ دی پھر جب افاقہ ہوا تو جو نماز چھوڑی تھی وہ نہیں پڑھی۔ اور ابن جریج سے وہ ابن طاؤس سے وہ اپنے باپ سے مروی ہے کہ جب مریض پر بے ہوشی طاری ہو جائے پھر افاقہ ہو تو نماز کا اعادہ نہ کرے گا۔ معمر کہتے ہیں: میں نے زہری سے بے ہوش کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا وہ قضاء نہ کرے گا۔ حماد بن سلمہ سے وہ یونس بن عبید سے وہ حسن بصری اور محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے کہا کہ بے ہوش ہونے والا جس نماز کے وقت اسے افاقہ ہوا اس کا اعادہ نہ کرے گا۔ اور جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہو گا اور قضاء اس پر واجب ہے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا: جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے نہ اس کے لئے قضاء مشروع ہے نہ وہ اس کی طرف سے درست ہو گی۔ بلکہ وہ نفل نماز بکثرت پڑھے گا۔ اور

---

[1] اللؤلؤ والمرجان حدیث نمبر (۳۹۷)

ابن حزم نے تو اس مسئلے کی بحث میں حق ادا کر دیا ہم ان کے اس متعلق موقف کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جس نے نماز کو چھوڑنے کا ارادہ کرے حتیٰ کہ اس کا وقت نکل جائے تو وہ کبھی بھی اس کی قضاء پر قدرت نہ پا سکے گا۔ اس کو چاہیئے کہ کثرت سے اعمال خیر کرے اور بکثرت نفل نماز پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کا میزان وزنی ہو۔ اور توبہ کرے اور اللہ سے بخشش مانگے۔ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی نے فرمایا کہ اس کے وقت نکل جانے کے بعد قضاء کرے گا۔ حتیٰ کہ مالک اور ابوحنیفہ نے تو یہ کہا کہ جس نماز کے ترک کا اس نے ارادہ کیا تھا اگر وہ پانچ یا اس سے کم نمازیں ہوں تو جس کا وقت حاضر ہے اس سے قبل ہی پڑھ لے گا۔ خواہ نمازِ حاضرہ کا وقت نکل چکا ہو یا نہیں۔ اور اگر وہ پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو جس کا وقت حاضر ہے اسی سے شروع کرے گا۔ جبکہ ہمارے قول کی صحت پر تو اللہ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾

(سورۃ الماعون: ۴-۵)

ترجمہ: ''تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے۔ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔''

اور ارشاد ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ (سورۃ مریم: ۵۹)

ترجمہ: پھر ان کے بعد چند ناخلف ان جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کھو دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ تو عنقریب ان کو گمراہی[1] کی سزا ملے گی۔

---

[1] ہم نے ترجمہ قرآن مجید میں مولانا فتح محمد جالندھریؒ کے ترجمہ ''فتح الحمید'' کی کافی حد تک پابندی کی ہے۔ یہاں ان کا ترجمہ اس طرح ہے۔ جبکہ تفسیر احسن البیان میں موجود مولانا محمد جوناگڑھی کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔'' جبکہ تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں غیاً کے معنی ہلاکت: انجام بد کے ہیں یا جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ تفسیر احسن البیان صفحہ: ۴۰۵) اضافہ از مترجم۔

اگر عمداً نماز چھوڑنے والا اس کے وقت نکلنے کے بعد اس کو پا سکتا تو اس کے لئے نہ ویل کی وعید ہوتی نہ تھی غی کی۔ جیسا کہ اس شخص کے لئے ویل و غی نہ ہے جو اس کو پانے والا تو ہو لیکن آخر وقت تک تاخیر کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر فرض نماز کے لیے طرفین سے محدود وقت مقرر کر دیا ہے۔ وہ ایک مدت محدود سے شروع ہوتا ہے اور وقت محدود میں باطل ہو جاتا ہے۔ پھر جس نے وقت سے پہلے پڑھ لی اس میں اور جس نے وقت کے بعد پڑھی دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں نے غیر وقت میں نماز پڑھی ہے۔ اور یہ ایک کا دوسرے پر قیاس نہیں بلکہ وہ اللہ کی حدود کی تعدی میں برابر ہیں۔ اور اللہ کریم نے فرمایا: ''اور جس نے اللہ کی حدود سے تعدی کی تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔'' اور یہ بھی کہ قضاء شرع کا وجوب ہے۔ اور شرع اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان پر جاری کی جو اللہ کے علاوہ کسی کیلئے جائز نہ ہے۔ پھر جس نے ایسے شخص پر قضاء واجب کی جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس سے ہم سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بتائے کہ جس نماز کو پڑھنے کا تو حکم دے رہا ہے۔ وہ وہ ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے یا یہ اس کے علاوہ کوئی اور ہے۔ پھر اگر وہ کہے کہ یہ وہی ہے۔ ہم انہیں کہیں گے کہ پھر اسی نماز کو عمداً چھوڑنے والا گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ اس نے وہ کام کیا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ اور تمہاری بات پر بھی کچھ گناہ نہیں اور نہ اس کے فعل پر ملامت ہے۔ جس نے وقت نکلنے تک نماز کے عمداً ترک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور ایسی بات کوئی مسلمان کر نہیں سکتا۔'' اور اگر وہ کہیں کہ یہ وہ نہیں ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ تو ہم کہیں گے تم نے سچ کہا۔ جب انہوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ انہوں نے ایسی بات کا حکم دیا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے تو یہی کافی ہے۔ پھر ہم ان سے اس کے متعلق پوچھیں گے کہ جس نے عمداً وقت کے بعد نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے کہ یہ اطاعت ہے یا معصیت؟۔ اگر وہ کہیں گے کہ یہ اطاعت ہے تو انہوں نے اہل اسلام کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جس پر یقین کہا

جاتا ہے اور انہوں نے قرآن اور سنن ثابتہ کی بھی مخالفت کی۔ اور اگر انہوں نے کہا کہ یہ معصیت ہے تو انہوں نے سچ کہا اور یہ باطل طریقہ ہے کہ ہم طاعت سے معصیت کی طرف لوٹیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر نماز کے اوقات کی حد بندی کر دی اور ہر وقت کے لئے نماز مقرر فرما دی اس کا اول وقت بھی ہے جس سے پہلے اس کی ادائیگی کا وقت نہیں اور اس کا آخری وقت بھی ہے جس کے بعد اس کی ادائیگی کا وقت نہ ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس میں امت کے کسی فرد کا بھی اختلاف نہ ہے۔ اگر وقت کے بھی اس کی ادائیگی ہو سکتی ہوتی تو پیغمبر علیہ السلام کے آخری وقت کی حد بندی کا کوئی معنی نہ تھا۔ اور یہ کلام لغو ہو جاتا اور ایسی بات سے تو اللہ کی پناہ اور اسی طرح اگر ہر عمل کو وقتِ محدود سے متعلق کر دیا جائے تو وہ غیر وقت میں صحیح نہ ہو گا۔ اور اگر وہ اس وقت کے علاوہ بھی صحیح ہو تو یہ مقررہ وقت اس کا وقت ہی نہ ہو گا۔ اور یہ تو واضح سی بات ہے اور توفیق اللہ ہی کے ساتھ ہے۔

پھر طویل کلام کے بعد فرمایا: اور اگر ایسے شخص پر قضاء واجب ہوتی جس نے عمداً نماز ترک کر دی حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا پیغمبر ﷺ اس کے بیان کو ترک نہ کرتے نہ بھول کر اور نہ عمداً۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا...... ہر وہ طریقہ نہ قرآن لائے اور نہ سنت تو وہ باطل ہے۔ جبکہ نبی ﷺ سے یہ قول بھی صحیح مروی ہے۔ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو گویا اس کا اھل و مال برباد کر دیا گیا'' پھر یہ بات بھی صحیح ہے کہ جو چیز فوت ہو جائے اس کو پانے کا راستہ کوئی نہیں۔ اور اگر وہ پالیا گیا یا اس کا پانا ممکن ہوا تو وہ فوت نہ ہو گی۔ جیسا کہ بھول ہوئی کبھی فوت نہیں ہوتی۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اسی طرح امت کا اجماع بھی اس قوت و حکم پر ہے کہ جب نماز کا وقت نکل جائے تو وہ فوت ہو جاتی ہے۔ تو اجماع متقین سے اس کا فوت ہونا صحیح ثابت ہو گیا۔ اگر اس کا اداء کرنا یا قضاء کرنا ممکن ہوتا تو قول فانها فاتت' کذب و باطل ہوتا۔ تو پھر یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ

اس میں قضاء کبھی ممکن نہیں ہے۔ اور اس متعلق ہمارے قول کے ساتھ جن کا قول میل کھاتا ہے وہ حضرت عمر بن خطاب عبداللہ بن عمر سعد بن ابی وقاص' سلمان فارسی' عبداللہ بن مسعود' قاسم بن محمد بن ابو بکر بدیل العقیلی' محمد بن سیرین' مطرف بن عبداللہ' عمر بن عبدالعزیز وغیرھم رضی اللہ عنہم ہیں اور (ابن حزم نے) فرمایا: کہ جن کو بھی نماز کے ساتھ مخاطب کیا گیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے وقت سے تاخیر کا عذر نہیں دیا۔ نہ طریقوں میں سے کسی طریقے سے نہ حالت جنگ و قتال اور خوف و شدتِ مرض وسفر میں اور اللہ کریم نے فرمایا: ''اور جب آپؐ ان میں ہوں تو آپؐ ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہیں کہ ان میں سے ایک جماعت آپؐ کے ساتھ کھڑی ہو۔ الایۃ۔ اور یہ بھی فرمایا: ''پس اگر تم خوف محسوس کرو تو پیدل یا سواری کی حالت میں''۔ اللہ تعالیٰ نے مریض کو بھی اس کے وقت سے تاخیر میں وسعت نہیں دی۔ بلکہ حکم دیا کہ اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہوا تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ تو اگر بیٹھے سے بھی عاجز ہو تو کروٹ پر پڑھ لے۔ اور اگر پانی کے استعمال سے عاجز ہو تو تیمّم سے پڑھ لے اور اگر مٹی کے استعمال سے بھی عاجز ہو تو تیمّم کے بغیر۔ پھر جس نے اجازت دی کہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا پھر حکم دیا کہ وقت کے بعد اسے پڑھ لے اس نے کہاں سے اجازت دی پھر جو یہ بھی بتایا کہ وہ اسے کفایت کرے گی یہ بھی غیر قرآن سے ہے نہ سنت سے مروی صحیحہ سے نہ سقیمہ سے نہ کسی صاحب کے قول سے اور نہ قیاس سے ثابت ہے۔ پھر ابن حزم نے فرمایا کہ جو ہمارا یہ قول ہے کہ وہ توبہ کرے۔ جو ارادۃً نماز ترک کرے۔ حتی کہ اس کا وقت ختم ہو گیا۔ اور استغفار کرے اور کثرت سے نفل پڑھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا

يُظْلَمُوْنَ شَيْأً﴾ (سورۃ مریم:۵۹-۶۰)

ترجمہ: پھر ان کے بعد چند نا خلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو کھو دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگے گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔ ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کئے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ والذين اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب وہ کچھ فحش کریں یا اپنے آپ پر ظلم کرلیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پس اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرمان ہے۔

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (سورۃ الزلزال:۸)

ترجمہ: اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور اس بلند ذات نے فرمایا:

﴿ و نضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئاً﴾

ترجمہ: اور ہم روزِ قیامت کے لیے انصاف کے ترازو رکھیں گے۔ تو کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

امت کا اس پر اجماع ہے اور تمام نصوص اس پر وارد ہوئی ہیں کہ نفلی عبادت کا خیر سے حصہ ہے کہ جس کی مقدار کو اللہ جانتا ہے اور فریضہ کا بھی خیر سے حصہ ہے جس کی مقدار اللہ جانتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ وہ نفلی عبادت کے حصے سے اس قدر اکھٹا

کرے جو فریضے کے حصے کے برابر ہو سکے اور اس سے بڑھ بھی سکتا ہے۔ اور اللہ کریم نے خبر دی کہ وہ کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا اور یہ کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔

❁❁❁

مریض کی نماز

جس کو مرض وغیرہ کی وجہ سے ایسا عذر پیش آ گیا ہو جس کے ساتھ وہ فرض نماز کھڑا ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو اس کے لئے جائز ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ پھر اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رکھے تو کروٹ پر نماز پڑھ لے گا اور رکوع وسجود اشارے سے ادا کرے گا۔ اور اپنا سجدہ رکوع سے زیادہ جھکتا ہوا کرے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر کرو۔'' اور بیٹھ کر بھی اور اپنی کروٹوں پر بھی۔'' اور حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا: آپؐ نے فرمایا: ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر۔'' رواہ الجماعۃ الامسلماً۔ نسائی نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر۔ (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو صرف اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلّف ٹھہراتا ہے)۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت کی تو دیکھا کہ وہ ایک تکیے پر نماز پڑھ رہا ہے آپؐ نے اس کو پھینک دیا۔ اور فرمایا: ''زمین پر نماز پڑھ: اگر طاقت ہو ورنہ اشارے سے (پڑھ لو) اور اپنے سجدے کو رکوع سے جھکتا ہوا کر۔''[1] اور ابو حاتم نے اس کے موقوف ہونے کو درست کہا اور یہ (اشارہ) عدم استطاعت میں معتبر ہوگا وہ مشقت

---

[1] سلسلہ احادیث الصحیحہ: (ج ۱/۳۲۳)

ہے۔ یا مرض بڑھ جانے کا خوف ہے یا اس کی سستی کا خوف' یا سر چکرانے کا ڈر ہے۔ اور جو بیٹھنا کھڑے ہونے کے بدلے ہے اس کی صورت یہ ہے کہ چار زانو ہو کر بیٹھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چار زانو ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ تشہد میں بیٹھنے کی طرح بیٹھ جائے۔ رہا اس شخص کی نماز کا بیان جو قیام وقعود سے عاجز ہو تو وہ کروٹ پر نماز پڑھے گا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو چت لیٹ جائے اور بقدر طاقت اپنے (پاؤں) ٹانگیں قبلہ رخ کرے۔ اس کو ابن منذر نے اختیار کیا۔ اس باب میں ضعیف حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: ''مریض اگر طاقت رکھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ اگر سجدہ نہ کر سکے تو اپنے سر سے اشارہ کر دے۔ اور اپنے سجدے کو پانے رکوع سے جھکتا ہوا کرے۔ اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے دائیں کروٹ پر لیٹ کر پڑھ لے۔ اگر دائیں جانب ہونے کی بھی طاقت نہ رہے تو چت لیٹ جائے اور اپنی ٹانگیں اس جانب میں کر لے جو قبلہ سے ملتی ہو۔ (دارقطنی) (محدثین کی) ایک قوم نے کہا کہ جیسے آسانی ہو نماز ادا کرے۔ اور احادیث کا ظاہر یہ ہے کہ جب وہ چت لیٹ کر بھی اشارے سے نماز نہ پڑھ سکے تو پھر اس کے بعد اس پر کچھ واجب نہ ہے۔

نمازِ خوف

صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔[1] کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (سورۃ النساء:۱۰۲)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے[2] جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں۔ پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ کہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر

---

[1] خواہ خوف دشمن سے ہو یا آگ وغیرہ سے اور سفر و حضر میں ہر جگہ (مشروع ہے)۔

[2] جمہور کے نزدیک دوران نماز ہتھیار اٹھانا مستحب ہے۔ جبکہ بعض نے واجب کہا۔

تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام احمد نے فرمایا: کہ صلوٰۃ الخوف میں چھ (٦) یا سات (٧) احادیث ثابت ہیں ان میں سے جس بھی طریقے سے آدمی پڑھ لے جائز ہے۔ اور ابن القیم نے فرمایا: اصل میں چھ طریقے ہیں جبکہ بعض نے زیادہ تک پہنچا دیا ہے۔ ان لوگوں نے ایسا کیا کہ جب ایک قصہ میں رواۃ کا اختلاف بیان ہوا تو انہوں نے ہر ایک کو ایک الگ طریقہ بنا لیا۔ تو اس طرح اس کی تعداد سترہ (١٧) تک چلی گئی۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ یہ افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تداخل ہو۔ اور یہ محض اختلاف رواۃ ہو۔

حافظ نے کہا: اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس کا بیان مذکور ہے:

١۔ یہ کہ دشمن غیر قبلہ کی جہت میں ہو۔ دو رکعت والی نماز میں امام ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائے گا پھر انتظار کرے گا حتیٰ کہ وہ خود اپنی ایک رکعت مکمل کر لیں اور چلے جائیں اور دشمن کی طرف کھڑے ہو جائیں پھر دوسری جماعت آئے۔ پھر وہ ان کے ساتھ دوسری رکعت پڑھیں۔ پر وہ انتظار کرے گا حتیٰ کہ وہ ایک رکعت پوری کر لیں تو وہ ان کے ساتھ سلام پھیر دے گا۔ صالح بن خوات سے مروی ہے وہ سہل بن ابو خیثمہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے نبی ﷺ کے ساتھ صف بندی کی جبکہ ایک جماعت دشمن کے مقابلے میں تھی۔ پھر جو جماعت آپ ؐ کے ساتھ تھی اسے ایک رکعت پڑھا کر کھڑے رہے۔ وہ ایک رکعت خود ہی پڑھ کر دشمن کے سامنے چلے گئے۔ اور دوسری جماعت آ گئی پھر ان کے ساتھ مل کر ایک باقی ماندہ رکعت ادا کی پھر بیٹھے رہے حتیٰ کہ انہوں نے نماز مکمل کی تو ان کے ساتھ سلام پھیرا۔ (رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ)

۲- جب کہ دشمن غیر جہت قبلہ کی طرف ہو تو لشکر میں سے ایک جماعت کو امام[1] نماز پڑھائے گا۔ اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلے میں ہوگی۔ پھر جس جماعت نے اس کے ساتھ نماز پڑھ لی وہ پھر جائے گی اور دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہو جائے گی۔ اور دوسری جماعت آئے گی وہ اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گی۔ پھر ہر جماعت اکیلی ہی اپنی ایک ایک رکعت پوری کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے دونوں میں سے ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائی جبکہ دوسری جماعت دشمن کی طرف متوجہ تھی۔ پھر وہ چلے جائے گی اور اپنے ساتھیوں کی جگہ دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہو گئی۔ اور وہ لوگ آ گئے پھر نبی ﷺ نے ان کو بھی ایک رکعت پڑھائی۔ پھر سلام پھیر دیا پھر اس جماعت نے بھی ایک رکعت پڑھی اور اس جماعت نے بھی ایک رکعت پڑھی۔''[2] اور ظاہر یہ ہے کہ دوسری جماعت امام کے سلام کے بعد۔ حراست کے ذریعے نماز منقطع کرنے کے بغیر ہی نماز مکمل کرے گی۔ اس کی دونوں رکعتیں متصل ہوں گی اور پہلی جماعت تب تک اپنی باقی نماز پڑھے گی جب تک دوسری جماعت سلام پھیر کر دشمن کے مقابلے میں نہ آ جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ فرمایا: پھر آپؐ نے سلام پھیر دیا اور یہ لوگ۔[3] کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنی ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔

۳- یہ کہ امام ہر جماعت کو دو رکعتیں پڑھائے گا پھر پہلی دو رکعتیں امام کے لئے فرض ہوں گی جبکہ دوسری دو رکعتیں نفل ہوں گی۔ اور فرض والے کو نفل پڑھنے والے

---

۱ فتح میں فرمایا: اور طائفہ کے لفظ کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک پڑھی۔ اگر تین شخص ہوں اور انہیں خوف درپیش ہو۔ تو ان میں سے کسی ایک کو جائز ہے کہ ایک کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا پہرہ دے پھر دوسرا نماز پڑھے اور صلوٰۃ الخوف میں جس مقدار پر جماعۃ کا اطلاق ہو سکتا ہے یہ اس کی سب سے کم تعداد ہے۔

۲ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ المسافرین باب الصلوٰ الخوف۔

۳ دوسری جماعت۔

کی اقتداء کرنا جائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر سلام پھیر دیا۔ (الشافعی' نسائی) اور احمد' ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔ اور کچھ ساتھیوں کو دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر وہ بیٹھے ہے اور دوسرے آ گئے اور وہ ان کی جگہ ٹھہر گئے پھر انہیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر نبی ﷺ کو چار رکعات ہوئیں جبکہ باقی لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں [1]

اور احمد اور شیخین کی روایات میں انہیں سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں تھے۔ پھر نماز کی اقامت کہی گئی۔ پھر آپؐ نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں۔ پھر وہ پیچھے چلے گئے۔ اور دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی چار رکعتیں ہوئیں۔ جبکہ باقی لوگوں کی دو دو رکعتیں [2]

۴- یہ کہ دشمن قبلہ کی جانب میں ہو۔ تب امام دونوں جماعتوں کو اکھٹی نماز پڑھائے گا اور ساتھ ساتھ دونوں پہرے میں بھی شریک ہوں گی۔ اور سجدے تک تمام ارکان میں ان کے تابع ہوں گے۔ پھر ایک جماعت امام کے ساتھ سجدہ کرے گی جبکہ دوسری انتظار کرے گی۔ حتیٰ کہ جب پہلی جماعت فارغ ہو جائے گی تو یہ سجدہ کرے گی۔ اور جب وہ پہلی رکعت سے فارغ ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت آگے آ جائے گی اور پہلی کی جگہ ہو گی اور پہلی جماعت پیچھے چلی جائے گی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں۔ میں صلوٰۃ الخوف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا ہم نے ان کے پیچھے دو صفیں باندھ لیں اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ پھر نبی ﷺ نے تکبیر کہی تو ہم سب نے بھی تکبیر کہی۔ پھر رکوع کیا تو ہم سب نے

---

[1] منتقی الاخبار حدیث نمبر (۱۷۰۳) [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۱۳۶)

رکوع کیا پھر جب آپؐ نے تکبیر کہی تو ہم سب نے بھی تکبیر کہی۔ پھر رکوع کیا تو ہم سب نے رکوع کیا پھر جب آپؐ نے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی اکھٹے سر اٹھایا پھر وہ اور ساتھ والی صف سجدے کے لئے جھک گئے اور دوسری صف دشمن کے مقابلے[1] میں کھڑی رہی۔ پھر جب نبی ﷺ نے اور ان کے ساتھ والی صف نے سجدہ پورا کیا تو وہ کھڑے رہے اور دوسری جماعت رکوع کے لئے جھکی۔ پھر پچھلی صف آگے اور اگلی صف پیچھے چلی گئی۔ پھر نبی ﷺ نے رکوع کیا تو ہم سب نے بھی رکوع کیا پھر آپؐ نے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر اٹھالیا۔ پھر وہ جماعت سجدے کے لئے جھکی جو پہلی رکعت میں پیچھے تھی۔ اور پہلے والی صف دشمن کے سامنے کھڑے ہوگئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس صف کے ساتھ جو ان سے ملتی تھی سجدہ مکمل کر لیا تو پچھلی صف سجدے کے لئے جھکی پھر انہوں نے سجدہ کر لیا تو نبی ﷺ نے سلام پھیرا اور ہم سب نے بھی سلام پھیر دیا۔[2]

۵- دونوں جماعتیں امام کے ساتھ اکھٹی نماز میں داخل ہوں گی۔ پھر ایک جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہوگی اور دونوں میں سے ایک جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گی۔ پھر وہ جائیں گے اور دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے۔ پھر دوسری جماعت آئے گی پھر وہ خود ہی ایک رکعت پڑھی گی اور امام کھڑا رہے گا۔ پھر وہ دوسری جماعت کو دوسری رکعت پڑھائے گا۔ پھر جو جماعت دشمن کے مقابلے میں تھی وہ آئے گی اور اپنی ایک رکعت پڑھے گی اور امام اور دوسری جماعت بیٹھے رہیں گے پھر امام سلام پھیر لے گا تو وہ سب اکھٹے سلام پھیر دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے غزوہ نجد کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ رسول اللہ ؐ نماز عصر کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک جماعت ان کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمنوں کے مقابل تھے۔

---

[1] سامنے آگئی۔ [2] صحیح مسلم حدیث نمبر (۸۴۰)

انہوں نے بھی پھر ایک رکعت پڑھی اور اس جماعت نے بھی رکعت پڑھی۔ جو ان کے ساتھ تھی۔ پھر جو جماعت آپؐ کے ساتھ تھی۔ اس نے سجدہ کیا جبکہ دوسرے دشمن کے مقابلے پر بدستور رہے۔ پھر آپؐ بھی کھڑے ہوئے اور وہ جماعت بھی جو آپؐ کے ساتھ تھی۔ پھر وہ دشمن کے مقابلے میں چلے گئے۔ اور وہ جماعت آ گئی جو دشمن کے مقابلے پر تھی۔ پھر انہوں نے رکوع وسجدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ جیسے تھے ویسے ہی کھڑے رہے۔ پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر آپؐ نے جب دوسری رکعت پڑھی تو انہوں نے بھی ساتھ پڑھی آپؐ نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ مل کر سجدہ کیا۔ پھر وہ جماعت آ گئی جو دشمن کے مقابلے پر تھی انہوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور رسول اللہ اور ساتھ والے ویسے ہی تھے۔ پھر سلام تھا۔ آپؐ نے سلام پھیرا تو سب نے مل کر سلام پھیر دیا۔ یوں رسول اللہ ﷺ کی پھر بھی دو رکعتیں ہوئیں اور ہر جماعت کی بھی دو دو رکعتیں ہوئیں۔[1]

۶- یہ کہ ہر جماعت امام کے ساتھ ایک ایک رکعت پر اقتصار کرے گی۔ پھر امام کی دو رکعتیں اور ہر جماعت کی ایک ایک رکعت ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے "ذی قرد" میں نماز پڑھائی۔ لوگوں نے ان کے پیچھے دو صفیں بنا لیں ایک صف آپؐ کے پیچھے اور دوسری دشمن کے سامنے۔ لوگوں نے ان کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھی پھر یہ ان کی جگہ اور وہ ان کی جگہ آ گئے۔ پھر ان لوگوں کی باری آئی تو انہیں ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے ایک رکعت کی قضاء نہ کی۔ نسائی، ابن ماجہ اور اس کو صحیح بھی کہا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ پر حضر میں چار رکعتیں۔ سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض کی۔"[2]

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۴۰)

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۲۴۶)

اور حضرت ثعلبہ بن زھدم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم طبرستان میں حضرت سعید بن عاص کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا: تم میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: میں نے پڑھی ہے۔ پھر انہوں نے ان کو بھی ایک رکعت پڑھائی اور ان کو بھی ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے باقی قضاء نہیں کی۔[1]

خوف میں نمازِ مغرب کی کیفیت

نماز مغرب میں قصر نہیں ہوتی نہ ان احادیث میں جو صلوٰۃ الخوف میں مروی ہیں کوئی ایسی چیز ہے جو نمازِ مغرب کی کیفیت کے معارض ہو۔ اسی لئے علماء نے اختلاف کیا ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ امام پہلی جماعت کو دو رکعتیں اور دوسری کو ایک رکعت پڑھائے گا۔ جبکہ امام شافعی و احمد نے یہ بھی جائز رکھا کہ پہلی جماعت کو ایک رکعت اور دوسری کو دو رکعتیں پڑھائے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

سخت خوف کے دوران نماز پڑھنا:

جب لڑائی شدت اختیار کر جائے اور صفیں گوشت سے اٹنے لگیں تو ہر شخص بقدر استطاعت خود نماز پڑھ لے گا پیدل یا سوار۔ قبلہ کی جانب یا غیر قبلہ کی جانب رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کرے گا جیسے بھی ممکن ہو۔ (کرے) اور سجدے کو رکوع سے زیادہ جھکتا ہوا کرے اور جن ارکان کی ادائیگی سے وہ عاجز ہو وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے صلوٰۃ الخوف کو بیان کیا تو فرمایا:

---

1 سنن ابوداؤد حدیث نمبر (١٢٤٧)۔

''اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو پیدل ہو یا سوار (پڑھ لے) اور وہ بخاری میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔'' کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو پیدل پاؤں پر کھڑے کھڑے نماز پڑھ لو یا سواری کی حالت میں خواہ منہ قبلہ جانب ہو یا غیر قبلہ کی طرف''

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

اگر خوف اس سے بھی سخت ہو تو سواری کی حالت میں یا کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھ لے۔[1]

اس کی نماز جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو:

جس شخص دشمن کی تلاش میں ہو اور خوف ہو کہ وہ اس سے چھوٹ جائے گا تو اشارے سے پیدل چلتا ہوا غیر قبلہ کی طرف ہی نماز پڑھ لے گا۔ اور اس متعلق اس کا بھی حکم وہی ہے جس کے پیچھے دشمن لگا ہو اور جس کو دشمن رکوع سجدے سے روک دے۔ اس کا بھی حکم انہی دونوں کے ساتھ ملحق ہوگا۔ یا وہ شخص جو خود پر یا اپنے اھل پر یا مال پر خوف محسوس کرے خواہ دشمن سے ہو۔ چور سے ہو یا حیوانِ مفترش سے ہو۔ وہ جس طرف بھی متوجہ ہو اسی طرف نماز پڑھ لے۔ عراقی نے کہا: ہر دوڑ میں ایسا ہو سکتا ہے جو مباح ہو خواہ سیلاب سے ہو یا آگ کی وجہ سے ہو جبکہ وہ اس سے ہٹنے کی راہ نہ پائے۔ اسی طرح وہ قرض دار جو تنگدست ہو۔ جو کہ وہ تنگدستی کا ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہو۔ گو کہ قرض خواہ اس کو روکنے میں کامیاب بھی ہو جائے اور اس کی تصدیق نہ کرے۔ اسی طرح وہ شخص جس پر قصاص ہو اگر وہ اس صورت میں معافی کا امیدوار ہو کہ اس کے غائب ہونے سے قصاص لینے والے کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن انیس سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان الھذلی کی طرف بھیجا جو عرفات کی جانب تھا۔ کہ ''جاؤ اور اسے

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر:۹۴۳

قتل کر دو۔'' کہتے ہیں۔ میں نے اس کو تب دیکھا جبکہ نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے کہا: مجھے خوف ہے کہ میرے اور اس کے درمیان ایسا ہو گا جو نماز کو تاخیر کرے گا میں اس کی طرف چلتا گیا اور نماز پڑھتا رہا اور اشارہ کرتا رہا۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے مجھے کہا۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا ایک عربی ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم اس شخص کے متعلق اجتماع کر رہے ہو میں تمہارے پاس اسی سلسلے میں آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں اس میں کوشش کر رہا ہوں۔ پھر میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ جب میرے لئے ممکن ہوا تو میں نے اس پر تلوار (سونٹی اور وار کیا) حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔[1] حافظ نے اس کی اسناد کو حسن کہا۔

❁❁❁

[1] صحیح سنن ابوداؤد حدیث نمبر (١٢٤٩)

نمازِ سفر

۱- چار رکعتوں والی نماز:[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾

''اور جب تم زمین میں چلو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز کو قصر کرلو اگر تم کو ڈر ہو کہ کافر لوگ تم کو فتنہ میں ڈالیں گے۔''

اس میں جو سفر کی قید ہے اس پر عمل نہ ہوگا۔ لہذا حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے کہا آپ کا لوگوں کی نماز قصر کے متعلق کیا خیال ہے[۲] جبکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ''کہ اگر تم کو ڈر ہو کہ کافر لوگ تم کو فتنہ میں ڈالیں گے'' آج یہ بات تو ختم ہو چکی حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے اس بات پر تعجب کیا تھا جس پر تم نے تعجب کیا تو میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تھا آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو''[۳] ابن جریرؒ نے حضرت ابو منیب الجرشی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اللہ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا اور جب تم زمین میں چلو آخر آیت

---

[۱] زمین میں چلنا: یہ سفر اور جائے رہائش سے نکل جانے سے عبارت ہے جبکہ جناح گناہ کو کہتے ہیں اور نماز کو قصر کرنے کا مطلب اس کا کچھ حصہ چھوڑنا ہے۔

[۲] یعنی آپ مجھے قصر کی وجہ بتایئے جب کہ وہ خوف تو جاتا رہا جو اس کا سبب ہے جیسا کہ آیت میں صراحت ہے۔

[۳] مختصر صحیح مسلم (۴۳۳)

تک۔ ہم امن میں ہیں ہم کو خوف نہ ہو تو کیا ہم نماز قصر کریں گے؟ فرمایا ''تمہارے لیے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں : نماز مکہ میں دو دو رکعت فرض کی گئی جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو ہر نماز کی دو رکعتوں کے ساتھ دو رکعتیں بڑھا دی گئیں سوائے مغرب کے کہ وہ دن کے وتر ہیں اور سوائے نماز فجر کے کیونکہ اس میں قرأت لمبی ہے اور جب آپؐ سفر کرتے تو پہلے والی نماز پڑھتے تھے۔[1] (یعنی وہ جو مکے میں فرض کی گئی تھی) (احمد' بیہقی' ابن حبان اور ابن خزیمہ جب کہ اس کے رجال ثقات ہیں)

ابن القیم فرماتے ہیں آپ ﷺ چار رکعت والی نماز کو قصر کرتے جب آپ سفر پر نکلتے اس وقت سے مدینہ واپس آنے تک اس کی دو رکعت پڑھتے آپؐ سے یہ ثابت نہیں کہ آپؐ نے چار والی نماز کو پورا پڑھا ہو اور نہ ہی اس میں کسی بھی امام نے اختلاف کیا ہے۔ گو کہ قصر کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت عمر علی ابن مسعود ابن عباس' ابن عمر اور جابر کا قول اس کے وجوب کا ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔[2]

مالکیہ کا قول ہے کہ یہ ایسی سنت موکدہ ہے جس کی جماعت سے بھی زیادہ تاکید کی گئی ہے اگر مسافر کو کوئی ایسا مسافر نہ ملے جس کی وہ اقتداء کر سکے تو وہ اکیلے قصر نماز پڑھ لے گا اس کا مقیم کی اقتداء کرنا مکروہ ہے حنبلیوں کے نزدیک قصر جائز ہے اور یہ پوری پڑھنے سے افضل ہے اس طرح شافعیہ کے ہاں بھی ہے بشرطیکہ وہ قصر کی مسافت تک پہنچ چکا ہو۔

۲۔ قصر کی مسافت:

آیت سے جو معنی فوراً ذہن میں آتا ہے یہ ہے کہ لغت میں جسے بھی سفر کہا جا سکے

---

[1] مسند امام احمد طبع بیروت۔

[2] حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ جس نے چار رکعت والے فرض کو چار رکعت پڑھا اگر وہ دوسری رکعت تشہد کے بعد بیٹھا رہا اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی کیونکہ سلام میں تاخیر ہو گئی ہے جو دو رکعتوں سے زیادہ ہے وہ نفل ہے اور اگر دو رکعت پڑھ کے نہ بیٹھا تو اس کی یہ فرض نماز صحیح نہ ہو گی۔

وہ چھوٹا ہو یا لمبا اس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے گی جمع بھی کی جائے گی نیز روزہ بھی چھوڑا جائے گا حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس مطلق کو مقید کردے ابن المنذر وغیرہ اس مسئلہ میں بیس سے زیادہ قول نقل کئے ہیں ان میں سے جو صحیح ترین مروی ہے ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

احمد، مسلم، ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت یحیٰ بن یزید سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک سے نماز قصر کے متعلق سوال کیا حضرت انسؓ نے فرمایا جب نبی ﷺ تین میل یا تین فرسخ کی مسافت پر نکلتے تو دو رکعت پڑھتے[1] حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں اس کی وضاحت میں صحیح ترین اور صریح ترین روایت یہی ہے رہا میل اور فرسخ کا تردد تو یہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کی اس صحیح حدیث سے ختم ہو جائے گا وہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ ایک فرسخ کے سفر پر نکلتے تو نماز قصر کرتے۔[2] (سنن سعید بن منصور اور اسے حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر میں ذکر کیا ہے اور اس پر اپنے سکوت سے صحت کی تصدیق کی ہے) یہ بات معروف ہے کہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا حضرت ابو سعید کی حدیث حضرت انس کو حدیث میں واقع شک کو دور کرتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ کم از کم مسافت جس میں رسول اللہ ﷺ نے قصر کی ہے وہ تین میل ہے فرسخ 5541 میٹر کا ہوتا ہے جبکہ میل 1748 میٹر ہوتا ہے قصر کی مسافت جو کم از کم مروی ہے اس میں ایک میل بھی ہے اس روایت کو باسناد صحیح ابن أبی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے جب کہ ابن حزم نے بھی اسی کو اپنایا ہے ایک میل سے کم پر قصر چھوڑ دینے پر انہوں نے اپنے الفاظ میں دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ مردوں کے دفن کیلئے (جنت) البقیع (قبرستان) تک جاتے نیز قضائے حاجت کیلئے کھلی جگہ تک جاتے اور قصر نہ کرتے

۱۔ سنن ابی داؤد حدیث نمبر (۱۲۰۱)

۲۔ مصنف ابی ابی شیبہ (۲۴۴)

تھے رہا وہ جو بعض فقہاء کا مذہب ہے کہ سفر کا طویل ہونا شرط ہے کم از کم بعض کے ہاں وہ دو مرحلوں کا ہوگا جبکہ دیگر کے ہاں تین مراحل کا ہوگا ان لوگوں ۔کے جواب میں ہمارے پاس اسی بات میں کافی وزن ہے جو الامام ابو القاسم الخرقی نے کہا ہے وہ المغنی میں فرماتے ہیں مصنف کہتے ہیں جس طرف (یہ) ائمہ گئے ہیں اس کی میں کوئی دلیل نہیں پاتا کیونکہ صحابہ کے اقوال متعارض اور مختلف ہیں اختلاف کے باوجود ان میں کوئی دلیل نہ ہے حضرت ابن عمر اور ابن عباس سے اس نظریہ کے خلاف مروی ہے جس سے ہمارے اصحاب نے دلیل لی ہے پھر اگر یہ نہ بھی ہو پھر بھی نبی ﷺ کے قول اور آپؐ کے فعل کے ہوتے ہوئے ان کے قول میں کوئی حجت نہ ہے جب ان کے اقوال ثابت نہ ہیں تو جو اندازہ انہوں نے اپنایا ہے اسے اپنانا دو وجہ سے منع ہے پہلی یہ کہ یہ نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے جسے ہم نے روایت کیا ہے اور یہ قرآن کے ظاہر کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن کا ظاہر ہر اس شخص کیلئے قصر کو مباح کرتا ہے جو زمین میں سفر کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور جب تم زمین میں چلو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ تم نماز کو قصر کر لو خوف'' کی شرط اس حدیث سے ساقط ہوگئی جسے حضرت یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا ہے آیت کا ظاہر ہر اس شخص کے اپنانے کے لئے باقی رہ گیا جو زمین میں چلے نبی ﷺ کا فرمان مسافر تین دن تک مسح کرے گا'' یہ مسح کی مدت کی وضاحت کیلئے آیا ہے اس سے یہاں پر دلیل نہیں کی جاسکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ چھوٹی سی مسافت بھی تین دن میں طے ہو نبی ﷺ نے اسے بھی سفر کا نام دیا ہے لہذا فرمایا جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کیلئے حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن کا سفر کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس اندازے کی بنیاد توقیف ہے۔لہذا صرف رائے کی بنیاد نہ ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اور نہ ہی کوئی مثال ہے جس پر قیاس کیا جائے دلیل انہی لوگوں کی (مضبوط) ہے جنہوں نے ہر مسافر کیلئے قصر کو مباح بتایا

ہے الا یہ کہ اس کے خلاف اجماع قائم ہو جائے اس میں ہوائی جہاز یا ریل گاڑی کا سفر بھی ہے[۱] جیسا کہ طاعت و غیر طاعت سفر بھی ہے جس شخص کا کام ہمیشہ سفر کا متقاضی ہو جیسے ملاح اور جانور[۲] چلانیوالے ہیں تو اس کو قصر کی اور روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی جائے گی کیونکہ وہ حقیقتاً مسافر ہے۔

۳- وہ جگہ جہاں سے قصر (شروع) کی جائے گی:

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب آدمی آبادی کو چھوڑ دے اور شہر سے نکل جائے تو قصر نماز شروع ہو جائے گی۔ یہ بات شرط ہے اور نماز کو اس وقت پورا نہ پڑھے گا جب تک (شہر کا) پہلا گھر نہ آ جائے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں: کہ میں نہیں جانتا حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے اپنے سفر میں سے کسی سفر میں مدینہ سے نکل جانے سے قبل قصر کیا نبی ﷺ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں دو رکعت[۳] بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ جس نے سفر کی نیت کر لی وہ قصر کرے گا گو وہ اپنے گھر میں ہی ہو۔

۴- مسافر (نماز کو) پورا کب کرے گا؟

مسافر جب تک مسافر رہے نماز کو قصر کرے گا اگر وہ کسی ضرورت کیلئے ٹھہر گیا ہے اس کے پورا ہونے کا انتظار کرتا ہے تو بھی وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ وہ مسافر شمار ہو گا گو اسے سالوں رہنا پڑے۔ اگر اس نے کسی متعین مدت تک اقامت کی نیت کر لی تو امام ابن القیم نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اقامت سفر کے حکم سے خارج

---

۱ پہلی بات یہ ان لوگوں کے رد میں ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کی فرمانبرداری کے عمل والے سفر میں قصر جائز ہے اس کی نافرمانی کے عمل والے سفر میں قصر جائز نہیں ہے یعنی مولف کے نزدیک ہر طرح کے سفر میں جائز ہے۔ از مترجم

۲ یعنی پہلے زمانوں میں جو لوگ جانوروں پر لوگوں کو سواری کرتے تھے آج کل گاڑیوں کے ڈرائیور حضرات بھی اس حکم میں ہونگے۔ واللہ اعلم۔ از مترجم

۳ صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۰۸۹)

نہیں کرتی وہ لمبی ہو جائے یا چھوٹی ہو بشرطیکہ وہ اس جگہ کو اپنا وطن (مستقل رہائش گاہ) نہ بنا لے۔ اس میں علماء کی بکثرت آراء ہیں۔

ابن القیم نے ان کا خلاصہ بیان کیا ہے اور اپنی رائے کی تائید حاصل کرتے ہوئے کہا ہے رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن رہے نماز قصر کرتے تھے آپؐ نے امت کیلئے یہ نہیں فرمایا کہ آدمی اگر اس سے زیادہ اقامت کرے تو قصر نہیں کر سکتا بلکہ آپؐ کی اس مدت تک اقامت اتفاقاً ہوگئی تھی۔ بحالت سفر اس طرح کی اقامت انسان کو حکم سفر سے خارج نہیں کرتی وہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا بشرطیکہ وہ اس جگہ کو وطن بنانے والا اور رہائش رکھنے کا پختہ عزم کئے ہوئے نہ ہو اس میں سلف اور خلف کا بہت اختلاف ہے صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ اپنے کسی سفر میں تو انیس (۱۹) دن تک ٹھہرے رہے آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے تھے لہذا ہم جب انیس (۱۹) دن اقامت کرتے ہیں ہم دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور اگر ہم زیادہ کرتے ہیں تو نماز کو پورا کرتے ہیں۔ امام احمد کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے آپؐ کے زمانۂ فتح میں مکہ میں ٹھہرنے کی مدت مراد لی ہے۔ لہذا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایام فتح میں مکہ میں اٹھارہ دن ٹھہرے۔ کیونکہ آپؐ کا ارادہ حنین کا تھا اور آپؐ نے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ نہ کیا تھا۔ یہ آپؐ کی وہ اقامت ہے جسے حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے اس سے آپؐ کا تبوک میں ٹھہرنا مراد لیا ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں نبی ﷺ تبوک میں بیس دن ٹھہرے آپؐ نماز قصر کرتے تھے۔ (مسند امام احمد)

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں ہم حضرت سعدؓ کے ساتھ شام کے کسی گاؤں میں چالیس دن رہے حضرت سعد وہاں پر نماز قصر کرتے رہے اور ہم پوری پڑھتے رہے نافعؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ آذربائیجان میں چھ مہینے رہے نماز دو رکعت

پڑھتے رہے آپ کے وہاں سے نکلنے کے درمیان برف رکاوٹ بن گئی تھی۔[1] حفص بن عبداللہؒ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ شام میں دو سال رہے وہ مسافر والی نماز پڑھتے رہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں اصحاب نبی ﷺ رام ھرمز (شہر) میں سات مہینے رہے وہ نماز قصر کرتے تھے حضرت حسن فرماتے ہیں میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ کابل میں دو سال رہا آپ نماز قصر کرتے تھے لیکن جمع نہ کرتے تھے ابراہیم فرماتے ہیں لوگ ری (شہر) میں سال یا اس سے زیادہ اور سجستان میں دو سال رہا کرتے تھے۔[2] تو یہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کی سیرت آپ کے سامنے ہے اور یہی درست راہ ہے رہا لوگوں کا مذہب: تو امام احمد فرماتے ہیں جب کسی نے چار روز اقامت کی نیت کر لی وہ نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس سے کم کی کی تو قصر کرے گا انہوں نے ان تمام روایات کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اقامت کی بالکل نیت نہ کی تھی[3] بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آج نکلیں گے ہم کل نکلیں گے یہ بات محل نظر ہے جو کہ مخفی نہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا وہ جس طرح کا تھا ویسے ہی تھا آپؐ وہاں اسلام کی بنیادیں قائم کرنے اور رد شرک کی بنیادیں گرانے نیز اردگرد کے عرب کیلئے آپ راستہ ہموار کرنے کو بیٹھے تھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس میں کئی دن ٹھہرنے کی ضرورت پڑتی ہے یہ کام ایک یا دو دن میں نہیں ہو سکتا اسی طرح آپ جب تبوک میں ٹھہرے آپؐ دشمن کا انتظار کر رہے تھے یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کے اور ان کے درمیان متعدد مراحل کا فاصلہ تھا جس سے گزرنے میں کئی دن لگتے تھے آپ کو معلوم تھا کہ وہ چار دن تک نہ پہنچ سکیں گے۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق (۲/۵۳۳)

[2] اور نماز قصر کرتے تھے یہ عبارت اصل کتاب سے ساقط ہو گئی ہے۔ از مترجم

[3] یعنی قصر کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عمر[1] کا آذربائیجان میں چھ ماہ ٹھہرنا آپؓ برف کی وجہ سے نماز قصر کرتے تھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ اس طرح کی برف چار دن میں نہ ہٹتی ہے اور نہ اس طرح پگھلتی ہے کہ راستہ کھل جائے اسی طرح حضرت انسؓ کا شام میں دو سال رہ کر قصر کرنا۔ صحابہ کا رام ہرمز میں سات ماہ رہ کر قصر کرنا یہ بات بھی معلوم ہے کہ اس طرح کی رکاوٹ اور جہاد چار دن میں ختم نہیں ہو جاتے۔ امام احمدؒ کے ساتھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن سے جہاد' بادشاہ کی قید یا چھوٹی بیماری کی وجہ سے اقامت کر لے اس کا گمان غالب اس ضرورت کا تھوڑی مدت یا لمبی مدت میں ختم ہو جانے کا ہو یہی درست ہے لیکن انہوں نے اس پر ایک شرط لگائی ہے جس پر کتاب' سنت' اجماع اور عمل صحابہؓ سے کوئی دلیل نہ ہے وہ کہتے ہیں اس میں شرط یہ ہے کہ اس کی ضرورت اس مدت میں ختم ہو جانے کا احتمال ہو جو مدت حکم سفر کو نہ توڑ دے جو کہ چار دن سے کم ہے کہتے ہیں تم نے یہ شرط کہاں سے لی ہے؟ جب کہ نبی ﷺ جب مکہ میں چار دن سے زیادہ ٹھہرے نماز قصر کرتے رہے آپؐ نے صحابہؓ کو کچھ نہ کہا اور نہ یہ وضاحت کی آپ کا ارادہ چار دن سے زیادہ رہنے کا نہ تھا۔ آپؐ کو معلوم تھا کہ صحابہؓ نماز میں میری پیروی کریں گے اور اس کی قصر میں آپؐ کی مدت اقامت کو بنیاد بنائیں گے آپؐ نے ان کو ایسا ایک حرف بھی نہ کہا کہ تم چار دن سے زیادہ اقامت میں قصر نہ کرو۔ اس کی وضاحت اہم ترین ضرورت تھی۔ ایسے ہی صحابہ نے آپ کے بعد اسی کی پیروی کی اور جوان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے انہوں نے ان کو کچھ نہ کہا۔

امام مالک اور شافعیؒ فرماتے ہیں: اگر چار دن سے زیادہ رہنے کی نیت کر لے نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس سے کم کی نیت کرے قصر کرے گا۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر پندرہ دن اقامت کی نیت کرے نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس سے کم کی نیت کرے قصر کرے گا یہی لیث بن سعد کا مذہب ہے

---

[1] یہ حضرت عمر کی بجائے ابن عمر تھے کہ پیچھے گزر۔ (مترجم)

تین صحابہ حضرت عمرؓ، ان کے بیٹے اور ابن عباسؓ کی رائے بھی یہی ہے۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں جب تو چار دن کا ارادہ کرے تو چار رکعت پڑھ۔ ان سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرح کا قول بھی مروی ہے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر دس دن اقامت ہو تو آدمی نماز پوری پڑھے گا حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حسن فرماتے ہیں وہ قصر کرے گا جب تک شہر کو نہ چھوڑ دے حضرت عائشہ فرماتی ہیں وہ قصر کرے گا جب تک زاد راہ اور سو کا تھیلا نہ رکھ دے۔ ائمہ اربعہ رحمھم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر وہ کسی حاجت کو ٹھہرا رہے جس کے پورا ہونے کا انتظار کرتا ہو وہ کہتا ہو آج نکل جاؤں گا (کل نکل جاؤں گا) وہ ہمیشہ قصر کرتا جائے گا سوائے شافعی کے ان کے دو قولوں میں سے ایک کے مطابق وہ وہاں پر سترہ دن یا اٹھارہ دن قصر کرے گا اور اس کے بقصر نہ کرے گا ابن المنذر فرماتے ہیں اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسافر کیلئے قصر کی اجازت ہے جب تک وہ رہائش کا پختہ عزم نہ کرلے گو اس پر سالوں گزر جائیں۔

۵- سفر میں نفل نماز:

جمہور علماء کا مذہب اس شخص کیلئے نفل کی عدم کراہت ہے جو سفر میں نماز قصر کرتا ہو اس میں نمازوں کے ساتھ مقررہ سنتوں وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے ام ہانی کے گھر غسل کیا اور آٹھ رکعت (نماز چاشت) پڑھی[1] حضرت ابن عمر سے مروی ہے آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھ لیتے تھے۔ حسن فرماتے ہیں: اصحاب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے تو فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عمر وغیرہ کی رائے ہے کہ فرض کے ساتھ اس سے قبل اور اس کے بعد نفل نماز مشروع نہ ہے سوائے آدھی (کی نماز) کے۔ ایک قوم کی رائے ہے کہ (فرض) نماز کے بعد نفل نماز پڑھی جائے گی

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۱۱۰۱-۱۱۰۲)

بعض کہتے ہیں اگر میں نفل پڑھوں تو اس سے بہتر ہے کہ میں (فرض کو) پورا کرلوں۔ اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ آپؐ نے اپنی وفات تک دورکعت سے زیادہ نہ پڑھیں میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہا آپؓ نے دورکعت سے زیادہ نہ پڑھیں انہوں نے حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا تمہارے لیے اللہ کے پیغمبرؐ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔[1] حضرت حسن نے جو کچھ بتایا ہے اور ابن عمرؓ نے جو کچھ بتایا ہے ابن قدامہ نے ان دونوں کو جمع کر کے کہا ہے کہ حسن کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے جبکہ ابن عمر کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہ ہے۔

۶- بروز جمعہ سفر:

جمعہ کے روز سفر میں حرج نہ ہے جب تک نماز کا وقت نہ آ جائے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر آج جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں ضرور سفر پر نکل جاتا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نکل جا بے شک جمعہ سفر سے نہیں روکتا حضرت ابوعبیدۃ نے جمعہ کے روز سفر کیا اور نماز کا انتظار نہ کیا زہری نے بروز جمعہ دن چڑھتے ہی سفر کا ارادہ کیا آپؒ کو اس متعلق کہا گیا تو فرمانے لگے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے روز سفر کیا اور نماز کا انتظار نہ کیا۔ زہری نے بروز جمعہ دن چڑھتے ہی سفر کا ارادہ کیا آپ کو اس متعلق کہا گیا تو فرمانے لگے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے روز سفر کیا۔

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر (۳۵۷)

دونمازوں کو جمع کرنا

نمازی کیلیئے ظہر اور عصر کو تقدیم اور تاخیر میں جمع کر لینا[1] جائز ہے مغرب اور عشاء کی بھی اسی طرح[2] جب درج ذیل حالات میں سے کوئی حالت درپیش ہو۔

۱-عرفہ اور مزدلفہ میں جمع:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت جمع تقدیم۔ جبکہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں جمع تاخیر کرنا سنت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

۲-سفر میں جمع:

اکثر اہل علم کے قول کے مطابق سفر میں دونمازوں کو کسی ایک وقت میں جمع کر لینا جائز ہے اس میں چلتے ہوئے اور ٹھہرے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہ ہے حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک میں تھے آپؐ کے چلنے سے پہلے اگر سورج ڈھل جاتا آپ ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے اور اگر سورج ڈھلنے سے قبل چل پڑتے تو ظہر کو مؤخر کرتے حتی کہ عصر کیلیئے اترتے۔ مغرب میں بھی اسی طرح کرتے اگر چلنے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے پہلے چل پڑتے تو مغرب کو مؤخر کرتے حتی کہ عشاء کیلیئے اترتے پھر ان دونوں

---

[1] دو نمازوں کو پہلے کے وقت میں جمع کرنا جمع تقدیم جب کہ دوسری کے وقت جمع تاخیر ہے

[2] علماء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جمع کرنا صرف ظہر عصر اور مغرب وعشاء کے درمیان ہوگا۔

کو جمع کر لیتے۔[1]

حضرت کریبؒ سے مروی ہے وہ حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سفر والی نماز کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا جب آپؐ کیلئے سورج ڈھل جاتا اور آپؐ اپنے گھر میں ہوتے تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے اور اگر شام کو گھر ہوتے ہوئے نہ ڈھلتا آپ چل پڑتے حتی کہ جب نماز عصر کا وقت آ جاتا آپؐ اترتے اور ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے جبکہ آپؐ کیلئے مغرب کا وقت اپنے گھر میں ہو جاتا آپؐ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے اور اگر آپؐ کے گھر[2] وقت نہ ہوا ہوتا آپؐ سوار ہو جاتے حتی کہ جب عشاء کا وقت ہوتا اترتے تو دونوں کو جمع کر لیتے۔ (احمد' مسند شافعی)

اس میں[3] یہ بھی ہے فرمایا: اگر آپ سورج ڈھلنے سے قبل چلتے تو ظہر کو مؤخر کر لیتے حتی کہ اس کو اور عصر کو عصر کے وقت جمع کرتے۔ (بیہقی باسناد جید) اور فرماتے ہیں: سفر کے عذر سے دو نمازوں کو جمع کرنا صحابہؓ اور تابعینؒ کے درمیان مشہور اور مستعمل امور میں سے ہے۔ مالک نے موطا میں حضرت معاذؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک میں ایک روز نماز کو مؤخر کیا آپؐ نکلے تو آپؐ نے ظہر اور عصر کو اکٹھے پڑھا پھر چلے گئے پھر آئے تو مغرب اور عشاء کو اکٹھے پڑھا۔

شافعی فرماتے ہیں ''پھر چلے گئے پھر آئے'' یہ آپؐ کے ٹھہرنے کی حالت میں ہی ہوا ہے ابن قدامہ المغنی میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ابن عبد اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح اور ثابت الاسناد ہے اہل سیر نے فرمایا: غزوۂ تبوک ۹ ھ میں ہوا یہ ان لوگوں کے خلاف سب سے واضح دلیل اور قوی حجت ہے جو کہتے ہیں کہ

---

[1] صحیح سنن ابو داؤد (جلد نمبر۲۔ حدیث نمبر ۱۰۶۷)

[2] سنن ابو داؤد (حدیث نمبر ۱۲۲۰)

[3] یعنی جمع کی نیت نہ بتائی تھی۔ از مترجم

جمع تبھی ہوسکتی ہے جب چلنے میں کوئی تیزی/ جلدی ہو کیونکہ آپؐ یہاں ٹھہرے ہوئے جمع کرتے رہے۔ آپؐ چل نہ رہے تھے آپؐ اپنے خیمہ میں ٹھہرتے باہر آتے دو نمازیں اکٹھی پڑھاتے پھر اپنے خیمہ میں چلے جاتے۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے فرماتے ہیں: تو آپؐ ظہر اور عصر کو اکٹھے اور مغرب اور عشاء کو اکٹھے پڑھتے تھے اس حدیث کو اپنا لینا متعین ہے کیونکہ یہ ثابت ہے اور اپنے حکم میں صریح ہے جب کہ اس کے معارض بھی کوئی حدیث نہ ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جملہ رخصتوں میں سے ایک رخصت ہے تو اسے بھی قصر اور مسح کی طرح صرف چلنے کی حالت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا لیکن تاخیر افضل ہے۔ انتھیٰ

جمع اور قصر میں نیت شرط نہ ہے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں یہ جمہور علماء کا قول ہے فرماتے ہیں جب نبی ﷺ نماز جمع اور قصر پڑھاتے تو کسی کو جمع اور قصر کی نیت کا حکم نہ فرماتے تھے بلکہ آپؐ مکہ سے مدینہ کی طرف نکلے آپ نے بغیر جمع کے دو رکعت پڑھیں پھر لوگوں کو عرفہ میں ظہر کی نماز پڑھائی آپؐ نے ان کو نہ بتایا تھا کہ آپ اس کے بعد عصر پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں پھر آپؐ نے ان کو عصر کی نماز پڑھا دی انہوں نے جمع کی نیت نہ کی تھی یہ جمع تقدیم ہے اسی طرح جب آپ مدینہ سے نکلے آپ نے ان کو ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں اور ان کو قصر کی نیت کا حکم نہ دیا رہا دو نمازوں کو پے درپے پڑھنا تو اس متعلق انہوں نے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اس میں کسی حالت کی شرط نہ ہے نہ پہلی کے وقت میں اور نہ دوسری کے وقت میں کیونکہ اس کیلئے ۔۔ میں کوئی حد نہ ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا خیال رکھنے سے رخصت کا مقصد ساقط ہو جائے گا شافعی فرماتے ہیں اگر کسی نے اپنے گھر میں مغرب جمع کی نیت سے پڑھ لی پھر مسجد میں ایا تو عشاء پڑھ لی یہ جائز ہے۔ امام احمد سے بھی ایسا مروی ہے۔

۳- بارش میں جمع:

اُثرم نے اپنی سنن میں حضرت ابوسلمۃ ابن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے جب بارش والا دن ہو تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیا جائے بخاری میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بارش والی رات مغرب وعشاء کو جمع کیا۔[1]

اس حوالہ سے خلاصۂ مذاہب یہ ہے کہ شافعیہ مقیم کیلئے ظہر عصر اور مغرب عشاء میں صرف جمع تقدیم کی اجازت دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پہلی نماز کی تکبیر تحریمہ سے فراغت تک اور دوسری نماز کے شروع تک بارش کا وجود ہو۔ امام مالک کے نزدیک مسجد میں مغرب وعشاء کی جمع وتقدیم جائز ہے جب بارش ہو رہی ہو یا متوقع ہو اسی طرح جب اندھیرے میں کیچڑ ہو بشرطیکہ وہ کیچڑ عام لوگوں کو جوتا پہننے سے مانع ہو انہوں نے بارش کی وجہ سے ظہر وعصر کو جمع کرنا مکروہ سمجھا ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک برف' اولوں' شدید سردی اور کپڑے تر کر دینے والی بارش کی وجہ سے صرف مغرب وعشاء کو ہی تقدیم اور تاخیر میں جمع کر لینا جائز ہے یہ رخصت بھی اس شخص کیلئے خاص ہو گی جس نے دور سے آ کر مسجد میں نماز باجماعت پڑھنی ہے اس کو راستہ میں بارش سے دشواری ہے۔ رہا وہ شخص جو مسجد میں ہے یا اپنے گھر میں نماز باجماعت پڑھتا ہے یا مسجد کی طرف کسی چیز کا پردہ[2] کر کے جاتا ہے یا مسجد اس کے گھر کے دروازے کے پاس ہے تو اس کیلئے جمع جائز نہ ہے۔

۴- مرض یا عذر کے سبب جمع:

امام احمد' قاضی حسین الخطابی اور شافعیہ میں سے المتولی کا مذہب یہ ہے کہ عذر مرض سے جمع تقدیم وتاخیر جائز ہے کیونکہ اس میں مشقت بارش سے شدید تر ہے۔ نوویؒ فرماتے ہیں دلیل کی رو سے یہ مذہب قوی ہے المغنی میں ہے جو مرض جمع کو جائز

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب الجمع بین الصلاتین

[2] جیسے آج کل چھتریاں یا محفوظ گاڑیاں ہوتی ہیں۔ از مترجم

کرتی ہے وہ ایسی ہونی چاہئے جس میں نماز ادا کرتے وقت تکلیف اور کمزوری لاحق ہوتی ہو حنبلیوں نے گنجائش دی ہے انہوں نے عذر والے اور ڈرنے والے کیلئے جمع تقدیم و تاخیر کو جائز کہا ہے انہوں نے اس دودھ پلانے والی کو بھی اجازت دی ہے جس کیلئے ہر نماز کے وقت کپڑے دھونا مشکل ہو' مستحاضہ کو بھی اور سلسل البول[1] والے کو بھی طہارت سے عاجز کو بھی اور اس شخص کو بھی جسے اپنی جان' مال یا عزت پر خطرہ ہو۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں جمع کے حوالہ سے سب سے وسعت والا مذہب امام احمد کا ہے انہوں نے بوقت مصروفیت بھی جمع کی اجازت دی ہے جیسا کہ نسائی نے اسے مرفوعا نبی ﷺ سے بیان کیا ہے حتی کہ وہ کہتے ہیں کہ کھانا اور روٹی پکانے والا اور اس طرح کے دیگر لوگوں کیلئے بھی جمع کی اجازت ہے جن کا مال خراب ہو جانے کا ڈر ہو۔

۵- حاجت میں جمع:

شرح مسلم میں نوویؒ فرماتے ہیں: ائمہ کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ بوقت ضرورت حضر میں بھی جمع اس شخص کے لیے جائز ہے جو اس کو عادت نہ بنا لے۔

اصحاب مالک میں سے اُشہبؒ اور ابن سیرینؒ کا بھی یہی قول ہے خطابی نے اسے اصحاب شافعی سے الشاشی الکبیر اور القفال سے بیان کیا ہے ابو اسحاق المروزی اور اصحاب الحدیث کی ایک جماعت سے بھی یہ مروی ہے ابن المنذر نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔ اس کے ظاہر کی تائید حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ آپؐ کی امت حرج میں پڑ جائے لہذا آپؐ نے اسے کسی مرض وغیرہ کی علت کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی جس حدیث کی طرف وہ اشارہ کر رہے ہیں اسے امام مسلم نے انہی سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر عصر اور مغرب عشاء کو بغیر خوف اور بغیر بارش کے جمع کیا

---

[1] مستحاضہ اور سلسل البول والوں کے تفصیلی مسائل کیلئے ہماری شائع کردہ کتاب الطہارۃ کا مطالعہ کریں۔ از مترجم

[2] مناسب عبادت یوں لگتی ہے کہ جو اس کو عادت نہ بنائے واللہ اعلم از مترجم

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ اپنی امت کو حرج/مشکل میں ڈالیں[1]۔ بخاری اور مسلم نے انہی سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں سات اور آٹھ[2] رکعتیں یعنی ظہر عصر اور مغرب عشاء (اکٹھی) پڑھائیں[3]۔ مسلم میں حضرت عبداللہ شقیق سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک روز ہمیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عصر کے بعد خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے واضح ہو گئے لوگ کہنے لگے نماز! نماز! کہتے ہیں بنو تیم کا ایک شخص آیا جو نماز نماز کہنے سے نہ تھکا اور نہ رکا حضرت ابن عباس نے فرمایا: تیری ماں نہ ہو کیا تو مجھے سنت سکھائے گا؟ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے ظہر عصر اور مغرب عشاء کو جمع کیا عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں میرے دل میں اس متعلق کچھ کھٹکا پیدا ہوا میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس گیا میں نے ان سے پوچھا تو آپ نے ان کی بات کی تصدیق کر دی۔[4]

فائدہ:

المغنی والے نے فرمایا: اگر آدمی دو نمازوں کو پہلی کے وقت میں مکمل پڑھ چکا۔ ان دونوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ عذر جاتا رہا ابھی دوسری کا وقت بھی شروع نہ ہوا تھا تو اس کی نماز کافی ہو جائے گی اس پر دوسری نماز کو اس کے وقت میں دہرانا لازم نہ آئے گا کیونکہ نماز صحیح ہو چکی اس کے ذمہ سے کفایت کر چکی اس کا ذمہ پورا ہو چکا اس کے بعد اس پر اس ذمہ داری کی ادائیگی نہیں رہی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اپنا فرض بحالت عذر ادا کیا تھا تو اس عذر کے ختم ہو جانے سے وہ عمل وضو کرنے والے کو اگر نماز ادا کرنے کے بعد پانی مل جائے باطل نہ ہو گا جیسے تیمم۔

---

1. صحیح مسلم (۲۱۵/۵)
2. یعنی سات اکٹھی اور آٹھ اکٹھی جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے مراد یہ ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کریں تو آٹھ رکعت بنتی ہیں جبکہ مغرب وعشاء کی سات۔ از مترجم
3. اللؤلؤ والمرجان (جلد نمبر ا حدیث نمبر ۴۱۱)
4. صحیح مسلم (۵/ ۲۱۷۔۲۱۸)

کشتی/ بحری جہاز، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز:

بحری جہاز/کشتی، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں جیسے بھی نمازوں کے لئے آسانی ہو بلا کراہت نماز جائز ہے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے کشتی میں نماز کے متعلق پوچھا گیا؟ آپؐ نے فرمایا اگر ڈوب جانے کا ڈر نہ ہو تو اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو' (دار قطنی، حاکم شیخین کی شرط پر)

حضرت عبداللہ بن ابی عتبہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے ایک کشتی میں حضرت جابر بن عبداللہ ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ سفر کیا انہوں نے کھڑے ہو کر با جماعت نماز پڑھی ان میں سے کسی نے امامت کرائی جب کہ وہ جد پر[1] پر جانے کی قدرت بھی رکھتے تھے۔ (سعید بن منصور)

سفر کی دعائیں:

مسافر کیلئے مستحب ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے نکلے یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰه لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُضَلَّ اَوْ اَضِلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوَ اظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَى))

''اللہ کے نام کے ساتھ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا گناہ سے پھرے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ کی طرف سے ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں۔ میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے۔ میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے میں جاہل ہو جاؤں یا مجھ پر جہالت برتی جائے۔''

پھر مسنون دعاؤں میں سے جو چاہے اختیار کر لے۔ ان میں سے بعض ہم آپ کیلئے یہاں لکھتے ہیں:

---

[1] جد کا معنی سمندر یا دریا کا کنارہ ہے۔

۱۔ حضرت علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے پاس سواری کیلئے جانور لایا گیا جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پھر جب اس پر چڑھ گئے تو کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ[۱] وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ))

''وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''[۲]

پھر تین مرتبہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا تو پاک ہے تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا پھر ہنس دیئے میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپؐ نے ایسے کیا جیسے میں نے کیا تو میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبرؐ! آپ کس بات پر ہنسے؟ فرمایا پروردگار اپنے بندے پر اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے اے رب! مجھے بخش دے وہ فرماتا ہے: میرے بندے کو معلوم ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔[۳]

۲۔ حضرت ازدیؒ سے مروی ہے حضرت ابن عمرؓ نے ان کو یہ تعلیم دی کہ رسول اللہ ﷺ جب باہر سفر پر نکلنے کیلئے اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تین دفعہ اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے:

((سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى

---

۱ یعنی ہم اسے اپنی طاقت سے مطیع نہ کر سکتے تھے۔

۲ سورۃ الزخرف آیات ۱۳'۱۴

۳ سنن ترمذی حدیث نمبر (۳۴۴۳)

وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى: اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرِنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا
بَعْدَه: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِيْ السَفَرِ' وَالحَلِيفَةُ فِيْ الْاَهْلِ:
اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ' وَسُوْءِ
الْمَنْظَرِ فِیْ الْأهْلِ وَالْمَالِ وَذَا رَجعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ))

''اے اللہ! ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ مانگتے ہیں اور ایسا عمل جس پر تو راضی ہو جائے اے اللہ! ہم پر ہمارا یہ سفر آسان کر دے اس کی دوری ہمارے لئے لپیٹ دے اے اللہ! تو سفر میں ساتھی ہے اور گھر والوں میں ہمارے پیچھے ہے اے اللہ! میں تجھ سے سفر کی مشقت[۱] واپسی پر غم[۲] گھر اور مال میں بر منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔[۳]

جب آپؐ واپس آتے تو یہ کہتے:

((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ))[۴]

''یعنی لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اور ہم اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔''[۵]

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ جب کسی سفر پر نکلنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِيْ السَّفَرِ' وَالحَلِيفَةُ فِيْ الْأهْلِ:
اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ الضَّبْنَة فِيْ السَّفرِ وَالْكَآبَةِ فِيْ
الْمُنْقَلَبِ: اَللّٰهُمَّ اطْوِلَنَا الأرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفرِ))

۱۔ وعثاء السفر کا مطلب سفر کی مشقت ہے
۲۔ کابۃ المنقلب کا مطلب لوٹنا یعنی واپسی پر کسی غم کا پہنچنا ہے۔
۳۔ مثلاً ان کو کوئی بیماری لگ جائے۔
۴۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۳۴۳) اور مسند امام احمد ایضا
۵۔ مجمع الزوائد (۱۰/۱۳۰)

''اے اللہ! تو سفر میں ساتھی ہے گھر میں ہمارے پیچھے ہے اے اللہ! میں تجھ سے سفر کے ضبنہ[1] سے پناہ مانگتا ہوں اور پھر جانے پر غم سے بھی۔ اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور ہم پر سفر آسان کر دے۔''[2]

اور جب واپسی کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ))[3] اور جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو فرماتے:

((تُوبًا تُوبًا[4] لِرَبِّنَا أَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا))

''توبہ توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف لوٹتے ہوئے وہ ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے گا۔''[5]

۴۔ حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے مروی ہے جب نبی ﷺ سفر پر نکلتے فرماتے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ وُعَثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحُوْرَ بَعْدَ الْكُوْرِ[6] وَدَعْوَةَ الْمُظْلُوْمِ وَسُوْءُ الْمَنْظَرِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ)) اور جب واپس آتے تو بھی اسی طرح کہتے۔ یاں یہ ہے کہ اس میں ''**وسوء المنظر فی الأهل والمال**'' یعنی اہل[7] پہلے تھے۔[8]

۵۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب غزوہ یا سفر میں جاتے آپ کو

---

[1] ضبنہ: ایسے ساتھی ہوتے ہیں جن کیلئے کوئی کفایت نہ ہو یعنی میں سفر میں ان کی بدگوئی سے تیری پناہ چاہتا ہوں

[2] مسند امام احمد (۱/۳۰۶۔۳۰۰) [3]

[4] توبا تاب کا مصدر ہے اوبا آب کا مصدر ہے ان دونوں کا معنی رجع ہے جب کہ حوب گناہ کو کہتے ہیں

[5] عمل الیوم اللیلۃ ابن حدیث نمبر (۵۳۰)

[6] الحور بعد الکور: یعنی دوستی کے بعد خرابی سے پناہ مانگتا ہوں۔

[7] اس حدیث کا ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے دعوۃ المظلوم کا مطلب مظلوم کی بددعا ہے۔ از مترجم

[8] جامع ترمذی حدیث نمبر (۳۴۳۵)

آپ کو رات ہو جاتی آپ فرماتے:

((يَاأَرْضِ رَبِّي رَبُّكِ اللّٰهُ' أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ مَا فِيكَ وَ شَرِّ مَا خَلَقَ فِيكَ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَيْكَ' أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ أَسَدٍ وَأَسْوَدٍ' وَحَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ' وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ' وَمِنْ شَرِّ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ))

''اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں تیرے شر سے اس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے اس چیز کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ پر چلتی ہے میں اللہ سے ہر اسد اسود[1] سانپ اور بچھو سے پناہ مانگتا ہوں اس شہر کے رہنے والوں کے شر سے اور جننے والے اور جو اس نے جنا اس کے شر سے بھی۔ (احمد ،ابو داؤد)

۶۔ حضرت خولہ بنت حکیم السلیمیہ سے مروی ہے نبیصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی جگہ پر اترے پھر کہے ''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتُ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ'' وہ جب تک اس جگہ کو چھوڑ نہ جائے اس کو کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔[2]

۷۔ حضرت عطاء بن أبو مروان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعبؓ نے ان کیلئے اس ذات (اللہ) کی قسم کھائی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے دریا کو پھاڑا تھا کہ حضرت صہیبؓ نے انہیں حدیث بیان کی نبی ﷺ نے کوئی ایسی بستی نہ دیکھی جس میں آپؐ جانا چاہتے ہوں مگر آپؐ دیکھتے ہی پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الْأَرْضِيْنَ

---

[1] اسود: بہت بڑا اژدھا جبکہ اسد شیر کو کہتے ہیں۔ ازمترجم

[2] صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۷۰۸)

السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ اَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا))

''اے اللہ! سات آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جن پر انہوں نے سایہ کیا ہوا ہے سات زمینوں اور ان چیزوں کے رب جن کو انہوں نے اٹھایا ہوا ہے شیطانوں اور ان کے رب جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اور ہواؤں اور ان کے رب جن کو انہوں نے پھینکا ہے میں تجھ سے اس بستی کی خیر اس کے رہنے والوں کی خیر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر مانگتا ہوں ہم اس کے شر اس کے رہنے والوں کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔''[۱]

۸۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے جب آپؐ اس بستی کو دیکھتے جس میں داخل ہونے کا آپؐ ارادہ کرتے آپ فرماتے: ((اللھم بارک لنا فیھا)) یہ تین مرتبہ کہتے پھر کہتے:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا اِلَيْنَا))

''یعنی اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اے اللہ ہمیں اس کا تازہ پھل عطا فرما[۲] یہاں کے رہنے والوں کے ہاں ہمیں محبوب کر دے اور یہاں کے باسیوں نیکوں کو ہمارا محبوب بنا دے۔''[۳]

۹۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کسی ایسی زمین کی طرف جھانکتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہوں آپؐ فرماتے:

---

۱ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث نمبر (۵۴۳) ۲ یعنی جو پھل یہاں سے حاصل کیا جاتا ہے۔
۳ عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی حدیث نمبر (۵۲۶)

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسأَلُكَ مِنُ خَيرِ هٰذِهِ وَخَيرَ مَا جَمُعَتَ فِيهَا' اَللّٰهُمَّ ارزُقنَا جَناهَا وَأَعِذُنَا مِنُ وَبَاها' وَحَبِّبُنَا اِلٰی أَهُلُهَا وَحَبِّب صَالِحِی أَهُلِهَا اِلَينا))

اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر اور وہ خیر جو تو نے اس میں جمع کی ہے وہ مانگتا ہوں اے اللہ! ہم کو اس کا تازہ پھل عطا فرما ہم کو اس کی وباء سے بچا' یہاں کے باسیوں کے ہاں ہمیں محبوب کردے اور یہاں کے باسیوں میں سے نیکوں کو ہمارا محبوب بنا دے۔

۱۰۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ جب کسی سفر میں ہوتے اور سحری کا وقت ہوتا تو فرماتے:

((سَمِعَ سَامِعٍ بِحَمِدِ اللّٰهِ وَحُسُنَ بِلَائِهِ عَلَينَا رَبَّنَا صَاحِبُنَاوَأَفُضِلَ عَلَينَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ))

سنانے والے اللہ کی حمد اور اس کا ہم پر اچھا احسان سنا دیا[1] ہمارے پروردگار! ہمارا ساتھی بن جا ہم پر نعمت فرما آگ سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہوئے۔[2]،[3]

❁❁❁

---

[1] یعنی ہم جو اللہ کی حمد کرتے ہیں اس کی نعمت اور خود پر اس کے عمدہ فضل کی تعریف کرتے ہیں اس پر گواہی دینے والے نے گواہی دے دی البلاء سے یہاں فضل اور نعمت سے مراد ہے۔

[2] یہ اللہ کے حضور درخواست ہے کہ وہ ہمارا ساتھی بن جائے وہ ہمیں جہنم اور اس کے اسباب سے بچانے والا بن جائے۔

[3] صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۷۱۸)

جمعہ

۱- جمعہ کے دن کی فضیلت:

مروی ہے کہ جمعہ کے دن ہفتہ کے سب دنوں سے بہتر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اس میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی میں ان کو وہاں سے نکالا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔[1] حضرت ابولبابہ البدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے اور وہ ان میں عظیم ترین بھی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن سے بھی عظیم ہے۔ اس میں پانچ واقعات ہوئے۔ اس میں اللہ بزرگ و برتر نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین پر اتارا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو فوت کیا۔ اس دن میں ایک ایسی گھڑی بھی ہے جس میں بندہ اللہ سے جو بھی چیز مانگے وہ اسے ضرور عطا کرتا ہے بشرطیکہ وہ کچھ حرام نہ مانگ لے۔ اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اور آسمان و زمین میں جو کوئی بھی مقرب فرشتہ ہے۔ ہوائیں، پہاڑ اور سمندر یہ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔[2]

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۸۵۴/۱۷) [2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۰۸۴)

۲- اس میں دعاء:

جمعہ کے دن کی آخری گھڑی میں کوشش سے دعا کرنی چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب جمعہ کے دن کے حوالہ سے ایک ایسی گھڑی پاتے ہیں جس کے موافق کوئی بندہ مومن نماز پڑھ رہا ہو۔ وہ اللہ بزرگ و برتر سے اس میں کچھ مانگے۔ وہ اس کی حاجت کو ضرور پورا فرمائے گا۔ عبداللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ''یا تھوڑا سا وقت''؟ میں نے کہا آپ نے سچ فرمایا تھوڑا سا وقت۔ میں نے کہا وہ گھڑی کون سی ہے؟ فرمایا: دن کی گھڑیوں میں سے آخری گھڑی۔ میں نے کہا وہ تو نماز کا وقت نہیں ہوتا۔ فرمایا: کیوں نہیں؟ بندہ مؤمن جب نماز پڑھ لے پھر اسے (آئندہ) نماز ہی (مسجد میں) بٹھائے رکھے تو وہ نماز میں ہے۔[۱]

حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے جس کے موافق ہوئے بندہ مسلم اللہ بزرگ و برتر سے کوئی خیر مانگے تو وہ اسے ضرور عطا فرمائے گا اور وہ وقت عصر کے بعد ہے۔ (احمد عراقی فرماتے ہیں یہ صحیح ہے) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''جمعہ کے دن میں بارہ گھڑیاں ہیں جس میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں بندۂ مسلم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہوا پایا جائے تو وہ اسے ضرور عطا کرے گا۔ اور اسے تم عصر کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔[۲]

حاکم فرماتے ہیں: یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری

---

۱ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۳۹)

۲ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۰۴۸)

میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے)۔ حضرت ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے۔ انہوں جمعہ کے دن والی اس گھڑی کا ذکر کیا۔ ان کی مختلف آراء تھیں لیکن اس میں ان کا اختلاف نہ تھا کہ وہ جمعہ کے دن میں آخری گھڑی ہے۔'' (سنن سعید بن منصور۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے صحیح کہا ہے)۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: جس گھڑی دعا کی قبولیت کی امید رکھی جاتی ہے اس میں اکثر احادیث اس متعلق ہیں کہ وہ عصر کے بعد ہے اور سورج کے زوال کے بعد بھی امید کی جاتی ہے۔ رہی وہ حدیث جسے مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو جمعہ والی گھڑی کے متعلق فرماتے ہوئے سنا وہ امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے نماز پوری ہو جانے کے درمیان ہے۔ تو اس میں اضطراب اور انقطاع کی علت بیان کی گئی ہے۔[1]

۳- جمعہ کی رات اور اس کے دن میں پیغمبر ﷺ پر بکثرت درود وسلام کا استحباب:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا۔ اس میں ان کو فوت کیا گیا۔ اس میں نفخہ ہے اور اس میں صاعقہ ہے[2] تم اس روز مجھ پر بکثرت درود بھیجو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جبکہ قبر میں دفن ہو چکے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (اسے سوائے ترمذی کے پانچوں نے روایت کیا ہے)۔

ابن قیم فرماتے ہیں: جمعہ کے دن اور اس کی رات میں نبی ﷺ پر بکثرت درود مستحب ہے۔ کیونکہ آپ کا فرمان ہے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر

---

[1] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۰۴۹)

[2] نفخہ کا معنی صور پھونکا جانا جبکہ صعقہ سے مراد یہ ہے کہ جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ از مترجم

بکثرت درود بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ سید الانام ہیں جبکہ جمعہ کا دن سید الایام ہے۔ تو اس روز آپ پر درود پڑھنے میں جو خاصیت ہے وہ اور دن میں نہ ہے۔ اس میں ایک اور بھی حکمت ہے وہ یہ کہ آپ ؐ کی امت کو دنیا و آخرت میں جو بھی خیر ملی۔ یقیناً وہ انہیں آپ ؐ کے ہاتھوں ملی۔ تو اللہ نے آپ ؐ کی امت کے لیے دنیا اور آخرت کی خیر جمع کر دی۔ لہٰذا ان کو جو سب سے بڑی عزت حاصل ہوتی ہے وہ جمعہ کے دن میں ہی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ان کے لئے دنیا میں (روز) عید ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ ان کی درخواستیں اور ضروریات پوری فرماتا ہے۔ اور ان کے سائل کو واپس نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ ان کو معلوم ہے کہ ان کو آپ کے سبب سے اور آپ کے ہاتھ سے ملا ہے۔ تو اس پر شکر' اس پر حمد اور آپ ﷺ کا تھوڑا سا حق یوں ادا ہو سکتا ہے کہ لوگ اس دن اور رات میں آپ ؐ پر بکثرت درود پڑھیں۔

۴- جمعہ کے دن اور اس کی رات میں سورۂ کہف پڑھنے کا استحباب:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھی اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور چمکتا رہے گا۔ (نسائی' بیہقی' حاکم) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھی اس کے لیے اس کے پاؤں کے نیچے سے آسمان کی بلندیوں تک نور چمکے گا۔ وہ اسے روز قیامت روشنی دے گا۔ اور دو جمعوں کے درمیان اس (کے گناہوں) کو بخش دیا جائے گا۔'' (ابن مردویہ۔ ایسی سند کے ساتھ جس پر کچھ مضائقہ نہ ہے)

مساجد میں بآواز بلند اس سورۃ کا پڑھنا مکروہ ہے:

شیخ محمد غبذہ نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے۔ جس میں ہے کہ جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھنا مکروہات کو شمار کرتے ہوئے ''الاشباہ'' کی عبادت میں درج ذیل الفاظ ہیں۔ اس دن کو روزہ کے ساتھ[1] خاص کرنا' اس کی رات کو قیام کے ساتھ خاص کرنا

---

[1] یعنی اکیلا جمعہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔

اور اس میں بالخصوص سورۂ کہف کی غلط طریقہ سے تلاوت کرنا مکروہ ہے جبکہ مسجد والے شور کر رہے ہوتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور چپ نہیں رہتے۔ پھر اکثر پڑھنے والا نمازیوں کو بھی پریشان کرتا ہے۔ تو اس سورت کو اس انداز سے پڑھنا مکروہ ہے۔

۵-اجتماعات بالخصوص جمعہ کے لیے غسل کرنا خوبصورتی اختیار کرنا' مسواک کرنا اور خوشبو/ تیل لگانا:

جو شخص نماز جمعہ میں[۱] آیا عوام کے کسی اجتماع میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ مرد ہو یا عورت' بڑا ہو یا چھوٹا مقیم ہو یا مسافر اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ صفائی اور خوبصورتی کی بہترین حالت میں ہو۔ یعنی غسل کرے۔ اچھے کپڑے پہن لے' خوشبو' اور تیل لگالے اور مسواک سے دانت صاف کرے۔ اس متعلق احادیث آئی ہیں:

۱- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے وہ اپنے اچھے کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو' تیل ہو تو وہ لگالے۔''[۲]

۲- حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو جمعہ کے روز فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے کہ وہ جمعہ کے دن کے لیے اپنے کام والے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے خریدے۔''[۳]

۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جو کوئی شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ جو طہارت اس کے لیے ممکن ہو وہ اختیار

---

۱ جس کا جمعہ میں آنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کے حوالہ سے غسل مسنون نہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو مرد اور عورتیں جمعہ کے لیے وہ غسل کر لیں۔ اور جن مردوں اور عورتوں نے جمعہ کو نہ آنا ہو تو ان پر غسل فرض نہ ہے۔'' نووی فرماتے ہیں بیہقی نے اسے ان الفاظ کے ساتھ باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

۲ صحیح مسلم حدیث نمبر (۸۴۶) ۳ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۰۹۵)

کرے۔ وہ اپنا تیل لگائے یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے۔[1] پھر مسجد کی طرف جائے۔ دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے پھر جو مقدر ہو نماز پڑھے۔ پھر جب امام کلام کرے تو وہ خاموش رہے اس کے لیے جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے۔ اور تین دن مزید بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کا بدلہ دس گناہ رکھا ہے گناہوں کی بخشش سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ کیونکہ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ''جب تک وہ کبائر کا مرتکب نہ ہو۔''

۴- مسند احمد میں بسند صحیح موجود ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ بروز جمعہ غسل، خوشبو اور مسواک کو لازم کرے۔

۵- طبرانی اوسط اور کبیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایسی سند سے روایت ہے جس کے رجال ثقات ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا جمعوں میں سے کسی جمعہ میں فرمایا۔ اے مسلمانو! جمعہ کو اللہ نے تمہارے لئے عید بنایا ہے تو تم غسل کیا کرو اور مسواک کو لازم کرلو۔''[3]

۶- جمعہ کے لیے جلدی جانا:

جو امام نہیں اس کے لیے جمعہ کو جلدی جانا اچھا ہے۔ علقمہ فرماتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ جمعہ کے لیے گیا۔ آپ نے تین آدمی پائے جو آپ سے پہلے آ گئے تھے۔ فرمایا چار میں سے چوتھا۔ اور چار میں سے چوتھا اللہ سے کچھ دور نہ ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ روز قیامت اپنے جمعوں کی طرف آنے کے حساب سے بیٹھیں گے پہلے پہلا پھر دوسرا، پھر تیسرا،

---

[1] جو سر کی پراگندگی/بکھرنے کو ختم کرے اور زینت دے۔

[2] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۰۹۷)

[3] موطا مالک حدیث نمبر (۶۴)۔

پھر چوتھا۔ اور چار میں سے چوتھا اللہ سے کچھ دور نہیں۔[۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت[۲] کیا۔ پھر وہ گیا تو گویا اس نے ایک بدنہ[۳] کی قربانی دی۔ جو جمعہ کے روز دوسرے وقت میں گیا گویا اس نے ایک گائے کی قربانی دی۔ جو تیسرے وقت میں گیا گویا اس نے ایک سینگ دار مینڈھے کی قربانی دی۔[۴] جو چوتھے وقت میں گیا گویا اس نے ایک مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں وقت میں گیا تو گویا اس نے ایک انڈے کی قربانی دی۔ جب امام نکل آتا ہے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں۔ وہ غور سے (اللہ کا) ذکر سنتے ہیں۔[۵]

امام شافعی اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ یہ اوقات دن کے اوقات ہیں لہذا انہوں نے شروع دن سے ہی چلے جانا مستحب کہا ہے۔[۶] مالک کا مذہب یہ ہے کہ زوال سے قبل اور اس کے بعد ی ایک ہی وقت حصے ہیں۔ ابن رشد فرماتے ہیں: یہی ظاہر ہے کیونکہ (جمعہ کے لیے) جلدی چلنے کا وجوب بھی زوال کے بعد ہوتا ہے۔

۷۔ گردنوں کو پھلانگنا:

ترمذی نے اہل علم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن (لوگوں کی) گردنوں کو (آگے جانے کے لیے) پھلانگنا مکروہ کہا اور اس متعلق سخت حکم لگایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی جمعہ کے

---

۱ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۰۹۴)
۲ غسل جنابت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح غسل جنابت ہے۔
۳ یعنی ایک اونٹنی۔
۴ کبشاً اقرن کا مطلب ہے جس مینڈھے کے سینگ ہوں۔
۵ صحیح بخاری حدیث نمبر (۲۹۹۹)
۶ یعنی طلوع فجر سے لے کر۔

دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا جبکہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا بیٹھ جا تو نے تکلیف دی اور تو نے دیر کی[1]۔[2]

اس سے امام اور وہ شخص مستثنیٰ ہوگا جس کے سامنے خالی جگہ ہو جہاں تک گردن پھلانگے بغیر پہنچا نہ جا سکے۔ نیز وہ شخص بھی جو اپنی جگہ سے کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھا پھر وہ وہاں جانا چاہتا ہو (مستثنیٰ ہوگا) بشرطیکہ وہ لوگوں کو تکلیف دینے سے بچے۔

حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ جلدی سے اٹھے۔ آپ اپنی کسی بیوی کے کمرے کی طرف لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر گئے۔ لوگ آپؐ کی تیزی سے گھبرا گئے۔ آپؐ ان کی طرف نکل کر آئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی تیزی پر متعجب ہیں فرمایا۔ مجھے تھوڑا سا سونا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تھا[3] تو میں نے ناپسند کیا کہ وہ مجھے روکے لہذا: میں نے اس کی تقسیم کا حکم دیا۔ (بخاری، نسائی)

اس سے قبل نفل کی مشروعیت:

جب تک امام نہ نکلے۔ جمعہ سے قبل نفل پڑھنا مسنون ہے۔ امام کے آنے کے بعد نہ پڑھے۔ سوائے تحیۃ المسجد کے کہ وہ دورانِ خطبہ بھی مختصر پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر آدمی خطبہ کے آخر میں آئے جبکہ وقت تنگ ہو تو نہ پڑھے۔

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جمعہ سے قبل لمبی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔ اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے[4]۔

---

[1] تم نے دیر اور تاخیر کی۔

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۱۸)

[3] حدیث میں مذکور ''تبر'' سونے کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں جو ڈھلا ہوا نہ ہو۔

[4] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۲۸)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ نبیصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر جمعہ کے لیے آیا۔ جو مقدر میں تھا نماز پڑھی۔ پھر چپ رہا تا آنکہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو جائے اس کے لیے اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیانی گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور مزید تین دن بھی۔[1]

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد میں) داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: ''اٹھ دو رکعت نماز پڑھ۔''[2]

ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی جمعہ کو آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ دو رکعت پڑھ لے اور ان دونوں کو مختصر کرے۔[3]

ایک اور روایت میں ہے: ''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے جبکہ امام نکل آیا ہو تو وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔'' (متفق علیہ)

۹- جس پر اونگھ کا غلبہ ہو اس کا اپنی جگہ بدلنا:

جو شخص مسجد میں ہو اگر اس پر اونگھ کا غلبہ ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے۔ کیونکہ حرکت کبھی اونگھ کو ختم کر دیتی ہے اور بیداری کا باعث ہوتی ہے۔ اس میں جمعہ وغیرہ کا دن برابر ہے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو اونگھ آئے جبکہ وہ مسجد میں ہو تو وہ اپنی اس جگہ سے دوسری جگہ کی طرف۔ پھر جائے۔[4]

---

[1] صحیح مسلم (۸۵۷/۲۶)

[2] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۱۶-۱۱۱۷)

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۱۱۸)

[4] صحیح سنن ترمذی (جلد نمبر ۱/ ۴۳۶)

نمازِ جمعہ کا وجوب:

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نمازِ جمعہ فرض عین ہے۔ اور یہ دو رکعتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ[1] وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾

(سورۃ الجمعہ:۱۱)

ترجمہ: مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۱- دوسری دلیل بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہم پیچھے آنے والے[2] روزِ قیامت سبقت لے جانے والے ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب[3] دی گئی۔ اور ہمیں وہ ان کے بعد دی گئی۔ پھر یہ ان کا وہ دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا۔[4] انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ تو اللہ نے ہمیں ہدایت دی۔ پس لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ یہودی کل اور عیسائی کل کے بعد (پرسوں) [5]۔[6]

---

[1] فاسعوا: کا معنی ہے: چلو۔ وذروا: کا معنی ہے چھوڑو۔

[2] یعنی ہم بلحاظِ زمانہ پیچھے ہیں۔ اور مخلوقات میں سب سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا لہذا ہم آگے ہیں۔

[3] کتاب سے مراد تورات اور انجیل ہے۔

[4] یعنی جس دن کی تعظیم ان پر فرض کی گئی۔

[5] یہودی کل اور عیسائی کل کے بعد (پرسوں): یعنی یہودی کل ہفتہ کے دن کی تعظیم کریں گے اور عیسائی کل کے بعد یعنی اتوار کے دن کی تعظیم کریں گے۔

[6] صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۷۶)

۲- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے ایک قوم کو فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہتی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں ایک آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر جو مرد (حضرات) جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں میں ان کے گھر جلا دوں[۱]

۳- حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ ان دونوں نے نبی ﷺ کو منبر کی لکڑیوں پر فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ ضرور ضرور اپنے جمعے چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ ضرور ضرور اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا[۲] پھر وہ ضرور غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔[۳]

۴- حضرت ابوالجعد الضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو کہ صحابیؓ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سستی کرتے ہوئے تین جمعے چھوڑے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں۔[۴]

کس پر جمعہ فرض ہے اور کس پر فرض نہیں ہے:

جو شخص مسلمان' آزاد' عاقل' بالغ' مقیم' جمعہ تک جانے پر قادر اور اس سے پیچھے رہنے کو مباح کرنے والے عذروں سے خالی ہوں اس پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ رہے وہ لوگ جن پر یہ واجب نہیں تو وہ یہ ہیں:

۱- اور ۲- عورت اور بچہ۔ ان پر (سب کا) اتفاق ہے۔

۳- مریض: جس کے لیے جمعہ کے لیے جانا مشقت کا باعث ہو۔ یا مرض کے بڑھ

---

[۱] صحیح مسلم حدیث نمبر (۶۵۲)

[۲] ودعهم کا مطب: ان کا چھوڑنا ہے۔ يختم على قلوبهم یعنی ان کے دلوں پر ایسے مہر لگا دی جائے گی جو ان کے اور ہدایت وخیر کے مابین حائل ہو جائے گی۔

[۳] صحیح مسلم (۸۶۵/۴۰)

[۴] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۰۵۲)

جانے' اس (کی شفا) کے سست اور مؤخر ہو جانے کا ڈر ہو۔ وہ شخص بھی اس کے ساتھ ملایا جائے گا جو اس کی بیمار پرسی کی ذمہ داری ادا کر رہا ہو یعنی اس کے لیے اس سے بے پرواہ رہ جانا ممکن نہ ہو حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ ہر مسلم پر با جماعت حق اور واجب ہے۔ سوائے چار کے مقبوض غلام یا عورت یا بچہ یا مریض۔

نووی فرماتے ہیں اس کی اسناد صحیح (اور) بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ حافظ فرماتے ایک سے زائد لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے۔[1]

۴- مسافر: جب اپنے وقت اقامت میں ٹھہرا ہوا ہو تو اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ اس پر جمعہ لازم ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سفر کرتے تھے۔ آپ جمعہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ نے ظہر اور عصر کی نماز جمعہ تقدیم کر کے پڑھی اور آپ نے جمعہ نہ پڑھا۔ خلفاء وغیرہ نے بھی اسی طرح کیا۔[2]

۵- اور ۶- تنگ دست مقروض جس کو قید کئے جانے کا ڈر ہو۔ اور ظالم حکمران سے چھپنے والا شخص۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سنی اور اس کو قبول نہ کیا تو اس کی نماز نہیں الا یہ عذر ہو۔ لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے پیغمبر! عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا مرض۔[3]

۷- ہر معذور جس کو ترکِ جماعت کی رخصت دی جائے۔ جیسے بارش' کیچڑ سردی وغیرہ کا عذر۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے ایک بارش والے دن میں اپنے مؤذن کو کہا: جب تم اشهدان محمد رسول الله کہہ لو تو حی علی

---

[1] صحیح سنن ابوداؤد (جلد نمبر ۱/۹۴۲)

[2] طبرانی میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مسافر پر جمع نہیں ہے ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر للالبانی (جلد نمبر ۵/ حدیث نمبر ۵۲۸۱)

[3] سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۵۵۱)

الصلاۃ نہ کہنا۔ تم صَلُّوا فِيْ بُيُوْتِكُمْ کہو۔ لوگوں نے گویا اس کو اچھا نہ جانا۔ تو آپ نے فرمایا: یہ اس نے کیا جو مجھ سے بہتر تھا۔ (یعنی نبی ﷺ نے از مترجم)۔ بیشک جمعہ ایک عزم ہے۔ اور میں نے ناپسند کیا کہ تم کو نکالوں تو تم مٹی اور دحض[1] میں چلتے ہوئے آؤ۔[2] حضرت ابوملیح سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک جمعہ کے روز نبی ﷺ کے پاس تھے۔ لوگوں پر بارش اتری جس نے ان کے جوتوں کے نیچے کو بھی تر نہ کیا تھا۔ تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) یہ سب لوگ جو ہیں ان پر جمعہ فرض نہ ہے۔ ان پر صرف یہ لازم ہے کہ یہ ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ ان میں سے جس نے جمعہ پڑ لیا وہ اس کا درست ہو جائے گا۔ جبکہ اس سے ظہر کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔[3] رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عورتیں مسجد میں آتی تھیں۔ اور آپ کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھتی تھیں۔

اس کا وقت:

صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا وقت ظہر والا وقت ہی جیسا کہ احمد' بخاری' ابوداؤد' ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے جب سورج مائل ہو جاتا۔[4] احمد اور مسلم میں ہے حضرت سلمہؓ بن اکوع فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ہم فئی[5] ڈھونڈ ھتے ڈھونڈ ھتے لوٹ کر آتے۔[6]

---

1. عزم کا معنی فریضہ ہے۔ جبکہ دحض پھسلن کو کہتے ہیں۔ 2. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۰۶۶)

3. ظہر بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے۔ وہ اس کے قائم مقام ہوگا۔ اللہ نے ہم پر چھ نمازیں فرض نہیں کیں۔ جس نے جمعہ کے بعد ظہر کو جائز کیا ہے۔ اس کے پاس عقل ونقل سے کوئی بنیاد/ دلیل نہ ہے۔ نہ کتاب سے نہ سنت سے اور نہ ہی کسی ایک امام ہے۔

4. سنن ابوداؤد حدیث نمبر (۱۰۸۴) 5. فئی کا معنی سایہ ہے۔

6. صحیح مسلم حدیث نمبر (۸۶۰)

بخاری فرماتے ہیں: جب سورج ڈھل جائے تب وقت جمعہ ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ، علیؓ، نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ شافعیؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور ان کے بعد والے ائمہ نے ہر جمعہ کے نماز زوال کے بعد پڑھی۔

حنابلہ اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا وقت نمازِ عید کے اول وقت سے نمازِ ظہر کے آخر وقت تک ہے۔ ان کا استدلال اس روایت سے ہے جسے احمدؒ، مسلم اور نسائی نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے۔ پھر ہم اپنے اونٹوں کی طرف جاتے ہم ان کو ہانک لاتے جب سورج ڈھل جاتا اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ انہوں نے یہ نماز دلوک شمس سے پہلے پڑھی۔ ان کا استدلال عبداللہ بن سیران السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہے فرماتے ہیں: میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جمعہ میں حاضر تھا۔ آپ کا خطبہ اور آپ کی نماز نصف النہار سے قبل تھی۔ پھر میں اس میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ کا خطبہ اور آپ کی نماز کا وقت یہ تھا کہ میں کہہ سکتا کہ نصف النہار ہو چکا۔ پھر میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس میں حاضر ہوا آپؓ کی نماز اور آپؓ کا خطبہ اس وقت ہوا جب میں کہہ سکوں کہ دن سورج ڈھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے اس پر رد اور انکار کیا ہو۔ (دارقطنی اور احمد بروایت ان کے بیٹے عبداللہ سے) انہوں نے اس سے حجت بھی لی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ، جابرؓ، سعید اور معاویہؓ بھی مروی ہے کہ انہوں نے یہ نماز زوال سے قبل پڑھی تو ان کا رد نہ کیا گیا لہٰذا: اجماع ہو گیا جمہور نے حضرت جابرؓ کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ زوال کے بعد نماز کی جلدی میں مبالغہ پر محمول ہے۔ اس میں ٹھنڈے ہونے یعنی شدت گرمی میں سکون کا انتظار نہ کیا گیا تھا نماز اور اونٹوں کا ہانکنا یہ دونوں زوال کے بعد ہوتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے عبداللہ بن سیران کی حدیث کا جواب دیا ہے کہ وہ ضعیف

ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: بھولتا بھی ہے لیکن اس کی عدالت معروف نہ ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں: مجہول سے مشابہت رکھتا ہے بخاریؒ فرماتے ہیں: اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی جاتی جبکہ اس سے قول تر نے اس سے معارضہ کیا ہے۔ یعنی حضرت ابن ابی شیبہؒ نے حضرت سوید بن غفلہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ نماز (جمعہ) پڑھی جس وقت سورج ڈھل گیا اور اس کی اسناد قوی ہیں۔

وہ تعداد جس سے جمعہ منعقد ہوتا ہے:

علماء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحت جمعہ شرطوں میں سے جماعت بھی ایک شرط ہے۔ کیونکہ حضرت طارق بن شہاب کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ جماعت میں ہر مسلمان پر حق (اور) واجب ہے[1] کتنی تعداد پر جمعہ منعقد ہوگا اس بات پر ان کے پندرہ مختلف اقوال ہیں جن کو حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ راجح رائے یہ ہے کہ یہ دو اور اس سے زیادہ پر منعقد ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ ''دو اور جو اس سے اوپر ہوں وہ جماعت ہیں۔'' شوکانیؒ فرماتے ہیں بالا جماع دو افراد سے سب نمازیں منعقد ہو جاتی ہیں جمعہ بھی ایک نماز ہے تو اسے بغیر کسی دلیل کے اس سے مخالف حکم کے ساتھ مختص نہیں کیا جا سکتا دوسری نمازوں میں جو تعداد معتبر ہے اس میں اس سے زائد تعداد کے معتبر ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ عبدالحق فرماتے ہیں: جمعہ کی تعداد کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہ ہے۔ اور اسی طرح سیوطی فرماتے ہیں: کسی بھی حدیث میں کسی مخصوص عدد کی تعین ثابت نہیں ہے اور جن لوگوں نے یہ مذہب اختیار کیا ہے ان میں طبریؒ، داوٗدؒ، نخعیؒ اور ابن حزمؒ بھی شامل ہیں۔

جمعہ کی جگہ:

شہر، گاؤں، مسجد شہر کی عمارتوں اور ان کے ماتحت کھلی جگہوں پر جمعہ کی ادائیگی

---

[1] صحیح سنن ابوداؤد (جلد نمبر/۹۴۲)

درست ہے۔ اسی طرح ایک سے زائد جگہ پر بھی اس کی ادائیگی درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بحرین کو خط لکھا کہ "تم جہاں پر ہو جمعہ پڑھا کرو۔[1]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: سب سے پہلا جمعہ جو مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں جمعہ کے بعد پڑھا گیا وہ جواثی کا جمعہ تھا جو بحرین کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔[2] حضرت لیث بن سعد سے مروی ہے کہ مصر اور اس کے ساحلوں پر رہنے والے حضرت عمر اور عثمان کے زمانہ میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ جبکہ ان لوگوں میں کچھ افراد صحابہ میں سے بھی تھے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اہل میاہ کو دیکھتے کہ وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔ تو ان پر کوئی عیب نہ لگایا جاتا تھا۔[3]

جو شرطیں فقہاء نے لگائی ہیں ان پر مباحثہ/محاسبہ:

یہ بات گزر چکی کہ جمعہ کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: مرد ہو' آزاد' صحیح' مقیم ہو اور ایسا کوئی عذر نہ ہو جو جمعہ سے پیچھے رہنے کا موجب ہو۔ اور یہ بات بھی گزر چکی کہ اس کی صحت کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ بس اس قدر شروط حدیث شریف میں ہیں۔ اللہ نے ہمیں اس کا مکلف بنایا ہے۔ رہی وہ شروط جو اس کے علاوہ ہیں جو بعض فقہاء نے لگائی ہیں' تو ان کی کوئی بنیاد نہیں جس کی طرف لوٹا جائے اور کوئی سند نہیں جس پر اعتماد کیا جائے۔ ہم یہاں اس بات کو نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو الروضۃ الندیہ والے نے فرمائی ہے۔[4] وہ فرماتے ہیں: یہ (جمعہ کی نماز) دیگر نمازوں کی طرح ہے۔ یہ ان کے خلاف نہ ہے کیونکہ ایسی کوئی دلیل نہیں جس میں ہو کہ یہ ان کے خلاف ہے۔ اس کلام میں اس بات کی تردید کی طرف اشارہ ہے جو یہ

---

[1] ابن ابی شیبہ (۱/۴۴۰) [2] صحیح بخاری حدیث نمبر (۸۹۲) [3] مصنف عبدالرزاق (۳/۱۷۰)

[4] الروضۃ الندیۃ حضرت عالی مرتبت علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ کی تالیف ہے' جو حضرت امام شوکانی کے فقہ اسلامی پر مشتمل عظیم متن "الدرر البھیۃ" مصنف کی ہے بے مثال شرح ہے۔ از مترجم

کہا گیا ہے کہ جمعہ کے وجوب کی شرطوں میں امام اعظم' بڑا شہر اور مخصوص تعداد بھی ہے۔ یہ جو شرطیں ہیں۔ کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحباب ملتا ہو چہ جائیکہ ان کو واجب کہیں یا چہ جائیکہ ان کو شرطیں ہی مانا جائے۔ بلکہ اگر دو شخص با جماعت جمعہ کی نماز ایسی جگہ پر پڑھ لیں جہاں پر ان دونوں کے سوا کوئی نہ ہو تو ان دونوں نے اپنے اوپر جو واجب تھا کر دیا۔ اگر ان میں سے ایک نے خطبہ دیا تو انہوں نے سنت پر عمل کیا اور اگر خطبہ چھوڑ دیا تو یہ بس سنت ہے۔[1] اگر حضرت طارق بن شہابؓ کی حدیث نہ بھی ہو جو اس نماز کے وجوب کو ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ مقید کر رہی ہے۔ اور آپ ﷺ کے زمانہ میں اس کے بغیر جماعت منعقد نہ ہونا نہ ہو تو بھی دیگر نمازوں کی طرح اس اکیلی کو ادا کرنا کافی ہوگا۔ اور جو مروی ہے کہ "چار سے...... تک ہو۔" تو بڑی شان والے اہل علم نے صراحت کی ہے کہ یہ کلامِ نبوت سے نہیں۔ اور نہ ہی اس زمانہ کے صحابہ کا کلام ہے۔ تاکہ اس کے بیان معنی یا تاویل کی ضرورت ہی پیش آئے۔ یہ تو صرف حسن بصری کا قول ہے۔ یہ عظیم عبادت یعنی نمازِ جمعہ جو اللہ نے ہفتہ میں (ایک دن) فرض فرمائی ہے۔ اور شعائرِ اسلام میں سے ایک شعار بنا دیا ہے۔ اس کے متعلق جو گھٹیا اقوال' ملع مذاہب اور باطل اجتہادات سامنے آئے ہیں۔ جو شخص ان پر غور کرے اس کو بہت افسوس ہوگا۔ دیکھئے کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ خطبہ دو رکعتوں کی طرح ہے اور جس سے[2] چھوٹ گئی اس کا جمعہ درست نہ ہوگا۔ گویا اس شخص کو یہ حدیث نہیں پہنچی جو رسول اللہ ﷺ سے ایسے متعدد طریق سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت اور تائید فراہم کرتے ہیں۔ فرمایا: جمعہ کی دو رکعتوں میں سے جس کی ایک رکعت رہ جائے تو وہ اس کے ساتھ دوسری ملا لے اس

---

[1] یعنی وہ صرف نماز پڑھ لے جو کہ فرض ہے۔ واللہ اعلم۔ از مترجم۔

[2] اصل کتاب کے دو نسخوں میں سے شائد "رکعة" کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ میرے خیال میں مناسب عبارت یوں ہوگی "کہ جس کی ایک رکعت چھوٹ گئی۔" واللہ اعلم۔ از مترجم۔

اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔ اس حدیث کے علاوہ بھی دلائل ہیں جو اس کے علم میں نہیں آئے۔ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ جمعہ اس وقت تک منعقد نہیں ہوتا جبکہ تک امام کے ساتھ[1] تین آدمی نہ ہوں' کوئی چار کہتا ہے' کوئی سات کہتا ہے' کوئی نو کہتا ہے' کوئی بارہ کہتا ہے' کوئی بیس کہتا ہے' کوئی تیس کہتا ہے' کوئی کہتا ہے کہ چالیس کے بغیر جمعہ منعقد نہیں ہوتا' کوئی پچاس کہتا ہے' کوئی کہتا ہے کہ ستر کے بغیر منعقد نہیں ہوتا اور کوئی اس طرح کچھ اور کہتا ہے۔ کوئی بغیر مقید کرنے کے بڑا مجمع کہتا ہے' کوئی کہتا ہے کو جمعہ صرف جامع (بڑے) شہر میں ہی درست ہو گا۔ کسی نے اس کی حد بتائی ہے کہ اس شہر میں بڑی مسجد اور حمام ہو۔ کوئی اور بولتا ہے کہ اس میں یہ ہو وہ ہو' کوئی دوسرا کہتا ہے کہ جمعہ اس وقت تک واجب نہ ہو گا جب تک امام اعظم نہ ہو' یا اگر امام اعظم موجود نہ ہو یا کسی بھی صورت میں اس کی عدالت میں خلل ہو تو جمعہ واجب اور مشروع نہ ہو گا۔ اور اس طرح کے دیگر اقوال بھی ہیں جن پر علم کی کوئی علامت نہیں ہے۔ نہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتے ہیں' اور نہ ہی ان کا ایک حرف بھی رسول اللہ ﷺ کی (سنت) حدیث میں ہے جو ان کے دعوؤں کی دلیل بن سکے کہ یہ مذکور امور صحت جمعہ کے لیے شرط ہوں یا اس کے فرائض میں سے فرض ہوں یا اس کے ارکان میں سے رکن ہوں۔

اللہ کی پناہ! مقام افسوس ہے کہ رائے اہل رائے کا کیا بنا دیتی ہے۔ ان کے سروں (دماغوں) سے کیسی کیسی افسانوی/من گھڑت کہانیاں نکلتی ہے۔ جو ان کہانیوں سے میل کھاتی ہیں جو لوگ اپنے مجمعوں میں سناتے ہیں۔ جو کچھ وہ اپنی راتوں کی کہانیوں میں قصے اور بے سروپا باتیں سنایا کرتے ہیں یہ سب شریعت مطہرہ سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

اس بات کو ہر وہ شخص پہچان سکتا ہے جس کو کتاب وسنت کا علم ہو' ہر وہ شخص جو

---

[1] درج ذیل باتوں میں سے اکثر فقہ حنفی کی کتب میں موجود ہیں۔ از مترجم۔

انصاف کی صفت سے متصف ہو۔ ہر وہ شخص جس کے قدم جمے ہوئے ہوں وہ کسی بھی قیل و قال سے راہِ حق سے ڈگمگانے والا نہ ہو۔ جو غلط کہے تو اس کی غلطی اس کی طرف پھیری جائے گی۔ اس کے منہ پر ماری جائے گی۔ انسانوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی سنت ہے۔ جیسے اس ذات پاک نے فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾

ترجمہ: اگر تمہارا کسی بات میں تنازع ہو جائے تو تم اسے اللہ اور (اس کے) رسول کی طرف لوٹا دو۔

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ﴾

ترجمہ: مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا (اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔[1]

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾

ترجمہ: پس (اے محمدؐ) تیرے پروردگار کی قسم! لوگ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک وہ آپ کو اس میں حکم نہ مان لیں جس میں ان کا جھگڑا ہوا۔ پھر وہ اپنے دلوں میں اس فیصلہ پر جو آپ نے کیا کچھ

---

[1] سورۃ المؤمنون آیت: ۵۱ اصل عبارت میں آیت مبارکہ مکمل نہ تھی۔ لیکن ہم نے مزید فائدہ کے لیے بریکٹ میں اس کا ترجمہ مکمل کر دیا ہے۔ از مترجم۔

حرج نہ پائیں اور اس کو (پورے طور) پر تسلیم کر لیں۔

یہ اور اس طرح کی آیات اس بات کی بڑی بلیغ دلالت اور بڑا عظیم فائدہ دے رہی ہیں کہ اختلاف کے وقت اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے حکم کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اللہ کا حکم اس کی کتاب ہے۔ جبکہ اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو جب فوت کر لیا اس کے بعد ان کا حکم ان کی سنت ہے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں اللہ تعالیٰ نے بندوں میں سے کسی بندے کو یہ حیثیت نہیں دی گو وہ علم میں اعلیٰ رتبہ پا لے اور اس کے پاس وہ کچھ ہو جو اوروں کے پاس نہ ہو کہ وہ شخص اس شریعت کے حوالہ سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس کی کوئی دلیل نہ کتاب میں ہو اور نہ سنت میں۔

مجتہد وہ ہوتا ہے گو کہ عدم دلیل کے وقت اس کو اپنی رائے پر عمل کی رخصت ہے۔ لیکن کسے باشد کسی دوسرے کو اجازت نہیں کہ وہ اس کی رائے کو اپنا لے۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ مجھے مصنفین پر اس طرح کی کتابیں لکھنے پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ اس طرح کی باتیں وہ کتب ہدایہ[1] میں لکھ دیتے ہیں۔ اور عوام اور کم فہم لوگوں کو اس کا اعتقاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں جبکہ وہ گڑھے کے گرتے ہوئے کنارے پر ہے۔

مذاہب میں سے کوئی مذہب' علاقوں میں سے کوئی علاقہ اور زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس سے بچ نہیں سکا۔ بلکہ بعد میں آنے والے نے پہلے کی اس طرح پیروی کر لی گویا اس نے اصل کتاب (اللہ) سے اسے لیا ہو جبکہ اس بات کی حیثیت خرافات کے سوا کچھ نہ ہے۔

بہر حال: اس عبادت کے متعلق بہت سی شرطیں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ اشارہ گزرا ہے لیکن سب بغیر قرآن اور بغیر برہان کے ہیں اور سب بے شرع اور بے عقل ہیں۔

---

[1] اس سے شریعت اور ہدایت کی عام کتابیں مراد ہیں۔ اور فقہ حنفی کی کتاب ''ہدایہ'' بھی اس سے مراد ہو سکتی ہے واللہ اعلم۔ از مترجم۔

خطبہ جمعہ

اس کا حکم:

جمہور اہل علم کا مذہب خطبہ جمعہ کا وجوب ہے۔ وجوب پر ان کا استدلال آپ ﷺ سے ثابت صحیح احادیث سے ہے۔ جن میں پیہم ثبوت یہ ہے کہ آپؐ ہر جمعہ کو خطبہ دیتے تھے ان کا استدلال آپ ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہے:

((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّی ۔))

''یعنی تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اور اللہ بزرگ و برتر کے اس فرمان سے بھی۔

﴿ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ.﴾

''ترجمہ: مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف جلدی کرو۔''

یہ جو ذکر کی طرف جلدی چلنے کا حکم ہے یہ واجب ہوگا۔ اور غیر واجب کے لیے جلدی چلنا واجب نہ ہوگا۔ بعض نے ذکر کی تفسیر خطبہ سے کی ہے کیونکہ خطبہ اس پر مشتمل ہے۔ شوکانی نے ان دلائل کا محاسبہ کیا ہے۔ پہلی دلیل کا انہوں نے جواب یہ دیا ہے کہ محض فعل وجوب کا فائدہ نہیں دیتا۔ دوسری دلیل کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ اس میں محض نماز کے وقوع کا اس انداز میں حکم ہے جس پر اس کا وقوع ہے جبکہ

خطبہ نماز نہ ہے۔ تیسری کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ جس ذکر کے لیے جلدی جانے کا حکم ہے وہ نماز ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ یہ نماز اور خطبہ کے درمیان متردد ہے جبکہ نماز کے وجوب پر اتفاق ہو چکا۔ نزاع محض وجوب خطبہ میں ہے۔ لہذا: یہ دلیل وجوب کا درجہ نہیں پا سکتی۔ پھر کہتے ہیں: ظاہر مذہب جیسے حسنؒ بصریؒ' داؤدؒ ظاہریؒ اور الجوینیؒ[1] نے اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ خطبہ صرف منسوب ہے۔

امام صاحب منبر پر چڑھ جائے تو اس کے سلام کا استحباب اور اذان دینا جب کہ وہ اس پر بیٹھ جائے اور امام کی طرف مقتدیوں کا متوجہ ہونا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔ (ابن ماجہ) اس کی اسناد میں ابن لھیعہ[2] ہیں۔

اثرم کی سنن میں شعبی سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ اور عطاء وغیرہ کی مراسیل میں ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف اپنے چہرے سے متوجہ ہوئے پھر فرماتے: السلام علیکم یعنی ''تم پر سلامتی ہو''۔ شعبی نے فرمایا: حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: جمعہ والے دن پہلی اذان تب ہوتی۔ جب امام منبر بیٹھ جاتا۔ آنحضرت ﷺ حضرات ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یوں ہی ہوتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ کا دور آیا اور لوگ بکثرت ہو گئے۔ تو انہوں نے تیسری اذان مقام ''زوراء'' پر زائد کہلوائی۔ جبکہ نبی ﷺ کا صرف ایک ہی موذن تھا۔ (بخاری' نسائی' ابوداؤد) انہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور لوگ بکثرت تھے۔ تو

---

۱ اسی طرح مالکیہ میں سے عبدالملک بن حبیب اور ابن الماجشون کا بھی یہی مذہب ہے۔

۲ ابن لھیعہ ضعیف ہیں اور اس کے ضعیف پر سب کا اتفاق ہے۔

حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا اور اس اذان کو مقام ''زوراء'' پر کہا گیا۔ پھر اسی پر حکم ثابت ہو گیا۔ احمد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت بلالؓ تب اذان کہتے جب نبی ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے اور اقامت تب کہتے جب آپؐ منبر سے اترتے۔ حضرت عدی بن ثابت سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب منبر پر کھڑے ہو جاتے تو آپؐ کے اصحاب کی طرف اپنے چہروں سے متوجہ ہو جائے۔ (ابن ماجہ) اس حدیث پر گو کہ کلام ہے لیکن ترمذی نے کہا اس پر اصحاب نبی ﷺ اور دوسروں کو عمل ہے وہ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ جب امام خطبہ دے تو اس کی طرف توجہ کی جائے۔

مستحب ہے کہ خطبہ اللہ کی حمد رسول اللہ ﷺ کی ثناء و مدح اور نصیحت اور قراءۃ پر مشتمل ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: ''جو بھی کلام' اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ اجذم[1] ہے۔'' احمد نے بھی اس معنی میں روایت کیا۔ ایک روایت میں یوں ہے: ''وہ خطبہ جس میں شھادہ[2] نہیں ہے۔ وہ جزام زدہ ہاتھ کی طرح ہے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی) اور ترمذی نے ''شھادۃ'' کے بجائے تشہد کہا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب تشہد پڑھتے تو فرماتے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا

---

[1] یہ ایک معروف بیماری ہے۔ یعنی جس کلام کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ کی جائے اس کو مجزوم انسان سے تشبیہ دی ہے جس سے نفرت کی جاتی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کلام کو حمد الٰہی سے شروع کیا جائے۔ [2] شھادہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں کلمہ شہادت نہ ہو۔

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْراً بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةِ۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّه لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ تَعَالٰی شَيْئاً))

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسی سے بخشش مانگتے ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے۔ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ جن کو اللہ نے قیامت سے پہلے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر لی تو وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ صرف اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالیٰ کو وہ کچھ ضرر نہ دے سکے گا۔''

ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی ﷺ کے تشہد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اسی طرح بیان کر کے فرمایا: اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ بہک گیا۔ ان دونوں کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

حضرت جابرؓ بن سمرۃؓ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خطبہ دیتے رہے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔ اور آپؐ آیات پڑھتے اور لوگوں کو نصائح کرتے۔ (اس کو بخاری اور ترمذی کے علاوہ باقی سب نے روایت کیا) حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن طویل نصیحت نہ کرتے تھے بلکہ چند آسان سے کلمات ہوا کرتے تھے۔ (ابوداؤد) حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے سورۃ ''ق والقرآن المجید'' رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سیکھی کہ آپؐ ہر جمعہ

لوگوں کو خطبہ دیتے تو منبر پر اسے پڑھا کرتے تھے۔ (احمد' مسلم' نسائی' ابوداؤد)۔

حضرت یعلی بن امیہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ (وَنَا دَوا يَامَالِكُ)۔ (متفق علیہ) ابن ماجہ میں حضرت ابیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ ''تبارک'' پڑھی۔ اور آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو ایام اللہ سے نصیحت دلا رہے تھے۔ ''الروضہ الندیہ'' میں ہے: تم جان لو کہ خطبہ مشروع وہی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ لوگوں کو ترغیب و ترہیب کرتے۔ اصل میں خطبہ کی روح بھی یہی ہے جس کی وجہ سے یہ مشروع ہوا۔ رہی اللہ کی حمد یا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا یا قرآن میں سے کچھ پڑھنا تو یہ سب کچھ شرعی خطبہ کے اصل مقصود نہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا خطبہ میں اس سے اتفاق کرنا اس بات کی دلیل نہ ہے کہ یہ لازمی شرط یا مقصود حتمی ہے۔ کوئی آدمی اس بات میں شک نہیں کر سکتا کہ اصل مقصود وعظ ہی ہے نہ کہ اس سے قبل حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام جبکہ عرب کا عمومی عرف جو چلا آ رہا تھا وہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی کسی مقام پر کھڑا ہوتا یا کچھ کہنا چاہتا تو وہ اللہ کی حمد وثناء اور رسول ﷺ پر درود وسلام سے بات کو شروع کرتا تھا۔ یہ بہت عمدہ اور اچھا طریقہ ہے۔ لیکن مقصود اصلی نہ ہے۔ بلکہ اصل مقصود وہ ہے جو اس کے بعد ہے۔ اگر یوں کیا جائے: کہ کوئی شخص محفلوں میں سے کسی محفل میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا گر وہ صرف حمد وثنا اور صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ تو وہ مقبول نہ ہوگا بلکہ ہر طبع سلیم اس کو اچھا نہ سمجھے گی اس کی بات پر توجہ نہ دے گی جب یہ بیان ہو چکا تو آپ نے یہ جان لیا ہوگا کہ خطبہ جمعہ میں وعظ میں وہ چیز ہے جس طرف حدیث شریف رہنمائی کرتی ہے۔ جب خطیب نے اس پر عمل کیا تو اس نے امرِ مشروع ادا کر لیا۔ الا یہ کہ اگر پہلے اللہ کی حمد وثناء اور رسول اللہ پر کتناء مدح کر لے یا دورانِ وعظ آیاتِ قرآنیہ میں سے بیدار کرنے والی آیات بھی لے آئے تو یہ خطبہ کامل ترین اور بہترین ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسے آج کل خطیب کرتے ہیں۔(رواہ الجماعة) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے کھڑے خطبہ دیتے۔ پھر جس نے کہا کہ نبی ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ کہا۔ بے شک واللہ میں نے آپؐ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں[1] پڑھی ہیں۔(احمد، مسلم، ابوداؤد)

ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ دیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ شعبی سے یہ بھی مروی ہے کہ معاویہؓ نے خطبہ اس وقت بیٹھ کر دیا۔ جب ان کے پیٹ کا گوشت اور چربی بڑھ گئی تھی۔

اور بعض ائمہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے فعل سے سند لیتے ہوئے دوران خطبہ کھڑے ہونے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وجوب اخذ کیا ہے لیکن محض فعل وجوب کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔

خطبہ میں آواز بلند رکھنا چھوٹا خطبہ دینا اور اس کی کوشش کرنا مستحب ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور اس کے خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقاہت کی علامت[2] ہے۔ نماز کو طویل اور خطبے کو مختصر کرو۔[3]

جو یہ کے کہ خطبے کا چھوٹا ہونا اور نماز کا طویل ہونا۔ آدمی کی فقاہت پر دلیل

---

[1] اس سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔

[2] المئنة: کا معنی علامت اور گمان ہے۔

[3] نماز کو خطبہ کی نسبت لمبا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن طوالت کا نہیں کہ جس سے نمازی مشقت میں پڑیں۔

ہے۔ یہ اس لیے کہ فقیہ شخص جامع کلمات کو پہچانتا ہے۔ وہ قلیل الفاظ سے کثیر معانی پر دلالت کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔'' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی[1] درمیانہ ہوتا۔ (اس کو بخاری اور ابوداؤد کے سوا باقی سب نے روایت کیا ہے)۔

حضرت عبداللہ بن ابی اومنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو طویل کرتے اور خطبے کو چھوٹا کرتے۔ (نسائی بسند صحیح)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بڑھ جاتا حتیٰ کہ ایسے ہو جاتے جیسے کہ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ صبح تمہارے پاس پہنچا یا شام[2] کو۔

امام نوویؒ نے فرمایا: مستحب ہے یہ کہ خطبہ فصیح و بلیغ، ترتیب والا اور واضح ہو اس میں بہت گہرائی کھوکھلا پن نہ ہو۔ ایسے الفاظ نہ ہوں جو گھٹیا اور پریشان کن ہوں کیونکہ دلوں پر پورا اثر نہ کریں گے۔ اور نہ وحشت ناک الفاظ ہوں۔ کیونکہ مقصود حاصل نہ ہوگا بلکہ خطبہ عمدہ اور قابل فہم الفاظ استعمال کرے۔

ابن قیم نے فرمایا: اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا خطبہ تھا وہ اصول دین کے بیان پر ہوتا۔ اللہ پر ایمان۔ اس کے فرشتوں پر ایمان اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان۔ جہنم اور جنت کا ذکر ہوتا۔ اور وہ اجر بھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور اہل اطاعت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اور جو عذاب اس نے اپنے دشمنوں اور اہل معصیت کے لئے تیار کیا ہے۔ آپؐ کے خطبے سے دل ایمان، توحید و معرفۃ باللہ اور اس کے ایام کی معرفت سے بھر جاتے۔ آپ کا خطبہ اوروں کی

---

[1] القصید: اعتدال اور توسط کو کہتے ہیں۔

[2] صبحکم ومساکم: یعنی دشمن تمہارے پاس صبح کو یا شام کو پہنچنے والا ہے۔

طرح نہ ہوتا جو مخلوقات کے مشترکہ معاملات پر بحث کرتے ہیں۔ یعنی زندگی کا دکھ موت سے ڈرانا وغیرہ یہ امر نہ تو اللہ پر ایمان اور توحید کے حصوں کا فائدہ دیتا ہے نہ اس سے خاص معرفت الٰہی یا اس کے ایام و واقعات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ یہ دلوں میں اللہ کی محبت اور اس کی ملاقات کا شوق پیدا کرتا ہے۔ پھر سننے والے اس حال میں چلے جاتے ہیں کہ انہیں اس سے کوئی زیادہ فائدہ نہیں ملتا وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ وہ مر جائیں گے ان کے اموال تقسیم کر لئے جائیں گے مٹی ان کے جسموں کو بوسیدہ کر دے گی۔ ہائے افسوس! کہ مجھے بتایا جائے اس سے کون سا ایمان حاصل ہوا اور کیسی توحید اور علم نافع اس سے حاصل ہوسکا؟ اور جو نبی ﷺ کے خطبوں اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے خطبوں پر غور و فکر کرے۔ سمجھ لے گا کہ وہ ہدایت توحید اللہ جل شانہ کی صفات، مکمل اصول ایمان، دعوت الی اللہ اور اللہ کی ان نعمتوں کے ذکر سے بھر پور پائے گا۔ جو اللہ کی ذات کو اس کی مخلوق کے نزدیک محبوب بنائیں اور ان ایام اللہ کے ذکر سے جو انہیں اس کی گرفت سے ڈرائیں اور اس کے ذکر کے حکم سے اور اس کے شکر سے جو ان کو اس کی طرف قابل محبت کر دے۔ پھر وہ اللہ کی عظمت اس کے اسماء و صفات کا ذکر کرتے ہیں جو اسے اس کی مخلوق کی طرف محبوب بنا دے۔ پھر وہ اس کی اطاعت ذکر و شکر کا حکم دیتے ہیں جو ان کو اس کی طرف محبوب بنا دے۔ پھر سامعین اس حال میں جاتے ہیں کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ پھر زمانہ (نبوت) دور ہو گیا اور نور نبوت مخفی ہو گیا۔ اور شرائع و اوامر رسوم بن گئے۔ جو ان کے حقوق و مقاصد کی رعایت کے بغیر محض ادا کئے جاتے تھے۔ انہوں نے انہیں ان پر یہ لبادہ اوڑھ دیا اور انہیں مزین کر لیا۔ انہوں نے رسوم و بدعات کو سنت بنا لیا جن میں کوتاہی مناسب نہ تھی۔ انہوں نے ایسے مقاصد کو چھوڑ دیا جنہیں چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ انہوں نے خطبوں کو قافیہ بند عبارات اور فقرات اور نئے نئے علوم سے سجا لیا پھر کم ہو گیا بلکہ ان کے دلوں سے وہ چیز جاتی رہی اور ان

سے مقصود اصلی ختم ہو کر رہ گیا۔

کسی پیش آ جانے والے معاملہ پر امام کا خطبہ کو روک دینا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ آئے انہوں نے سرخ قمیض پہن رکھی تھیں وہ چلتے تھے پھر اٹک کر گر جاتے اس پر رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا: کہ تمہارے اموال و اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے ہیں پھر اٹک کر گر جاتے ہیں میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کو چھوڑ دیا اور انہیں اٹھا لیا۔ (اسے پانچوں نے روایت کیا ہے) حضرت ابو رفاعہ العروی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا جبکہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ایک اجنبی آدمی ہے وہ اپنے دین کے بارے میں پوچھتا ہے اس کو علم نہیں کہ اس کا دین کیا ہے؟ آپؐ میری طرف متوجہ ہو گئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ میرے پاس آ گئے پھر ایک لکڑی کی کرسی لائی گئی جس کے پاؤں لوہے کے تھے۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے۔ اور آپ مجھے اس علم سے سکھانے لگے جو اللہ نے انہیں سکھایا تھا۔ پھر خطبہ کے لئے آئے اور اس کا باقی حصہ مکمل کیا۔ (مسلم' نسائی)

ابن قیم نے کہا:

آپ ﷺ اپنے خطبہ کو کسی پیش آنے والی ضرورت اور اصحابؓ میں سے کسی کے سوال کے جواب کے لئے روک دیا کرتے تھے۔ کبھی کسی ضرورت سے اترتے (یعنی منبر سے) تھے پھر اس کو پورا کر کے واپس لوٹ جاتے جیسے حضرات حسنینؓ کو پکڑنے کے لئے اترے تھے۔ پھر ان کو پکڑا اور منبر پر چڑھے اور اپنا خطبہ مکمل کیا۔ اور آپؐ کسی شخص کو بلاتے اے فلاں بیٹھ جاؤ۔ اے فلاں تم نماز پڑھ اور وہ دوران

خطبہ بمقتضائے حال حکم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

دوران خطبہ کلام کی حرمت:

جمہور کا موقف یہ ہے کہ دوران خطبہ خاموشی واجب ہے اور کلام حرام ہے گو کہ وہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ہی ہو۔ خواہ خطبہ سن رہا ہو یا نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ والے دن اس حال میں بات کی کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ گدھے کی طرح ہے جو بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ اور جو اس کو یہ کہے کہ خاموش ہو جا اس کا بھی جمعہ[1] نہیں۔ (احمد' ابن ابی شیبہ۔ البزار الطبرانی)

حافظ نے بلوغ المرام میں فرمایا: اس کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے لئے تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں ایک وہ آدمی جو لغو کے لئے حاضر ہوتا ہے اس میں سے اس کا وہی حصہ ہے۔ ایک آدمی دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے پھر وہ اللہ والا ہے وہ دعا کرتا ہے اگر اللہ چاہے تو اس کو دے اور چاہے تو اس سے روک لے۔ اور ایک وہ شخص جو خاموشی سے حاضر ہوتا ہے اس نے کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگی اور کسی کو تکلیف نہ دی تو وہ اس کے لئے آئندہ جمعہ تک کفارہ ہے۔ اور تین دن زیادہ بھی یہ اس لئے کہ اللہ کریم نے فرمایا: ''جو کوئی نیکی لائے تو اس کے لئے اس کے دس مثل جب ہے۔ (احمد' ابوداؤد' باسناد جید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تو نے اپنے ساتھی کو جمعہ کے دن' کہا' جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو' کہ خاموش ہو جا۔ تو تو نے لغو کیا۔

---

[1] یعنی کامل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے وقت کا فرض ساقط کرنے پر اجماع ہے نیز یہ کہ اس کا جمعہ ظہر شمار کیا جائے گا۔

[2] فقد لغوت: اللغو: کا معنی گری ہوئی اور وہ بات جو قابل اعتماد نہ ہو وغیرہ۔

حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور لوگوں کو خطبہ دیا آپؐ نے ایک آیت تلاوت کی۔ میرے پاس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے میں نے ان سے کہا اے ابی! یہ آیت کب اتری؟ انہوں نے مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے پھر پوچھا تو انہوں نے پھر انکار کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے۔ تو مجھے ابیؓ نے کہا تیرا جمعہ نہیں ہے مگر اسی قدر جو تو نے لغو کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ پھرے تو میں آپؐ کے پاس گیا اور آپ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا: ''ابی نے سچ کہا۔ جب تو اپنے امام کو سنے کہ وہ بات کر رہا ہے تو چپ رہو حتی کہ وہ فارغ ہو جائے۔ (احمد' الطبرانی) اور احمد شافعی رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کے درمیان جس کے لئے خطبہ سننا ممکن ہے اور اس کے درمیان جس کے لئے ممکن نہ ہے فرق کیا ہے۔ پہلے کے متعلق کلام کی حرمت بتائی ہے جبکہ دوسرے کے متلق نہیں۔ گو کہ خاموش رہنا سب کے لیے مستحب ہے۔ امام ترمذی نے احمد اور اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کا جواب دینے میں رخصت ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو۔

امام شافعیؒ نے فرمایا اگر کوئی شخص جمعہ کے دن چھینک مارے اور دوسرا شخص اس کی چھینک کا جواب دے دے تو مجھے امید ہے کہ اس میں وسعت ہے۔ کیونکہ چھینک کا جواب دینا سنت ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی کو سلام کرے تو میرے نزدیک مکروہ ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے سلام کا جواب وہ دے گا۔ کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔

رہا غیر خطبہ کے وقت کلام کرنا تو وہ جائز ہے۔ حضرت ثعلبہ بن مالک سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ لوگ جمعہ والے دن باتیں کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوتے پھر جب موذن خاموش ہو جاتا حضرت عمرؓ کھڑے ہو جاتے پھر لوگ باتیں نہ کرتے حتیٰ کہ وہ دونوں خطبے مکمل کر لیتے۔ پھر جب اقامت ہوتی اور عمر

رضی اللہ عنہ منبر پر سے اترتے تو لوگ باتیں کرتے۔ (مسند شافعی)

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں سے ان کی خبریں اور غلے وغیرہ کی قیمتیں دریافت فرمالیا کرتے۔ جبکہ وہ خود منبر پر ہوتے اور موذن اقامت کہہ رہا ہوتا تھا۔

جمعہ میں سے یا اس کے علاوہ نمازوں میں سے ایک رکعت پالینا:

اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جس نے جمعہ میں سے ایک رکعت پالی وہ جمعہ کو پالے گا اس پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ دوسری رکعت بھی ملالے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے جمعہ والے دن ایک رکعت پالی اس کو چاہئے کہ اس کے ساتھ دوسری بھی ملالے اور اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ (نسائی' دارقطنی' ابن ماجہ)

''بلوغ المرام'' میں حافظ نے فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہیں لیکن حاکم نے اس کے مرسل ہونے کو قوی قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز میں سے ایک رکعت پالی گویا اس نے ساری نماز پالی۔'' (اسے سب نے روایت کیا ہے)۔ جس نے ایک رکعت سے کم پائی تو وہ اس کو نہ پاسکے گا وہ ظہر کی نماز چار رکعت[1] ادا کرے گا یہ قول اکثر علماء کا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جس نے جمعہ کی ایک پالی وہ دوسری بھی ساتھ ملالے۔ اور جس سے دونوں رکعات فوت ہو جائیں تو وہ چار رکعت پڑھے گا۔ (طبرانی بسند حسن)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اس کے ساتھ دوسری ملالے۔ اور اگر امام کو بیٹھے ہوئے پاؤ تو چار (پوری) پڑھو۔ (البیہقی)

شافعیہ' مالکیہ' حنابلہ اور محمد بن حسن کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہ اور

---

[1] وہ نیت جمعہ کی کرے گا لیکن اس کو ظہر بنا کر پورا کرے گا۔

ابو یوسف رحمہما اللہ نے کہا: جس نے امام کے ساتھ تشہد پا لیا تو اس نے جمع کو پا لیا وہ امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کرے اس کا جمعہ مکمل ہو گیا۔

رش/ بھیڑ میں نماز پڑھنا:

احمد اور بیہقی نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپؓ خطبہ دے رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مسجد بنائی اور ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ مہاجر بھی انصار بھی۔ جب بھیڑ زیادہ ہو تو تم میں کسی کو چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرے کچھ لوگوں کو آپ نے راستے میں نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: مسجد میں نماز پڑھو۔

جمعہ سے قبل اور بعد نفل پڑھنا:

جمعہ کے بعد چار رکعت نماز یا دو رکعت نماز مسنون ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ چار رکعت پڑھے۔ (مسلم' ابوداوٗد' ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)۔

امام ابن قیمؒ نے فرمایا: جب آپ ﷺ جمعہ والے دن نماز پڑھ کر گھر جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے اور آپ نے حکم یہ فرمایا تھا کہ جو اس کو پڑھنا چاہیئے اس کو چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے فرمایا۔ اگر مسجد میں پڑھے گا تو چار پڑھے گا اور اگر گھر میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھے گا۔ میں کہتا ہوں احادیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں۔ ابوداوٗد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وہ جب مسجد میں نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور جب گھر میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے بعد

گھر میں دو رکعتیں ادا فرماتے۔ انتہیٰ۔

جب چار پڑھے گا تو بعض نے کہا کہ چاروں اکٹھی پڑھے گا بعض نے کہا کہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے گا پھر دو رکعتیں پڑھے گا۔ افضل یہ ہے کہ انہیں گھر میں پڑھے لیکن اگر مسجد میں پڑھے تو چاہئے کہ جہاں فرض پڑھے ہیں اس جگہ سے پھر جائے۔ (اور جگہ پر پڑھے)۔

رہی جمعہ سے پہلے سنت پڑھنا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: نبی ﷺ جمعہ کے دن اذان کے بعد کچھ نہ پڑھتے تھے اور نہ کس نے اس متعلق آپؐ سے کچھ نقل کیا ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں اذان نہ کہی جاتی حتیٰ کہ آپ ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے نبی ﷺ دو خطبے دیتے۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے تو آپؐ لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ اذان کے بعد ممکن نہ ہوتا کہ آپؐ نماز پڑھ لیں یا مسلمانوں میں سے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والا کوئی نماز پڑھ سکے۔ کسی نے ان سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے جمعہ کے دن خروج سے قبل گھر میں نماز پڑھی اور نہ آپؐ نے اپنے قول سے کسی مقدارِ نماز کی حد مقرر کی ہے بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ میں نماز کی ترغیب ہے کہ جب آدمی جمعہ کے دن مسجد میں آئے تو نماز پڑھے اس کا وقت مقرر نہیں فرمایا جیسے اس قول میں ہے:

"جس نے صبح کی اور جلدی اٹھا اور چلا۔ سوار نہ ہوا۔ اور نماز پڑھی جتنی اس کے لئے لکھی گئی ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔ کہ جب جمعہ کے دن وہ مسجد میں آتے تو جس وقت وہ داخل ہوتے جس قدر میسر ہوتا وہ نماز پڑھتے۔ کوئی ان میں سے دس رکعت پڑھتا کوئی بارہ پڑھ لیتا کوئی آٹھ پڑھتا اور کوئی اس سے کم پڑھتا اسی لئے جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ سے پہلے کوئی مقرر سنت نہ ہے کہ حد متعین ہو۔ کیونکہ یہ نبی ﷺ کے قول سے یا آپؐ کے فعل سے ثابت ہوتا تھا جبکہ ان سے نہ

قولاً نہ فعلاً کچھ اس متعلق مسنون نہ ہے۔

عید اور جمعہ کا ایک ہی دن اکھٹے ہو جانا:

اگر جمعہ اور عید ایک ہی دن جمع ہو جائیں تو جس نے عید پڑھ لی اس سے جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے عید پڑھائی پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دے دی فرمایا: ''جو پڑھنا چاہئے وہ پڑھ لے۔'' (اس کو پانچوں نے روایت کیا) اور ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: تحقیق تمہارے اس دن میں دو عیدیں اکھٹی ہو گئی ہیں جو چاہے تو اس کو یہ جمعہ سے کفایت کرے گی اور ہم جمعہ پڑھائیں گے۔ (ابوداؤد)

امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ جمعہ پڑھائے تاکہ جو حاضر ہونا چاہئے وہ حاضر ہو جائے اور جو عید میں حاضر نہ ہوا ہو کیونکہ آپ ﷺ کے اس قول کی وجہ سے: ''ہم جمعہ پڑھائیں گے۔'' حنابلہ کے نزدیک جو عید میں حاضر ہونے کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو اس پر نماز ظہر واجب ہے۔ جبکہ ظاہر یہ ہے۔ کہ واجب نہ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا: دو عیدیں ایک دن اکھٹی آ گئی ہیں ان دونوں کو جمع کیا اور دونوں کو صبح کے وقت دو رکعتیں پڑھیں۔ اس پر کچھ زیادہ نہ کیا حتی کہ عصر پڑھی۔

عیدین کی نماز

عیدین کی نماز ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی۔ یہ سنت مؤکدہ ہے نبی ﷺ نے اس پر محافظت کی اور مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ اس کے لئے وہ باہر نکلیں اس کے کئی احکام ہیں جنہیں ذیل میں ہم مختصر بیان کرتے ہیں۔

۱۔ نہانا' خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا مستحب ہے:

حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر عید کو بردحبرہ[1] پہنا کرتے تھے۔ (الشافعی' بغوی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نواسہ رسولؐ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدین کے متعلق حکم دیا کہ جس قدر عمدہ کپڑے میسر ہوں ہم وہ پہنیں جس قدر عمدہ خوشبو ہم پائیں وہ لگائیں اور جس قدر قیمتی قربانی پائیں اس کی قربانی کریں۔

الحدیث: اس میں ایک راوی اسحاق بن برزخ ہیں جن کو ''الازدی'' نے ضعیف قرار دیا جبکہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

امام ابن قیم نے فرمایا:

آنحضرت ﷺ ان دونوں کو عمدہ ترین کپڑے پہناتے تھے اور آپ ﷺ کا ایک حلہ تھا جسے آپؐ جمعہ اور عیدین کے لئے پہنتے۔

---

[1] بردحبرہ۔ یہ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے۔

۲-عیدالاضحیٰ کی بجائے عیدالفطر میں خروج سے پہلے کھانا:

عیدالفطر میں نکلنے سے پہلے طاق کھجوریں کھانا مسنون ہے۔ جبکہ عیدالاضحیٰ میں اس کو مؤخر کرنا مسنون ہے حتیٰ کہ جب تک عیدگاہ سے واپس نہ لوٹ آئے پھر اگر اس کی قربانی ہے تو اپنی قربانی میں سے کھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عیدالفطر کے لئے نہ نکلتے حتیٰ کہ کھجوریں کھا لیتے اور آپؐ انہیں طاق[۱] کھاتے تھے۔ (احمد' بخاری)

اور حضرت بریدہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ عیدالفطر کے لئے نہ نکلتے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے۔ اور یوم الاضحیٰ کو نہ کھاتے حتیٰ کہ لوٹ آتے۔[۲] (ترمذی' ابن ماجہ' احمد) اور یہ بھی زیادہ کیا کہ بھی اپنی قربانی میں سے کھاتے۔

مؤطا میں حضرت سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ: کہ عیدالفطر میں لوگوں کو نکلنے سے پہلے کھانے کا حکم دیا جاتا تھا۔ ابن قدامہ نے کہا کہ ہم عیدالفطر میں جلدی کھانے کے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں جانتے۔

۳-عیدگاہ کی طرف نکلنا:

یہ جائز ہے کہ عید کی نماز مسجد میں ادا کر لی جائے۔ لیکن شہر کے بیرونی حصے میں عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے۔[۳] بشرطیکہ بارش وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز عیدین عیدگاہ میں ہی پڑھتے تھے۔[۴] مسجد میں آپؐ نے نماز عید صرف ایک دفعہ بارش کے عذر کی وجہ سے پڑھی تھی۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن انہیں بارش پہنچی پھر نبی ﷺ نے انہیں عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' حاکم) اس کی بسند میں مجہول راوی ہے۔

---

۱ یعنی تین' پانچ' سات وغیرہ۔

۲ مکہ کے علاوہ بیرون شہر افضل ہے۔ مسجد الحرام میں نماز عید افضل ہے۔

۳ مدینہ کے مشرقی دروازے پر وہ جگہ تھی جہاں آپ عید پڑھا کرتے تھے۔

۴ تاکہ قربانی والے دن قربانی کے جانور کا برکت والا گوشت آپ کے پیٹ میں جائے۔

حافظ نے التلخیص میں فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ذہبی نے فرمایا یہ منکر حدیث ہے۔

۴۔عورتوں اور بچوں کا نکلنا:

عورتوں اور بچوں سب کا نماز کے لئے عید گاہ کی طرف نکلنا مشروع ہے اس متعلق کنواری' شادی شدہ' نوجوان' بوڑھی اور حائضہ میں کچھ فرق نہیں۔

جیسا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ فرماتی ہیں: ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم عواتق[1] اور حائضہ کو عیدین میں نکالیں وہ خیر میں حاضر ہوں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ جبکہ حائضہ نماز کی جگہ سے دور رہیں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو عیدین میں نکالتے تھے۔ (بیہقی ابن ماجہ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ[2] نکلا آپؐ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس آئے انہیں وعظ و تذکیر کیا اور صدقے کا حکم دیا۔ (البخاری)

راستہ تبدیل کرنا:

اکثر اہل علم اس بات کے استحباب کی طرف گئے ہیں کہ ایک راستے سے عید کی نماز کے لئے جایا جائے اور دوسرے راستے سے لوٹا جائے نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ عید کے دن مخالف راستہ[3] اپناتے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ جب نبی ﷺ عید کی طرف نکلتے تو اس راستے کے علاوہ اور راستے سے لوٹتے جس سے گئے تھے۔ (احمد' مسلم' ترمذی)

---

۱ عواتق: کنواری لڑکیاں۔ ۲ خرجت مع النبی ﷺ: جبکہ آپ ان دنوں ابھی چھوٹے تھے۔

۳ اس کی وجہ سبل اسلام شرح بلوغ المرام میں ملاحظہ فرمائیں۔

جس راستے سے آدمی گیا ہے اس سے لوٹنا بھی جائز ہے۔ ''التاریخ'' میں ابوداؤد' حاکم اور بخاری کے یہاں بکر بن مبشر سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ عیدالفطر کے دن بعد عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف جایا کرتا ہم بطنِ بطحان[1] میں چلا کرتے۔ حتیٰ کہ ہم عیدگاہ آتے تھے اور نبی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے پھر گھروں کو بطن بطحان سے لوٹتے۔ ابن السکن نے کہا اس کی اسناد صالح ہے۔

۶-عید کی نماز کا وقت:

عید کا وقت سورج کے تین میٹر بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ جیسا کہ احمد بن حسن البناء نے حضرت جندبؓ کی حدیث سے نکالا ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے ہمیں عیدالفطر کی نماز پڑھائی اور سورج دو رمح کے اندازے پر تھا۔[2] جب ضحیٰ کی نماز تب پڑھائی جب سورج ایک رمح کی مقدار پر تھا۔

امام شوکانی نے اس حدیث کے متعلق کہا کہ عیدین کی نمازوں میں وقت کی تعین کی ابحاث میں یہ حدیث سب سے عمدہ ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ جلدی پڑھنا مستحب ہے اور عیدالفطر تاخیر سے پڑھنا۔

ابن قدامہ نے کہا: کہ عیدالاضحیٰ کو جلدی پڑھنا اس لئے مسنون ہے تاکہ قربانی کرنے کا وقت وسیع ہو۔ اور عیدالفطر کو تاخیر سے پڑھنا اس لئے تاکہ صدقہ فطر کا وقت وسیع ہو۔ میرے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہ ہے۔

۷-عیدین کے لئے اذان اور اقامت:

امام ابن القیم نے فرمایا: کہ نبی ﷺ جب عیدگاہ جاتے تو آپؐ اذان واقامت اور یہ کہے بغیر کہ ''نماز جمع کرنے والی ہے۔'' نماز پڑھنے لگتے سنت یہی ہے کہ اس

---

[1] بطحان: یہ مدینہ کی ایک وادی ہے۔

[2] قیدرمحین: یعنی دو نیزے کے اندازے پر اور ایک نیزہ تین میٹر کی مقدار کا ہوتا ہے۔

میں سے کچھ بھی نہ کیا جائے۔ انتہیٰ حضرت ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں فرماتے ہیں "کہ عیدالفطر میں اور عیدالاضحیٰ میں اذان نہ کہی جاتی تھی۔ (متفق علیہ)

مسلم میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہتے ہیں: مجھے حضرت جابرؓ نے خبر دی کہ فطر کے دن جب امام نکلتا تب نماز کے لئے کوئی اذان نہ ہوتی نہ امام کے نکلنے کے بعد۔ نہ کوئی اقامت و پکار اور نہ کچھ اور ہوتا۔ ان دنوں نہ اذان ہوتی نہ اقامت حضرت سعد بن ابو وقاص سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھائی۔ اور آپؐ دو خطبے کھڑے[۱] ہو کر دیتے ان کے درمیان تھوڑا سا بیٹھ کر فاصلہ کرتے۔ (البزار)

۸-عیدین کی نماز میں تکبیرات:

عید کی نماز دو رکعت ہے اس میں مسنون ہے کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے اول رکعت میں سات تکبیریں کہے۔ اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے بعد پانچ تکبیریں کہے۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین ہوگا[۲]

حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے نمازِ عید میں بارہ تکبیرات کہیں۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں اس (عید کی نماز) سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (احمد' ابن ماجہ) امام احمد نے کہا: میرا بھی یہی مذہب ہے۔ ابوداؤد اور دارقطنی کی روایت میں ہے فرمایا: نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ "عیدالفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں اور دونوں کے بعد قرأت ہوگی۔"

یہ قول ارجح الاقوال ہے۔ اکثر اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہ، تابعین رحمۃ اللہ علیہ

---

۱ رفع الیدین مع کل تکبیرہ: یہ مذہب حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

۲ دو خطبوں والی روایت ضعیف ہے۔ (مصحح)

اور ائمہ کرام اسی طرف گئے ہیں۔

ابن عبدالبر نے فرمایا: نبی ﷺ سے احسن سندوں سے مروی ہے کہ آپؐ نے عیدین کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔ حضرت عمرو بن عوف المزنی عبداللہ بن عمرؓ جابرؓ عائشہؓ ابو واقدؓ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کی احادیث سے بھی یہی مروی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے خلاف طریقہ کسی قوی یا ضعیف طریق سے بیان نہیں کیا۔ اسی پر پہلے عمل کیا گیا۔[۱] انتہی۔

آپ ﷺ دو تکبیروں کے بعد تھوڑا سا سکوت فرماتے۔ اور تکبیرات کے درمیان آپؐ سے کوئی معین ذکر مروی نہ ہے۔ لیکن طبرانی اور بیہقی نے قوی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپؐ کے قول و فعل سے روایت کیا ہے۔ کہ آپؐ اللہ کی حمد و ثناء اور نبی ﷺ پر درود پڑھتے تھے۔[۲]

حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ تکبیر سنۃ ہے اس کے عمداً یا سہواً ترک سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ابن قدامہ نے کہا اس متعلق کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں ہے۔ اور امام شوکانی نے اس قول کو راجح کہا کہ اگر سہو سے ترک ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے گا۔

۹۔ عید کی نماز سے قبل اور بعد میں نماز پڑھنا:

عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی سنت ثابت نہ ہے۔ نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیؓ جب عیدگاہ جاتے تو نماز سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ حضرت ابن

۱۔ حنفیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد اور قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہے گا جبکہ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد۔ لیکن یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں۔

۲۔ احمد اور شافعی نے دو تکبیروں کے درمیان ذکر اللہ سے فصل کرنا مستحب کہا ہے۔ جیسے یوں کہے سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر جبکہ امام ابو حنیفہ اور مالکؒ نے فرمایا تکبیریں کہتا جائے گا کسی ذکر کے ساتھ فصل نہ کرے گا۔

عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عید کے لئے جب نکلے تو صرف دو رکعتیں پڑھیں نہ اس سے پہلے نماز پڑھی نہ بعد میں۔ (رواہ الجماعۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ عید کے دن نکلے تو نہ اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے اسی طرح کیا بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ذکر کیا کہ انہوں نے عید سے پہلے نماز کو ناپسند کیا۔

رہے مطلق نفل تو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا کہ اس متعلق کسی خاص دلیل سے کوئی ممانعت ثابت نہ ہے۔ ہاں اگر مکروہ وقت میں ہو تو ممنوع ہے جو کہ تمام دنوں میں یہی حکم ہے۔

۱۰- جن کی نماز عید درست ہے:

نمازِ عید مردوں، عورتوں، بچوں سب کی درست ہے۔ اگرچہ وہ مسافر ہوں یا مقیم یہ جماعت کے ساتھ بھی درست ہے اور اکیلے بھی گھر میں، مسجد میں اور عیدگاہ میں سب جگہ درست ہے۔ جماعت کے ساتھ جس کی نماز فوت ہو جائے وہ دو رکعت پڑھ لے گا۔ امام بخاری نے فرمایا: ''باب'' جس کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے گا۔ اسی طرح عورتیں بھی اور جو گھروں اور بستیوں میں ہوں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا قول ہے کہ ''یہ ہماری اھل اسلام کی عید ہے۔''

حضرت انس بن مالکؓ نے اپنے مولیٰ ابن ابی عتبہ کو حکم دیا اس نے مقام زاویہ پر آپ کے اھل خانہ اور بیٹوں کو جمع کیا تو شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھی اور تکبیرات کہیں۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا زیادہ لوگ عید میں جمع ہوں گے اور دو رکعتیں پڑھیں گے جیسے امام کرتا ہے۔ حضرت عطاء نے کہا جب اس سے نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے گا۔

۱۱- خطبہ عید:

نمازِ عید کے بعد خطبہ مسنون ہے نیز اس کو غور سے سننا چاہئے۔ حضرت ابو سعیدؓ

سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن عید گاہ[1] کی طرف نکلتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے سلام پھیرتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ جبکہ لوگ صفوں پر بیٹھے ہوتے آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے۔ انہیں (دینی) حکم دیتے اگر کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کی تفریق کرتے۔[2] یا کسی اور چیز کا حکم دینا ہوتا تو حکم دیتے پھر چلے جاتے۔ ابو سعیدؓ نے فرمایا: لوگ اس طرح رہے حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ عیدالفطر یا اضحیٰ کے موقع پر نکلا وہ جن دنوں مدینہ کا امیر تھا۔ جب ہم عید گاہ آئے تو وہاں ایک منبر تھا جس کو کثیر بن صلت نے بنایا تھا۔ مروان نے نماز سے پہل اس پر چڑھنا چاہا تو میں نے اس کا کپڑا کھینچا۔ اس نے مجھ سے کپڑا کھینچا اور منبر پر چڑھ گیا۔ پھر نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے کہا واللہ! تم نے تبدیلی کر ڈالی۔ اس نے کہا اے ابو سعیدؓ! جو تو جانتا ہے اب اس کا دور چلا گیا۔ میں نے کہا واللہ! جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا: کہ لوگ نماز کے بعد بیٹھتے نہیں ہیں۔ لہٰذا: میں نے اس کو نماز سے پہلے کر دیا۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن السائب سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو فرمایا: ''ہم خطبہ دیں گے جو پسند کرے کہ خطبے کے لئے بیٹھے تو بیٹھ جائے اور جو جانا چاہے تو چلا جائے۔ (نسائی ابوداؤد ابن ماجہ) جو کچھ بھی اس کے متعلق وارد ہوا کہ عید کے دو خطبے ہیں ان کے درمیان امام بیٹھ کر فصل کرے گا وہ ضعیف ہے۔

امام نوویؒ نے فرمایا کہ ہر خطبہ دہرانے کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

خطبہ کو اللہ کی تعریف سے شروع کرنا مستحب ہے۔ نبی ﷺ سے اس کے علاوہ کچھ مروی نہ ہے۔

---

[1] عید گاہ: ایک ایسی جگہ ہے جس کے اور مسجد (نبوی) کے درمیان ایک ہزار گز کا فاصلہ ہے۔

[2] یعنی لشکر کا کوئی حصہ اگر کسی طرف بھیجنا چاہتے تو بھیج دیتے۔

امام ابن قیم نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنے تمام خطبے الحمد للہ سے شروع فرماتے، کسی حدیث میں بھی یہ بات محفوظ نہ ہے کہ آپؐ عید کے دونوں خطبے تکبیر سے شروع کرتے۔ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت سعیدؓ مؤذن نبی ﷺ سے مروی ہے کہ وہ خطبہ کے درمیان بھی تکبیر کہہ لے۔ اور خطبہ عیدین میں بکثرت تکبیرات کہتے۔ یہ اس بات کی دلیل نہ ہے کہ وہ شروع ہی تکبیر سے کرتے تھے۔ لوگوں نے خطبہ عیدین اور استسقاء میں اختلاف کیا ہے ایک قول ہے کہ یہ دونوں تکبیر سے شروع کرتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطبہ استسقاء استغفار سے شروع ہوگا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں خطبے الحمد للہ سے شروع ہوں گے شیخ الاسلام تقی الدین نے کہا۔ یہ آخری قول بہتر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ ہر اہم کام جو الحمد للہ سے شروع نہ کیا جاء تو وہ اجذم[1] ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام خطبے الحمد للہ سے شروع فرماتے۔ اکثر فقہاء کا یہ قول کہ آپؐ خطبہ استسقاء کو استغفار سے اور خطبہ عیدین کو تکبیر سے شروع فرماتے تھے تو ان کے پاس نبی ﷺ کوئی قطعی منقول سنت نہیں ہے۔ جبکہ اہل سنت اس کے خلاف کے متقاضی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام خطبوں کو الحمد للہ سے آپؐ شروع کرتے تھے۔

۱۲-نمازِ عید کی قضاء:

جناب ابوعمیر بن انسؓ نے کہا مجھے میرے انصاری چچاؤں نے جو اصحاب رسول ﷺ میں سے تھے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا کہ ہم پر شوال کا چاند مبہم ہوا ہم نے روزے سے صبح کی۔ پھر دن کے آخر میں ایک قافلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے گذشتہ رات کو چاند دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں افطار کا حکم دیا اور فرمایا کہ کل عید کے لئے نکلیں۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ بسند صحیح) اس حدیث میں اس قول والوں کی دلیل ہے جنہوں نے کہا کہ کسی

[1] اجذم: یعنی ناقص ہے۔

بھی عذر کی وجہ سے اگر سب لوگوں کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ اگلے دن نکلیں گے اور نمازِ عید ادا کریں گے۔

۱۳-عیدوں میں کھیلنا' کودنا گانا اور کھانا:

جائز کھیل' مناسب لہو اور اچھا گیت یہ دین کے ان شعائر میں سے ہیں جن کو اللہ نے عید کے دن مشروع رکھا۔ تا کہ جسم کی ورزش ہو اور طبیعت کی تفریح مل سکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو ان کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ نے تمہارے لئے ان دو دنوں کے بدل ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں یعنی یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔ (النسائی' ابن حبان بسند صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشی لوگ عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس کھیلا کرتے تھے۔ میں نے آنحضرتؐ کے کندھے پر سے جھانکا تو آپؐ نے میرے لئے اپنے کندھے جھکا دیئے۔ پھر میں آپؐ کی گردن پر سے ان کی طرف دیکھتی رہی حتیٰ کہ سیر ہوگئی پھر میں چلی گئی۔ (احمد' شیخیان)

حضرت عائشہؓ سے ہی انہوں نے بیان کیا ہے فرماتی ہیں۔ ہمارے پاس عید کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے جبکہ ہمارے پاس دو لڑکیاں تھیں جو بعاث کے دن[1] کا ذکر کر رہی تھیں یعنی وہ دن جس میں اوس اور خزرج کے سردار مارے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اللہ کے بندو! کیا شیطان کے باجے؟ تین دفعہ یہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر ہر قوم کا عید کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہمارا عید کا دن ہے۔

بخاری کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول

---

[1] بعاث: اوس قبیلے کے ایک قلعے کا نام ہے۔ یوم بعاث ایام عرب میں سے ایک مشہور دن ہے جس میں اوس کی خزرج کے خلاف بہت بڑی جنگ ہوئی۔

اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ جبکہ میرے پاس دو لڑکیاں بعاث کے اشعار گا رہی تھیں۔ آپؐ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا کیا شیطان کے باجے نبی ﷺ کے پاس؟ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: انہیں چھوڑ دے۔'' پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا وہ نکل گئیں۔ عید کے دن حبشی ڈھالوں سے[1] اور برچھوں سے کھیلا کرتے تھے میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا یا آپؐ نے خود ہی کہا کیا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپؐ کے رخسار پر تھا۔ اور آپؐ فرما رہے تھے۔ ''اے بنی ارندہ! پکڑو۔''[2] حتی کہ جب میں تھک گئی تو فرمایا: ''کافی ہے؟'' میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا ''چلی جاؤ'' حافظ نے فتح الباری میں کہا ابن السراج نے ابوالزناد عن عروہ عن عائشہؓ کے طریق سے بیان کیا ہے۔ کہ نبی ﷺ نے ان دنوں فرمایا: ''یہود مدینہ کو جان لینا چاہیئے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔ میں آسان دین حنیف دے کر بھیجا گیا ہوں۔''

احمد اور مسلم میں بہشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''ایام تشریق کھانے' پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں۔''

۱۴- ذی الحجہ کے دس دن میں نیک عمل کی فضیلت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان دنوں سے بڑھ کر کوئی دن اللہ کو محبوب نہیں ہے۔ جن میں اللہ کو عمل صالح زیادہ محبوب ہو ان کی مراد دس دنوں سے ہے۔ لوگوں نے کہا اور جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ شخص جو اپنی جان و مال سمیت نکلے۔ پھر ان میں

---

[1] الدرق: ڈھالیں لیں۔

[2] ارفدہ: یہ حبشیوں کا لقب ہے۔

سے کسی چیز کے ساتھ نہ لوٹے۔'' (رواہ الجماعۃ' الامسلماً والنسائی)

احمد اور طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہیں کوئی دن جو اللہ کے ہاں زیادہ عظمت والے ہوں اور نہ زیادہ محبوب ہوں ان میں عمل کرنا ان دس دنوں سے تو تم ان میں تہلیل' تکبیر اور تحمید بکثرت کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا نے اللہ کے اس فرمان'' اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کرو۔'' کے متعلق فرمایا: یہ دس دن ہیں۔ حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے وہ دونوں تکبیریں کہتے۔ اور لوگ ان کے ساتھ تکبیرات کہتے۔ (البخاری)

جب یہ دن شروع ہوتے تو حضرت سعید بن جبیرؒ بہت محنت کیا کرتے حتیٰ کہ جس کام کی قدرت نہ ہی ہوتی۔ تو وہ بھی کر لیتے۔ امام اوزاعیؒ نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان دس دنوں میں کیا جانے والا عمل غزوہ فی سبیل اللہ کی طرح ہے جس کے دنوں میں روزہ رکھا جائے اور راتوں کو پہرہ دیا جائے۔ الا یہ کہ کوئی شخص خود کو شہادت کے لئے مخصوص کرے۔

امام اوزاعیؒ نے فرمایا یہ حدیث مجھے بنی مخزوم کے ایک شخص نے نبی ﷺ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ان دنوں سے زیادہ اللہ کو محبوب نہ ہیں ان ذی الحجہ کے دس دنوں میں عبادت کی جائے۔ اس کے ہر دن کے روزے سال کے روزوں کے برابر اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی' ابن ماجہ' بیہقی)

۱۵- عید کی مبارک باد دینا مستحب ہے:

حضرت جبیرؓ بن نفیر سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب عید والے دن آپس میں ملتے تو وہ ایک دوسرے کو کہتے: تَقَبَّلَ اللّٰهُ

مِنَّا وَمِنْكُمْ ترجمہ: (اللہ) ہم سے اور تم سے قبول فرمائے۔'' حافظ نے فرمایا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۶-عیدین کے دنوں میں تکبیرات کہنا:

ایام عیدین میں تکبیریں کہنا سنت ہے۔ عید الفطر کے متعلق اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور تا کہ تم تعداد کو پورا کرلو۔ اور تا کہ تم کو جو اللہ نے ہدایت دی ہے اس پر اس کی برائی کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔

عید الاضحیٰ کے متعلق فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾

ترجمہ: تم ایام معدودات میں اللہ کا ذکر کرو۔[1]

اور فرمایا:

﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ﴾

ترجمہ: اسی طرح اس نے ان (جانوروں) کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ تم کو جو اللہ نے ہدایت دی ہے تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو۔

جمہور علماء کے نزدیک عید الفطر میں نماز کے لئے نکلنے سے لے کر ابتدائے خطبہ تک تکبیریں پڑھی جائیں گی۔ اس متعلق کئی ضعیف روایات مروی ہیں۔ گو کہ اس متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ صحابہؓ سے درست روایت بھی مروی ہے۔

حاکم نے فرمایا: یہ سنت ہے جسے اہل حدیث نے اپنایا ہے۔ امام مالک' احمد' اسحاق' ابو ثور بھی ایسا مذہب رکھتے ہیں۔ ایک قوم نے یہ بھی کہا: جب لیلۃ الفطر کو چاند دیکھا تب سے صبح عید گاہ کی طرف نکلنے تک تکبیرات پڑھی جائیں گے حتی کہ امام

[1] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ ایام تشریق ہیں۔ (بخاری)

عید کے لیے چلا جائے۔

عیدالاضحیٰ میں ان کا وقت صحیح حدیث کی روشنی میں عرفہ کے دن سے ایام تشریق کی عصر تک ہے اور ایام تشریق' گیارہ' بارہ اور تیرہ ذی الحجہ ہیں۔ حافظ نے ''فتح' میں فرمایا: اس متعلق نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس متعلق جو سب سے پہلے حدیث ہے وہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ وہ عرفہ کی صبح سے ایام منیٰ کی عصر تک ہے۔(ابن منذر وغیرہ)۔

امام شافعی' احمد' ابو یوسف' محمد نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ حضرت عمر اور ابن عباس کا بھی یہی مسلک ہے۔

ایام تشریق میں تکبیرات کہنے کا استحباب کسی خاص وقت کے ساتھ مختص نہ ہے۔ بلکہ ان ایام میں ہر وقت تکبیر کہنا مستحب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: حضرت عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیرات سے گونج اٹھتا۔ حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ان دنوں میں۔ نمازوں کے بعد' بستر پر خیمے میں بیٹھتے ہوئے۔ اور چلتے ہوئے ان تمام دنوں میں ایسا ہی کرتے۔ (یعنی تکبیرات پڑھتے)۔ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یوم النحر کو تکبیرات کہتیں اور عورتیں ابانؓ بن عثمان' اور عمرؓ بن عبدالعزیز کے پیچھے مردوں کے ساتھ ساتھ تشریق کی راتوں میں مسجد میں تکبیرات کہتیں۔

حافظ نے کہا یہ تمام آثار ان یام میں تکبیرات کے ثبوت پر مشتمل ہیں نمازوں کے بعد بھی اور اس کے علاوہ احوال میں بھی علماء میں اس کے مقامات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے تکبیرات کو نمازوں کے بعد اوقات تک ہی رکھا۔

بعض نے نوافل کے علاوہ فرائض کے ساتھ خاص کیا' بعض نے عورتوں کے علاوہ صرف مردوں سے خاص کیا' اکیلے کے علاوہ جماعت سے خاص کیا' ادا نمازوں کے ساتھ نہ کہ قضاء نمازوں کے ساتھ مقیم شخص کے ساتھ مسافر کے علاوہ خاص کیا' اور بستی والے کے علاوہ شہری سے مختص کیا۔ امام بخاری کا ظاہری اختیار تمام احوال کو

شامل ہے۔ جو آثار انہوں نے ذکر کئے وہ بھی اس معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ رہا تکبیر کا صیغہ تو اس میں امر وسیع ہے۔ سب سے صحیح جو اس متعلق وارد ہوا وہ ہے جس کو عبدالرزاق نے سلیمان سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ کہا اس طرح تکبیر کہو۔

((اَللّٰهُ اَكْبَرَ اَللّٰهُ اَكْبَرَ اَللّٰهُ اَكْبَر كَبِيْرًا))

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ بڑا ہے' بہت بڑا'۔

حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے یہ مروی ہوا ہے کہ:

((اَللّٰهُ اَكْبَرَ اَللّٰهُ اَكْبَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرَ اَللّٰهُ اَكْبَرَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ))

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' کوئی معبود نہیں مگر اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب حمد اللہ ہی کے لئے ہے۔

الحمد للہ کتاب الصلوٰۃ از فقہ السنۃ کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۳ء ختم ہوا۔

مترجم: حافظ محمد اسلم شاہدروی